

اللَّهُ

اللَّهُمَّ

صَاحِبِ زَادِهِ سَيِّدِ الْفَخْرِ الْأَكْبَرِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ

مَكْتَبَةُ نُورِيَّةِ رَضْوِيَّةِ
گلبرگ اے فیصل آباد

Bahoo Grafix

اللہ کے

صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ



مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے۔ فیصل آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	_____	اللہ کے شیر
مؤلف	_____	صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ
ترجمین و اہتمام	_____	سید حمایت رسول قادری
صفحات	_____	۲۴۰
اشاعت	_____	جون 2002ء
تعداد	_____	1100
مطبع	_____	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	_____	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	_____	روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۱	محمود غزنوی	۵	انتساب
۱۵۲	جنرل موسیٰ اور جنرل چودھری	۶	مقدمہ
۱۶۳	خدائی یلغار	۸	تذکرہ عقیدت
۱۶۵	بحری بیڑہ	۹	بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
۱۷۱	جہاد پاکستان اور غیبی امداد	۱۰	جہاد کا حکم
۱۸۰	محمد یونس	۲۱	شانِ مجاہد
۱۸۳	میجر نذر حسین	۲۹	مجاہدین کے ساتھ خدا کے وعدے
۱۹۲	عقاب	۳۹	میدانِ جہاد میں فرشتوں کی فوج
۱۹۶	کرنل عبدالرحمن	۴۹	امتحان
۲۰۱	میجر عزیز بھٹی	۶۳	شہادت
۲۰۵	بیت المقدس کی فتح	۷۲	اللہ کے شیر
۲۱۳	ہندوستان میں تحریک آزادی	۷۴	اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ
۲۱۶	مولانا محمد علی جوہر	۹۵	حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ
۲۲۲	وطن کے غدار	۱۰۳	خالد بن ولید
۲۲۷	جنگ کے فائدے	۱۱۳	ضرار بن ازور اور ان کی ہمیشہ نچورہ رضی اللہ عنہا
۲۳۴	حافظ غلام مصطفیٰ	۱۲۲	جنگِ موتہ
۲۳۷	تعارف	۱۲۷	محمد بن قاسم
		۱۳۳	طارق ابن زیاد

التساب

شہیدانِ باوفا

اور

غازیانِ اسلام

کے نام

سید افتخار احسن
فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

مقدمہ

مجاہدین اسلام، شہیدان وفا پر لاکھوں سلام — جنہوں نے اپنا تین من دھن — اپنا زر، گھر، سر، سب کچھ راہِ خدا میں، نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا — مالک الملک، وارثِ دو جہاں کی بارگاہ سے انہیں بخشش و رحمت کی نوید سنائی گئی — یہی وہ با عظمت لوگ ہیں، جو راہِ خدا میں جان دیکر حیاتِ ابدی حاصل کر گئے — یہی، وہ نفوسِ قدسیہ ہیں، جنہیں اللہ رب العالمین کے دربار سے تمغہٴ رضا حاصل ہوا — انہیں ”أَوْلِيَاكَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا“ کی سند سے نوازا گیا — یہی وہ باکرامت لوگ ہیں، جنہیں پاکیزہ روزی کی بشارت دی گئی — انہیں اپنے پروردگار کی قربت و محبت نصیب ہو گئی — ان کی جانوں اور ان کے اموال کا خریدار خدا ہو گیا — یہ اللہ کی راہ میں نکلے تو اس شان سے چلے ”يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ“ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں یا راہِ خدا میں جان دے دیتے ہیں — یہی وہ فدایانِ اسلام ہیں جو اللہ کی زمین کو کفر و شرک، ظلم و ستم، فسق و فجور، ظلمت و جہالت سے پاک کرنے کے لئے جب اپنے گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی بے پناہ رحمتوں کے دروازے کھول دیئے۔ فتح و نصرت نے ہر موقع پر ان کے قدم چومے — ان کا راستہ، پہاڑوں کی بلندیاں، دریاؤں کی تندو تیز موجیں، جنگلات کی خوفناکیاں، میدانوں کی وسعتیں اور تپتے ہوئے لوق و دوق صحراؤں کی باد صحر نہ روک سکیں — یہ اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھتے گئے — تاریخ گواہ ہے، ان جاشارانِ اسلام کے خون کی حرارت کے

حجاز سے لیکر اندلس کے ساحل تک۔ روم اور شام کے کلیساؤں سے افریقہ کے تپتے صحراؤں تک۔ مصر و عراق سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک پرچمِ اسلام بلند ہوا۔

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
یہ غازی تھے، مجاہد تھے، شہید تھے، انہیں جرات مند کہئے، انہیں جاثارانِ اسلام
کہئے۔ یہ پرچمِ اسلام کے رکھوالے تھے۔ انہیں اللہ کے شیر کہئے۔ ان سے
وفادارانِ اسلام کے حضور قیامت تک ہر ایک کلمہ پڑھنے والا، دادِ تحسین پیش کرتا
رہے گا۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کو نہیں مہولتیں۔ ان کی قربانیوں اور وفاداریوں
کی معرفت رہتی ہیں۔

شہبازِ خطابت حضرت مولینا علامہ صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحب مدظلہ العالی کی ذات
محتاجِ تعارف نہیں، ارضِ پاکستان میں بسنے والوں میں کون ہے جو ان سے
آشنا نہیں۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم
ادیب بھی ہیں۔ آپ کے زورِ قلم کا اندازہ آپ کی تحریروں سے لگایا جاسکتا ہے۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت اور اسی کے پیارے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر
خاص کرم ہے۔ مرشد ذی وقار، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت پیر سید جماعت علی
شاہ لاثانی رحمۃ اللہ کی خصوصی نظرِ عنایت سے کہ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا
اسی میں موتیوں کی لڑیاں پروردیں۔ آپ کی تحریروں پڑھنے والے کے قلبِ ذہن میں
اترتی جاتی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے۔ مجاہدوں۔ شہیدوں کی شان
اور انہیں بارگاہِ خداوندی سے عطا ہونے والی عظمتوں کو بڑے احسن انداز میں پیش کرنے
کے ساتھ ساتھ، اسلام کے عظیم غازیوں، شہیدوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کی اتباع
کرنے والے پاکستان کی مقدس سرزمین اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت

کرنے والوں کو نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں
اپنے اسلاف کے کردار سے باخبر رہیں۔ اور ان کی
زندگیوں اور کارنامے نمایاں سے سبق و آگہی حاصل کر سکیں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ
جناب افتخار ملت صاحبزادہ سید افتخار الحسن زبیدی صاحب کی اس
سختی جمیل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

طالب دعا

قاری محمد الدین نعیمی

خطیب سنی رضوی جامع مسجد رضا آباد فیصل آباد

نذر عقیدت

ملک و ملت کے چین کے نگہبانوں کو سلام
 اور ناموسِ وطن کے پاسبانوں کو سلام
 جن کی جانبازی سے یار و عظمت دیں بیچ گئی
 ان بہادر غازیوں۔ مردوں۔ جوانوں کو سلام

جن کی ہمت سے ہوا برباد پھر یہ سونمات
 ان جوان مردوں۔ سمندری بادبانوں کو سلام
 بھارتی چڑیلوں پہ جو جھٹے عقابوں کی طرح
 ان فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام

رازی

بات جو دل سے نکلتی ہے اتر کھتی ہے



شجاع آباد میں منعقد ہونے والی جہاد کانفرنس میں شرکت کے لئے میں جا رہا تھا۔ چناب ایچپرس کے سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں گوجرے کے صوفی محمد یعقوب صاحب سے ملاقات ہو گئی جو صحیح معنوں میں ایک صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ دل بھی ہیں اور سماجی کارکن بھی اور ان کے سینے میں اسلام کی سچی ٹرپ بھی ہے، پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والی جنگوں سے متعلق گفتگو کا سلسلہ چل نکلا۔ اور انہوں نے بڑے ہی پرورد انداز میں پاکستان کی مسلح افواج کے جانباز سپاہیوں اور ملک و ملت کے پاسبانوں اور ابروئے اسلام کے نگہبانوں کو خراجِ تحسین و نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے مجھے تحریک دی کہ شاہ جی! آپ جہاد پر بھی ایک کتاب لکھیں، چونکہ بات صوفی محمد یعقوب صاحب کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی، فوراً اپنا اثر دکھا گئی اور راقم نے پکارا وہ کر لیا کہ انشاء اللہ واپسی پر کتاب لکھنی شروع کر دوں گا۔

چنانچہ ”اللہ کے شیر“ کے عنوان کے تحت یہ حقیر سا نذرانہ پیشِ خدمت

ہے —————
 گر قبول افتد زہے عز و شرف

سید افتخار احسن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

آج کل کو بتاؤں میں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سنال اول طاؤس و ربابِ آخر
(اقبال)

جہاد کا حکم

توحید و شرک کی ٹکڑ۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی کا تصادم اور اسلام و کفر کی جنگ ازل سے شروع ہوئی اور قیامت تک رہے گی۔ حق کی اپنی کوفیے ظاہری شکل و صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی باطل کی! مگر یہ دونوں قوتیں ہرزائیے میں مختلف انسانوں کی شکل و صورت میں نمودار ہو کر آپس میں دست و گریبان ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔

باطل کبھی نمرود اور فرعون کی ناپاک صورتوں میں ظاہر ہوا! اور کبھی

ابو جہل و ابولہب کی منحوس شکلوں میں آیا! اور حق کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مقدس پیشانیوں میں چمکا اور کبھی جمالِ مصطفیٰ بن کر فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور پھر۔۔۔ باطل کبھی یزید کے ظلم و ستم، عمر و سعد کے جبر و تشدد اور

شمر کی وحشت و بربریت کے لباس میں کربلا کے میدان میں اُترا۔ اور
 حق حضرت عباس کے جلال۔ حضرت علی اکبر کے شوقِ شہادت اور حضرت امام حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے صبر و استقلال کی نورانی تصویر اور تسلیم و رضا کا پیکر بن کر دریائے
 فرات کے کنارے خمیہ زن ہوا۔ اور

آج پھر کفر و باطل، ہندوستان کے ظالم حکمرانوں، بھارتی سامراج کے
 وحشی نیتاؤں اور رام راج کے جھوٹے بجا ریوں
 لال بہادر شاستری، مسٹر چاؤن اور جنرل چوہدری کی ناپاک صورتوں میں۔ ڈاکوؤں۔
 لیٹروں اور چوروں کے لباس میں اللہ کے شیروں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سرفروش غلاموں۔ علی کرم اللہ وجہہ کے جاں نثار خادموں اور ملک و ملت
 کے بہادر یاسبانوں، صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں۔ جنرل محمد موسیٰ
 اور ائر مارشل نور خاں کی بہادر قیادت سے برسریکا رہے۔

ماضی کی تاریخ کا ایک ایک ورق اور پاکستان اور بھارت کی موجودہ جنگ
 کا ایک ایک پہلو اس بات کا گواہ ہے کہ بدروحین کے جنگی میدانوں سے لیکر تھمپ
 جوڑیاں۔ لاہور۔ سیالکوٹ اور سندھ کے راجستھانوں تک کفر و باطل جب بھی کبھی
 حق و اسلام کے پرستاروں کے مقابلہ پر آیا تو اسے ہمیشہ ذلت آمیز شکست اور
 عبرت ناک پسپائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

عظمتِ اسلام کی حفاظت۔ ناموس رسالت کی نگہبانی۔ دین
 حق کے احياء۔ وطن مقدس کی سالمیت اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے لئے
 لڑنے کا نام جہاد ہے۔ اور

جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ایک عام مسلمان تو درکنار خدا تعالیٰ

نے تو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو بھی حکم فرمایا: —
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ
 وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

اور پھر عام مسلمانوں کو فرمایا: —

وَقَاتِلُواهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً۔

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! ان کافروں اور مشرکوں سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ ان کے کفر و شرک کا فتنہ ختم نہ ہو جائے۔“

اور پھر فرمایا: —

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يِقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَعْدُوا
 إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَاقْتُلُواهُمْ حَيْثُ تَقْتُلُوهُمْ
 وَأُخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أُخْرِجُوكُمْ۔

(پارہ: ۱۔ سورت البقرات ۱۹۰ تا ۱۹۲)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! کافروں اور مشرکوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور نہ کال دو ان کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور میدان جنگ میں کسی پر زیادتی نہ کرو یعنی کسی شہری آبادی کو برباد نہ کرو۔ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے کو دوست نہیں رکھتا۔“

اور آگے فرمایا: —

” ان کافروں اور مشرکوں سے اسوقت لڑتے رہو جب تک کہ ان کا خاتمہ نہ ہو جائے “

اور پھر ارشاد ہوتا ہے :
 فَاذْفَعُوا الْذَمِيمَ الْكَافِرُ وَافْضَرِبِ السِّرِقَاتِ
 یعنی ” جب تمہارا مقابلہ کفر کی کسی جماعت سے ہو جائے تو ان کی گردنیں کاٹ ڈالو۔“
 قرآن پاک کی ان آیات میں مسلمانوں کو جس انداز سے کفر و شرک کے ساتھ جہاد کرنے اور لڑنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی اصل بنیاد کفر و شرک کے فتنوں - ضلالت و گمراہی کے اندھیروں، جبر و تشدد کی آنکھوں، ظلم و ستم کے طوفانوں اور وحشت و بربریت کی سیاہیوں کا خاتمہ کرنا ہے تاکہ یہ خطہ ارض امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے اور دنیا میں بسنے والی اللہ کی مخلوق انسانیت کے سنہری روپ میں اپنی زندگی بسر کر سکے۔
 اور۔۔۔ ساری کائنات میں نیکی و شرافت اور حق و صداقت کی حکومت ہو اور۔۔۔ جہاد کی اشد ضرورت اور اہمیت۔۔۔ اور۔۔۔ فرض ہونے کی وجوہات اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے خدا تعالیٰ نے فرمایا:

أَذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۗ إِنَّ الَّذِينَ أُجْرِبُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَغِيْرُ حَقِّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ طَوْلُوا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ لَهْدَيْتُمْ صَوَامِعُ وَبَيْعُ وَصَلَوَاتُ وَ مَسْجِدُ يُذَكَّرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيْرًا ۗ

(پارہ ۱۷ - سورۃ حج - آیت ۳۹)

ترجمہ :- ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے۔ جن سے لوگ لڑتے ہیں اسوجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے اور اللہ

وہ لوگ کہ جن کو محض اس وجہ سے ان کے گھروں سے نکالا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر بعض لوگوں کو بعض لوگوں سے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں - مدرسے - عبادت گاہیں اور مسجدیں ٹوٹھا

دیجاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے -

قرآن پاک کی اس آیت شریفہ پر غور کرو اور پھر بھارتی سامراج کے لیٹروں اور ہندوستان کے چوروں اور غاصبوں کے ظلم و ستم کی سنگینوں - جبر و تشدد کے نیروں - اور وحشت و بربریت کی گولیوں کو دیکھو جو گذشتہ اٹھارہ سال سے خصوصاً، ان دنوں کشمیر کے مظلوم و مجبور اور

نہتے مسلمانوں کے سینوں میں پیوست کی جا رہی ہیں - اور - ان بے گناہوں کے گھروں کو آگ لگا کر پھر اسی آگ میں ان کو زندہ

جلایا جا رہا ہے - اور ان کے معصوم بچوں کو نیروں پر لٹکایا جا رہا ہے اور ان کی معصوم و عفت مآب خواتین کو محض اس لئے اغوا کیا جا رہا ہے

کہ وہ ایک رب کو ماننے والے مسلمان ہیں - اور پھر کشمیر کی مسجدوں اور - خانقاہوں پر بھارتی لیٹروں کا قبضہ اور ان کی بے حرمتی کو دیکھو کہ جہاد کیوں فرض کیا گیا؟ اور - اس کی ضرورت و اہمیت - اور غرض و غایت کیا ہے اور - اس آیت سے یہ بات بھی اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ کشمیر

سے مظلوم مسلمان، بھارت کے خلاف اپنی آزادی کے لئے علم جہاد بلند کرنے میں باسکل حق بجانب ہیں اور پھر پاکستان پر بھی فرض ہو گیا کہ وہ کشمیر سے مظلوم مسلمانوں کی امداد اور ان کو ہندوستان کے ظالم حکمرانوں کے پنجہ استبداد سے نجات دلانے کے لئے میدان میں اتریں -

ایسا ظلم و ستم جو کشمیریوں پر ڈھایا جا رہا ہے - اس کی مثال دنیا

میں نہیں ملتی لیکن بھارتی سامراج کے نام نہاد جمہوریت کے دعویداروں اور رام راج کے جھوٹے پجاریوں کے جبر و تشدد کی چکی میں پسے کے باوجود بھی اور اٹھارہ سال تک پنڈتوں اور رام راجیوں کی وحشت و بربریت کے باوجود بھی کشمیری مسلمانوں کی ثابت قدمی - استقلال اور ہمت و جرأت نے دنیا پر واضح کر دیا ہے —

کہ انہوں نے آج سے اٹھارہ سال پہلے اپنی آزادی کی جو جمع روشن کی تھی بھارت کے ظالم حکمرانوں کی وحشت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی اسکو نہیں بجھا سکیں - اور انہوں نے آزادی کی جس جنگ میں قدم رکھا تھا —

بھارتی سوراؤں کی آگ برسانے والی توپیں — پہاڑوں کو بلا دینے والے ٹینک اور فضائے آسمانی کو مگدر کر دینے والے بمبار طیارے بھی ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہیں کر سکے —

اور — انہوں نے آزادی کی جس منزل کی طرف آج سے اٹھارہ سال پہلے جو قدم بڑھائے تھے، بھارت کے وحشی اور جنونی ہندو دزدوں کی مار دھاڑ اور بھارت کی خون آشام ملواریں بھی ان کا راستہ نہیں روک سکیں اور وہ آج بھی بھارتی سنگینوں کے سایے میں سینہ تان کر یہ نعرے لگا رہے ہیں —

کہ — ہم رائے شماری چاہتے ہیں ؟

اور — بھارتی کتوا کشمیر سے نکل جاؤ !

اور — ہم پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں !

اور آزادی کی وہ آگ جو اٹھارہ برس سے ہندوستان کے غاصبوں کے ٹیکوں کے نیچے دبی ہوئی تھی آج پھر ایک بار شعلہ جوالہ بن کر بھڑک اٹھی ہے جس کا دھواں

اقوام متحدہ کی بڑی طاقتوں کو بھی پریشان کر رہا ہے۔

لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی تضحیح و پکار ، بھارتی ڈاکوؤں کے ہاتھوں ان کے لئے پٹے ہوئے قافلوں کی آہ و بکا بھی سلامتی کونسل کے ناخداؤں کے دلوں میں عدل و انصاف کا جذبہ پیدا نہ نہیں کر سکی۔ اور یہ ایسا اس لئے نہ ہو سکا اور نہ ہی آئندہ ہونے کی توقع ہے کہ کشمیر میں ایشیا کے مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ ورنہ اگر اسی طرح کسی مغربی خطے میں انگریزوں کا سفید خون بہہ رہا ہوتا تو پھر ہم دیکھتے کہ سلامتی کونسل کیسے یہ تماشا دیکھتی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ کانگو میں انگریزی خون کے چند قطرے ہی گرے تھے کہ سلامتی کونسل کے ایوان میں زلزلہ آگیا تھا۔ اور فوراً اس خون کا بدلہ لے لیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لومبا کی لاش کا بھی ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔

اصل بات یہ ہے کہ جس دن سے پاکستان نے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں، اسی دن سے ہی مغربی سامراجی طاقتیں، پاکستان کے وجود کو ختم کر دینے پر متفق ہو چکی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ختم نہیں ہو سکتا۔

پاکستان اور بھارت کی موجودہ جنگ کی ذمہ دار بھی سلامتی کونسل ہے جو امن و سلامتی کا مصنوعی لبادہ اوڑھ کر کشمیر کے مسئلے کو پرامن طریقے سے حل نہ کر کے دنیا کے امن و سلامتی کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اٹھارہ سال کے طویل عرصے میں اگر سلامتی کونسل ہندوستان سے کشمیر میں رائے شماری کرانے کا وعدہ پورا کر لیتی اور خود بھی وعدہ پورا کرتے ہوئے کشمیر کے بنیادی مسئلے کو جو دونوں ملکوں کے مابین جنگ کا سبب بنا، منصفانہ اور پرامن طور پر حل کر دیتی تو آج پاکستان اور ہندوستان کے درمیان

جنگ کے شعلے کبھی نہ بھڑکتے۔

اور پھر جب بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک دھڑیانہ حملہ کر دیا اور جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے اس کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے ہر محاذ پر بھارتی سینوں کی مڑھیاں بنا دیں۔

اور ہندوستان کی فوجوں کے پر خچے اڑا دیئے تو اس طرح اللہ کے شیروں اور پاکستان کے بہادر جوانوں سے ہندوستان کو بچانے کے لئے اقوام متحدہ کا فوراً اجلاس بھی ہو گیا اور پھر جنرل سیکرٹری مسٹر اوتھان بھی پاکستان اور ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے فوراً یہاں پہنچ گئے۔

اگر سلامتی کونسل کو پاکستان اور کشمیر کے مسلمانوں سے کوئی ہمدردی ہوتی تو وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ ہندوستان کے وحشی رکھشش، کشمیر کے غریب اور نہتے مسلمانوں کو زندہ آگ کی بھینٹ چڑھا رہے تھے۔

اور پھر وہ اس وقت بھی آسکتے تھے جب کہ بھارتی سوراووں نے پاکستان کے ایک حسری گاؤں اعوان شریف کے بے گناہ اور معصوم مسلمانوں پر اپنی دُور مار توپوں سے گولے برساکر شہید کر ڈالا۔

اور وہ پھر اس وقت بھی آسکتے تھے جبکہ بھارت کے چوروں اور لٹیروں نے خالقاہ شریف حضرت بل کی درگاہِ معلّے سے موٹے مبارک کی چوری کر لی تھی۔

یہ سب کچھ ہونارہا اور سلامتی کونسل تماشا دیکھتی رہی پوری وادی کشمیر کے مسلمان صدائے احتجاج کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے۔ یہ نظارہ پوری دنیا نے تو دیکھا مگر سلامتی کونسل آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی، اس کے کانوں پر جوں تک رینگے۔

نہ ہی اوتھان آئے اور نہ ہی کوئی اجلاس ہوا۔ اور جب پاکستان
 کے بہادر غازیوں اور کشمیر کے مجبان وطن نے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو بھارت کے
 ان دزدہ صفت ڈوگروں اور برہمنوں کے سنجہ استبداد سے نجات دلوانے کے
 کے لئے سر بکف اور کفن بدوش ہو کر میدان کارزار میں نکل آئے،
 اور جب حق و باطل کی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو سلامتی کونسل کو بھی روڑ
 آنے شروع ہو گئے اور سٹر اوتھان کی بھی آنکھ کھلی۔ اور پھر اپنے فوجی سامان کے گداگر
 کو اسلام کے شیروں اور پاکستان کے بہادروں سے موت کے پنجہ سے بچانے کے
 لئے فوراً اولو لپنڈی اور پھر دہلی پہنچے اور پھر عین اس وقت فائرنہندی کرادی جب کہ
 اسلام کی تیغ براں سے بھارتی سا طرح کی شہرگ برکٹنے ہی والی تھی۔ یہ تو صدر
 پاکستان جنرل محمد ایوب خاں کی شرافت۔ دیانت اور رصمدلی تھی کہ انہوں نے
 سلامتی کونسل کی بیس ستمبر کی قرارداد جس میں کشمیر کے مسئلے کے حل کا وعدہ کیا گیا تھا۔
 پر یقین کرتے ہوئے فائرنہندی منظور کر لی ورنہ اس وقت تک اسلام کا جھنڈا مڑیگر
 کی پہاڑیوں پر اور دہلی کے لال قلعے پر لہرا رہا ہوتا۔
 اور اب جبکہ پھر ہندوستان فائرنہندی کی مسلسل خلاف وزیریاں کر رہا ہے
 اور پھر سے کشمیر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور پھر ان کے معصوم
 بچوں کو پھپھیوں پر لٹکایا جا رہا ہے لیکن اب پاکستان کے بہادر اور نڈر وزیر خارجہ
 جناب ذوالفقار علی بھٹو کی درخواست پر بھی اوتھان صاحب ادھر آنے کو تیار نہیں ہیں۔
 تو پھر یہ پاکستان کے ساتھ دشمنی کی دلیل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور ہم مدت
 سے بڑی طاقتوں جن کو کہنے والوں نے بڑی طاقتیں سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ پاکستان

دین کی سب سے بڑی طاقت ہے اس لئے کہ کسی بڑی طاقت ہونا ایٹمی ہتھیاروں کی کثرت، اور مال و دولت کی فراوانی پر موقوف نہیں ہوتا۔

بلکہ میدان جنگ میں لڑنے والوں کی بہادری، جرات، ثابت قدمی، حوصلے شجاعت اور ایثار و قربانی کے لازوال جذبے اور جان نثاری اور سرفروشی کے ارادے پر منحصر ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے جتنے دنیا نے اس جنگ کے دوران دیکھا اور خوب اچھی طرح نظار کیا! اور اگر اب بھی کسی کو یقین نہ آئے (تو پھر جس کا جی چاہے میدان میں آجائے)۔

بالآخر! اس ادارے (اقوام متحدہ) کی جن مکاریوں اور عیاریوں کو ہم محسوس کر رہے تھے، ۲۹/۹۵ کے اجلاس میں کھل کر سامنے آگئی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ مورخہ ۲۰/۹/۹۵ کو اقوام متحدہ کی قرارداد محض ایک دھوکا اور فریب تھی اور پھر ۲۹/۹۵ کے اجلاس میں بڑی طاقتوں کا ذوالفقار علی بھٹو کو یہ کہنا کہ آپ کشمیر کے مسئلے پر تقریر نہیں کر سکتے یہ مثال پوری طرح صادق آتی ہے!

کرے۔ صاف آنکھیں پھیر لیں مطلب نکل جانے کے بعد! کشمیر کا ایک مقدمہ تھا جو اٹھارہ سال پہلے دنیا کی سب سے بڑی عدالت سلامتی کونسل میں پیش ہوا لیکن تا دمِ تحریر یہ عدالت اس مقدمے کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔ تو جو عدالت اٹھارہ سال تک کسی مقدمے کا فیصلہ نہ کر سکے۔ پاکستان کے دس کروڑ مسلمان اس عدالت کو عدالت نہیں مانتے۔

ایسے میں صدر پاکستان کی خدمتِ عالیہ میں پورے ادب و احترام کے ساتھ رُدر اپیل کروں گا کہ درخواست کو کئی بار آزمانے کے بعد اب سلامتی کونسل کے دامن کو چھوڑ دیں۔ اور جس پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدے کے باوجود ہندوستان کو توپوں، ٹینکوں اور

بمبارطیاریوں سے مسلح کیا — اس امریکہ سے اب کشمیر کی بھیک نہ مانگیے۔
اور اگر برطانیہ نے کشمیر دینا ہوتا تو تقسیم ملک کے وقت لارڈ ماؤنٹ بیٹن ضلع
گورداسپور کی ایک تحصیل پاکستان کو دے کر سارا ضلع ہندوستان کے حوالے نہ کر جاتا۔

اور — ساری قوم کو آپ پر کلی اعتماد ہے —

اور — پاکستان کا بچہ بچہ ملک و ملت کی حفاظت کرنے
اور — اسلام کے اس چمن کی پاسبانی کے لئے آپ کے پرکٹ

مرنے کو ہر وقت تیار ہے —

اور — پاکستان کے بہادر عوام ہی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس

کے مکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم،

اور — اولیاء کرام کی غیبی امداد بھی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔

جسے آپ موجودہ جنگ میں دیکھ بھی چکے ہیں،



شانِ مجاہد

ص:- میٹ نہیں سکتا کبھی مردِ مسلمان کہ ہے!
اس کی اذالوں سے فاش سرِ کلیم و خلیلؑ



نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ دین اسلام کے ارکانِ اعلیٰ ہیں، لیکن وہ، درجات و فضائل جو جہاد اور جہاد کرنے والے مجاہدین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے ہیں وہ نماز اور نمازی اور حج اور حاجی کے لئے نہیں ہیں۔ قرآن پاک کی آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی گواہ ہیں۔

پارہ ۵ - سورۃ النساء آیت ۹۵

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرَ أُولِي الضَّرَبِ
وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط
فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى
الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ط

ترجمہ:- ”بیماروں کے علاوہ جو لوگ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں وہ

ان لوگوں کے برابر نہیں ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ نے اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو ان لوگوں پر جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ فضیلت اور درجے میں بڑائی دی ہے۔“

اور فرمایا! —————

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا
”اللہ نے لڑنے والوں کے لئے اجر و ثواب کو بیٹھنے والوں پر زیادہ کیا ہے“

(پ ۴ — سورۃ آل عمران — آیت ۱۵۷)
وَلِيْنٌ قَاتَلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّمْ لَكُمْ غَفْرَةٌ مِّنَ اللَّهِ
وَسَاحَةٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝

”اور اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی راہ میں مارے گئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش و رحمت بہتر ہے۔“

پارہ ۷۱ — سورۃ انفال — آیت ۷۴

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوَوْا وَانْتَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں اپنے اپنے گھر چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی ان مجاہدین کی وہی ہیں پکے اور سچے مسلمان اور ان کے لئے بخشش اور روزی عزت کی ہے۔“

اور پھر فرمایا! پارہ ۱۰ — سورۃ توبہ — آیت ۲۰-۲۱

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ ذَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرِجْعَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجِئَتْ لَهُمْ فِيهَا
نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝

” وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اللہ کی راہ میں گھر بار پھوڑے اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں سے، ان کے لئے اللہ کے پاس بڑا درجہ ہے اور وہی لوگ بامراد ہیں اور اپنی طرف سے اللہ انکو رحمت و بخشش کی خوشخبری دیتا ہے اور راضی ہونے کی اور جنت کی بشارت دیتا ہے۔ وہ جنت کہ جس میں ان کے لئے ہر قسم کا آرام ہے اور پھر وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔“

اور پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے: —
 اِنَّ اللّٰهَ الشِّرَاىِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةُ
 ”کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی جانوں اور مال کو جنت کے عوض خرید کر لیا ہے۔“

اور پھر فرمایا: —

پارہ ۲۸ — سورۃ الصف — آیت ۴
 اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرصُومٌ
 کہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں قطار اندر قطار اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑتے ہیں۔“
 قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے۔ کہ اس خطہٴ ارض کو کفر و شرک، ضلالت و گمراہی، فسق و فجور، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت سے پاک کر کے۔ توحید و اسلام۔ امن و سلامتی۔ حق و صداقت اور نیکی و انسانیت کو پھیلانے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مسلمانوں کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہ جب بھی جہاد کرنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں تو آسمان کے نورانی فرشتے ان کے راستے میں اٹھنے والے قدموں کے نیچے اپنے پر

پھل دیتے ہیں۔ اور ان کے لئے رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

یہ کیا شان ہے کہ ایک آدمی نے زندگی میں نہ نماز پڑھی ہے اور نہ ہی کوئی روزہ رکھا ہے۔ نہ کبھی زکوٰۃ دی ہے اور نہ ہی حج کیا ہے۔ غرضیکہ اس نے اپنے زندگی میں کوئی نیکی نہیں کی، لیکن

جب وہ میدانِ جہاد میں شہید ہوتا ہے تو جنت کے تمام دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور فرشتے اس کی پاک روح کو اٹھانے کے لئے اپنے دامن پھیلا دیتے ہیں،

اور شہید ہونا تو درکنار شکرِ اسلام کا پہرہ دینے والے مجاہد کو بھی، نبی کریم علیہ السلام نے خوشخبری دی ہے اور اب کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ بزدل نمازی سے بہادر غازی ہزار درجے بہتر ہے۔

اسی لئے کہ یہ تو ممکن ہے کہ قیامت کے دن خدا اپنے بزدل نمازی کو نہ بخشے، لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خدا، محمد علیہ السلام کے بہادر غازی کو نہ بخشے۔

اور — یہ فضائل و درجات اور جنت و بخشش کے وعدے جو مجاہدین اسلام کے لئے بیان کئے گئے ہیں صرف میدانِ جہاد میں جانیں قربان کرنے والوں

کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جنہوں نے جہاد میں بھی کیا ہو یعنی جہاد کی تیاری کے سامان ضرورت کی خریدنے میں مالی خدمت کی ہو۔

اسی لئے اسلامی جہاد کے لئے جس نے ایک پیسہ بھی خرچ کیا وہ بھی اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا حقدار ہے جس طرح کہ جانیں قربان کرنے والے!

بلکہ قرآن پاک کی آیات میں تو مالی جہاد کو مقدم رکھا گیا ہے۔

اسی لئے وہ لوگ جو جہادِ پاکستان کے لئے قومی دفاعی فنڈ میں مال و دولت

اور دوسری اشیاء دے رہے ہیں، اپنی اس خوش نصیبی اور نیک نحتی پر ناز کرنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور اسکی بخشش و رحمت کے سزاوار بن گئے ہیں۔

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! —

إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ أَطْلَالِ السُّيُوفِ -

کہ ”جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔“

صحیح۔ نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں

نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

اور — اگر یہ ایک زندہ حقیقت نہ ہوتی تو حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم کا پاک مدینہ چھوڑ کر کرب و بلا کے میدان میں نہ آتے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان پر غور کرو اور پھر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس نماز کو دیکھو جو انہوں نے کربلا کے میدان میں خنجر کے نیچے ادا کی — اور حقیقت تو یہ ہے کہ انہی کی دکھلائی ہوئی راہ ہے —

کہ جس پر چل کر آج پاکستان کے مسلمانوں نے بھارت کے مقابلے میں ٹینکوں کے نیچے بھی نمازیں ادا کی ہیں — اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا! —

مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۹ — ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۶

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: —

”مَا غَبَرْتُ قَدَّمَا عَبَدِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ“

کہ جن پیروں کو بھی جہاد کے راہ کی گرد لگ گئی ان پیروں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا تو علیحدہ بات ہے حضور علیہ السلام نے تو یہاں تک فرما دیا۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۶ ہشکوة شریف ص ۳۳۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَكْمُ النَّارَ حَبْلٌ بَكِّي مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ حَتَّى يَعُوذَ اللَّبَنُ

فِي الصَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلَى عَبْدِ عِبَارٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ

کہ جس طرح دو ہا دو دھوا پس تھنوں میں جانا محال ہے، اس طرح اللہ

کے خوف سے رونے والے پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور جہاد کے

راستے کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں ایک جسم پر اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

روایت میں ہے کہ ایک جنازہ حضور علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور جب حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے تو غلاموں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی، تو حضور علیہ السلام

نے غلاموں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو اس مرنے والے کی کسی ایک نیکی کی شہادت

دے۔ تو ایک صحابی نے عرض کی!

کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔ لیکن

اتنا پتہ ہے کہ ایک جنگ میں اس نے میرے ساتھ مل کر شکرِ اسلام کا پہرہ دیا تھا!

بس پھر کیا تھا۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا

اور بعد میں میت کو مخاطب کر کے فرمایا!

کہ مبارک ہو! اسی لئے کہ مدینہ منورہ کے تمام لوگ تجھے جہنمی کہتے ہیں مگر میں

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں!۔

یہ یاد رہے کہ حضور انور علیہ السلام نے غلاموں سے اس کی نیکی کے متعلق اس

لئے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کو علم نہیں تھا۔ بلکہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اسی لئے

پوچھا تا کہ قیامت تک کے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تبلیغ ہو جائے اور ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جہاد اسلام میں کسی طور پر بھی حصہ لینے والے کی کیا شان ہے۔

اور پھر تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۷

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

عَيْنَاكَ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ

وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْمُسُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔

کہ ” دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ

جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں

بیدار رہی یعنی جس آنکھ نے اسلامی لشکر کا پہرہ دیا۔ “

ایک آیت میں فرمایا گیا ہے کہ

” اللہ جہاد کرنے والے مسلمانوں سے محبت کرتا ہے۔ “

اور کسی اپنا بنا لینا کوئی معمولی بات نہیں جبکہ خود خداوند کریم کسی کو اپنا دوست

بنائے اور اس سے محبت کرے، یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے۔ اسلئے دنیا کا ہر

مسلمان نماز و روزہ۔ حج و زکوٰۃ اور دوسرے فرائض کی ادائیگی اسی لئے کرتا ہے اور

ساری ساری رات مہلتے پر اسلئے گزار دیتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و محبوب

ہو جائے۔

لیکن تمام زندگی کی عبادت و ریاضت اور مراقبہ و مجاہدہ کرنے کے باوجود

بھی کسی کو بارگاہ الہی میں مقبول و محبوب ہونے کا دعویٰ نہیں ہوتا۔ مگر جہاد کرنے والے

کی شان دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے خود اس کی دوستی اور محبت کا اعلان کرتا ہے۔

اگر خدا تعالیٰ اپنے ولیوں - غوثوں اور قطبوں سے ان کی عبادت و ریاضت
 کی وجہ سے مجتہد کرتا ہے۔ تو اللہ کی راہ میں تلوار اٹھانے والے مسلمان سے بھی اس
 کے جذبے کی قدر کرتے ہوئے الفت رکھتا ہے کیونکہ دنیا میں انسان سب سے
 زیادہ پیارا اپنی جان یا زندگی سے کرتا ہے لیکن جس وقت اس کی اپنی جان کو خطرہ
 پیدا ہو جائے تو پھر زندگی یا جان کو بچانے کے مال و دولت، گھر بار اور آل اولاد
 کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ چاہتا ہے کہ سب کچھ اس سے لے کر صرف اس کی جان بچ
 جائے۔

مگر ایک مرد مسلمان، مرد مجاہد اپنی اس متاع عزیز کو، نفسی خوشی خدا تعالیٰ
 کے حکم پر بچھا اور کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ تو پھر کیوں نہ اللہ اپنے ایسے مجاہدوں
 سے پیار کرے۔ اور جب خدا کسی بندے سے مجتہد کرتا ہے تو آسمان کے تمام فرشتے
 اور مخلوق آسمانی اس کو اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور پھر ساری کائنات میں اس کی محبت
 کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قیامت تک شہیدوں کا نام زندہ رہے گا۔



مجاہدین کیساتھ خدا کے وعدے

کی محبت کروں گا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چینز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
اقبال

اسلام کے ابتدائی دور میں کفار و مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ادھر تبلیغ اسلام کا کام بڑے زور و شور سے جاری ہو چکا تھا اور اسی سلسلے میں شاہانِ روم و شام اور فرمانروانِ بصرہ و ایران کی طرف اسلام کے دعوتی خطوط بھیجے جا چکے تھے اور لوگ اسلام کی صداقت، دین الہی کی حقانیت اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کمالات و معجزات اور آپ کے خلقِ عظیم کو دیکھ کر فوج در فوج حلقہ بگوشِ اسلام ہو رہے تھے۔

لیکن اسلام کی بڑھتی ہوئی رونق اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی کثرت و سطوت دین اسلام اور شانِ نبوت کے ازلی دشمن برداشت نہ کر سکے اور اسلام کے نام و نشان مٹانے اور مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے منصوبے بنانے لگے اور تمام مخالفین اسلام و نبوت سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔

ابتداء میں کفر و باطل کی کثرت اور ان کے سامانِ حرب و ضرب کی فراوانی سے بیچارے مسلمان خائف تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے دینِ متین کی حفاظت، اسلام کی بقا اور ناموسِ رسالت کی نگہبانی کے اسباب و آثار پیدا کرنے شروع کر دیئے۔

اور مٹھی اسلام کے شیدائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے ہی عجیب قسم کے وعدے کر کے ان کی جرات و ہمت، جوش و دلولہ، جذبہ جہاد کو اپنے پیغامات کے ذریعہ ابھارنا شروع کر دیا تاکہ مسلمانوں کے دلوں دشمن کی کثرت تعداد اور ان کی حربی قوت کا ڈر دور ہو کر ان میں دشمن کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کا حوصلہ پیدا ہو جائے۔

چنانچہ فرمایا گیا: —————

پارہ ۱۰ سورة انفال آیت ۶۵ —
 اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتًا سَابِقَةً
 اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
 بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ————— کہ

” اے ایمان والو کفار و مشرکین کی فوج کی کثرت اور ان کے سامان جنگ کی فراوانی دیکھ کر گھبرانہ جانا، اگر تم ثابت قدم اور صبر و استقلال کے ساتھ بیس بھی ہو گئے تو میدان جنگ میں تم دو سو کافروں پر غالب ہو گئے اور اگر تم ایک سو بھی ہو گئے تو ایک ہزار کافروں کے لئے کافی ہو گئے اور یہ اس لئے کہ یہ کافر کوئی مجھ بوجھ نہیں رکھتے۔“

اور پھر فرمایا: — پارہ ۲ — سورة البقرہ آیت ۲۴۹
 كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ —
 ” کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی جماعت بھاری جماعت پر غالب آجاتی ہے۔“

یہ وعدے دراصل اسلام کی فتح و نصرت کی بشارت تھی، جن سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی ابھرائی اور پھر انہوں نے اسلام کی عظمت، دین حق کی سربلندی اور آبرو کے نبوت کی حفاظت اور حق و صداقت اور نیکی و شرافت کی پاسبانی کے لئے زندگی اور موت سے بے نیاز ہو کر میدان کارزار میں گھوڑے دوڑا دیئے اور پھر میدان بدر و

جین اور عزوہ خندق و تبوک سے لے کر روم و شام - عراق و ایران اور سندھ کے ریگستانوں تک اسلام و کفر کے کئی معرکے ہوئے — توحید و شرک کی کئی لڑائیاں ہوئیں اور حق و باطل کی دونوں تلواریں کئی بار آپس میں ٹکرائیں —

لیکن اللہ کے سپاہی - نبی کے غلام اور اسلام کے غازی جس طرف بھی گئے فتح و نصرت کے پھر ریے بہرتے ہوئے کامیاب و کامران رہے اور ہر مقام پر فتح و کامرانی نے ان کے قدموں کو چومایا!

اور پھر ان سرفروش غازیوں اور اسلام کے مجاہدوں نے کبھی روم و شام کے آہنی قلعوں پر اسلام کا پرچم لہرایا تو کبھی عراق و ایران اور مصر و یونان کے شاہی محلات میں توحید کا پیغام سنایا — نہ بلند و بالا پہاڑ ان کا راستہ روک سکے اور نہ ہی دریاؤں کے طوفان ان کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکے —

اور آہستہ آہستہ اس خطہ ارضی پر اسلام کی سنہری کرنیں بھونٹتی رہیں، جن سے اللہ کی یہ زمین امن و سلامتی کا گہوارہ — نیکی و شرافت کا مسکن — عدل و انصاف کی آغوش اور حق و صداقت کا دامن بن گئی —

اور جن کی بدولت آج بھی خاکِ حجاز سے لیکر انڈس کے ساحل تک اور روم و شام کے کلیساؤں سے لے کر افریقہ کے پتے ہوئے صحراؤں تک اور مصر و عراق کی دیواروں سے لیکر سندھ کے ریگستانوں تک اللہ کی توحید کے پرستار شمع رسالت کے پروانے اور اسلام کے سرفروش سپاہی نظر آتے ہیں —

اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق، پہاڑوں کی ہر چوٹی، دریاؤں اور سمندوں کی ایک ایک موج اور ریگزاروں کا ایک ایک ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ اللہ کے شیر، اسلام کے غازی اور توحید و رسالت کے پیاسبان جب بھی کبھی حق و صداقت

کا پرچم لے کر اسلام کی عظمت اور دینِ حق کی حفاظت کے لئے سرکبف اور کفنِ بدوش ہو کر میدانِ کارزار میں نکلتے تھے۔ تو ان کے تکبیر کے نعروں سے کفر و باطل کی دیواریں لرز جیا کرتی تھیں۔

اور زمانے کے بڑے بڑے شاہ زور اور سورمے اسلام کے مجاہدوں کے رعب و جلال کو دیکھ کر تھرا اٹھتے تھے۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنے بہادر مجاہدوں اور اسلام کے جانباز غازیوں سے وہ وعدے جو آج سے چودہ سو سال پہلے کئے تھے۔ پاکستان اور بھارت کے اسلام و کفر کے موجودہ معرکے اور حق و باطل کی اس جنگ میں بھی پورے کر دکھائے ہیں۔ درنہ کہاں ہندوستان کی فوجی کثرت اور سامانِ حرب و ضرب کی فراوانی اور کہاں پاکستان کے مٹھی بھر سپاہی اور جنگ کے ہتھیاروں کی کمی۔ آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:-
بَانْتِهِمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ -

کہ یہ کافر لوگ کوئی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔

اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ہندوستان کے جنونی و جنگی نازخاؤں مسٹر شاستری۔ چوان اور جنرل چوہدری کو ذرا سمجھ بوجھ ہوتی تو اسلام کے شیروں۔ اور پاکستان کے بہادر جاں بازوں کے ساتھ ہرگز ٹکرنہ لیتے۔

ہندوستان کے ہنومانوں، بھارت کے راؤنوں اور رام راج کے راکھشٹوں نے اپنی فوج کی کثرت۔ غیر ملکی سامانِ حرب کی فراوانی امریکہ کے دیئے ہوئے ٹینکوں۔ برطانیہ کی دی ہوئی توپوں اور روس اور برطانیہ کے دیئے ہوئے بمبار طیاروں پر فخر دنا کرتے ہوئے پاکستان کو بہتر گھنٹوں میں فتح کر لینے کے ناپاک ارادے سے چوروں اور اچکوں کی طرح اپنی پرانی روایات کے مطابق چانکیائی فطرت و جبلت سے کام لیتے ہوئے عجاری و مکاری سے جب پاکستان پر حملہ کیا تو ان کے دماغ سے شاید اس وقت یہ بات نکل

چکی تھی کہ انہوں نے پاکستان پر جنگ مسلط کر کے اس قوم کی غیرت کو لٹکا رہا ہے جس کی شان یہ ہے کہ

ص — دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
اور — شان آنکھوں میں نہ جھپتی تھی، جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

بھارتی سامراج کے لیٹروں نے اپنی پوری قوت و طاقت کے ساتھ پاکستان کے مقدس سرزمین پر جس طرح اچانک و خفیانہ حملہ کیا اور ہماری بڑی، بحری اور فضائی فوج کے جانباز سپاہیوں - ملک و ملت کے غیرت مند رکھوالوں - اسلام کے شیر دل مجاہدوں اور پاکستان کے جانفروش غازیوں نے جس ہمت و جوا مزدی و ثابت قدمی اور جس اثبات و قربانی کے لازوال جذبے کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے بھارت کے جنگی جنونیوں کو ہر محاذ پر چاروں شانے چیت کر کے ذلت آمیز شکست دے دی —

اور اس طرح اپنے وطن کی مقدس سرزمین اور اپنی آزادی کی حفاظت کی ہے اور اسلام کی لاج رکھ لی - دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی —

اسلام کو اگر خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری - ابو عبیدہؓ بن جراح کی جرّاری - طارق ابن زیادؓ کی جرأت، محمد بن قاسمؓ کی شجاعت اور محمود غزنویؓ کی بت شکنی پر ناز ہے —

تو پاکستان کی میدانی فوج کے میجر عزیز بھٹی کی جانشاری - بریگیڈیئر شامی کی سرفروشی کرنل عبدالرحمن کی قربانی - میجر تندر حسین کیانی کی شجاعت - حوالدار محمد انور کی ثابت قدمی —

اور فضائیہ کے فلائیٹ لیفٹیننٹ محمد یونس کی جانشاری، سکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم کی فضائیہ کی ریکارڈ آفریں جرأت و شجاعت کا معرکہ رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات میں

رہن و تابندہ ہو چکا ہے۔

بحری بڑے کے کپتان ایڈمرل اے آر خاں کی ہمت و جواں مردی پر بھی ہیں
فخر ہے جن کی قیادت میں بھارت کی بحری قوت کو اپنے ساحلوں اور سمندروں میں ہی
پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بلکہ آگے بڑھ کر بھارت کا سب سے بڑا بحری ریڈار سٹیشن
دو آرکانیست و نابود کر کے رکھ دیا۔

ہمیں اپنے ان شیردل غازیوں پر بلاشبہ فخر ہے جو اپنے دلوں میں خالد بن
ولیدؓ کا جذبہ جہاد، اپنے سینوں میں طارق ابن زیادؓ کی غیرت ایمانی، اپنے بازوؤں میں
محمد بن قاسمؓ کی قوت اور اپنے ہاتھوں میں محمود غزنویؒ کی تلوار لیکر دشمن پر نہ بھڑے ہوئے
شیروں کی طرح ٹوٹ پڑے اور پھر دشمن پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ بھارتی سامراج کو
راہ بھائی نہ دی۔ اور جنہوں نے توپوں کی آگ اگلتی ہوئی بیروں کو اپنے سینوں
سے خاموش کر کے رکھ دیا۔ جنگی جنونیوں کے ٹینکوں کے پہاڑوں سے ٹکرا کر بھارتی جنگی
ناخداؤں کو تباہ دیا کہ ہم اللہ کے سپاہی ہیں، محمدؐ کے غلام، علیؑ کے خادم اور پاکستان
کی عزت و آبرو کے محافظ، اپنی جانیں تو قربان کر سکتے ہیں، لیکن اپنے وطن پاک
کی سرزمین پر دشمن کے ناپاک قدم نہیں برداشت کر سکتے۔ بھارت کے جنگی سوراہوں
کو اپنی فوج کی کثرت اور غیر ملکی سامان جنگ کی فراوانی پر ناز تھا لیکن ان کو یہ معلوم نہیں
تھا کہ وہ مسلمانوں سے لڑنے جا رہے ہیں جو توپوں۔ ٹینکوں اور طیاروں کے محتاج نہیں،

ایسے کہے۔۔۔ کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔

ہندوستان کے نیتاؤں اور بھارتی مہاتماؤں اور رام راج کے جنگی پاکوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے تھا کہ فوج کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی پر فتح و کامیابی کا دار و مدار نہیں ہوتا!

بلکہ فتح و نصرت کا دار و مدار میدان جنگ میں لڑنے والوں کی جرات و دلیری بہادری، شجاعت، حوصلے، ثابت قدمی اور قربانی و سرفروشی کے لازوال جذبوں پر ہوتا ہے۔ اور ان جذبوں کو قوتِ ایمانی اور عقیدے کی سختگی سے ہمیںز کیا جاتا ہے۔ جسے اللہ کے فضل و کرم سے ہماری مسلح افواج کے جانباز جوانوں اور شیر دل سپاہیوں نے ہر محاذ پر ثابت کر دکھایا ہے کہ:

— ہو حلقہٴ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
 رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
 لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر کے شام کو ریڈیو پاکستان لاہور سے تقریر کرنے کے خیالی پروگرام بنانے والے بھارت کے چار وزیر مسٹر چوان کو پتہ نہیں تھا کہ وہ اُس لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کرے کے ارادے سے جا رہا ہے،

- — جہاں حکیم الامت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی تربیت ہے۔
- — اور پیر داتا گنج بخش علی عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پاک ہے۔
- — اور یہ کہ وہ ان زندہ دلان لاہور کو اپنی وحشت و بربریت کا نشانہ بنانے جا رہے ہیں۔ جن کی جرات۔ حوصلے اور زندہ دلی کا یہ عالم ہے کہ وہ بھارتی بمبارٹیروں اور پاکستانی شہبازوں کی جنگی کارروائیوں کو اپنے اپنے مکانوں کی کھلی چھتوں پر چڑھ کر دیکھتے ہیں۔

لندن پر جرمن بمباروں کا حملہ ہو تو وہاں کے عوام مکان تو کیا مورچوں کے اندر۔

برلن پر ہوائی حملہ ہو تو لوگ خندقوں میں سٹالین گراڈ پر بم برسیں تو لوگ مورچوں میں۔
پٹھانکوٹ، ہلوڑہ، آدھم پور اور انبالہ پر اسلام کے شاہینوں اور شہبازوں کی
پرواز ہو تو امرتسر سے لیکر دہلی اور بمبئی تک کے مہاشے رام ارام کرتے ہوئے تہہ خانوں

میں!

لیکن لاہور پر بھارت کا حملہ تو مسلمان مکانوں کی چھتوں پر۔ مہلا ایسے
حوصلہ مند لوگوں کو کون فتح کر سکتا ہے۔ زن کچھ کے معرکہ میں ذلت آمیز شکست کے
بعد بھارت کے مہاشے وزیر اعظم پنڈت لال بہادر شاستری نے بھارتی جنتا کی مالوسی
و گجھراہٹ کو سہارا دینے کیلئے اعلان کیا تھا کہ اب میں پاکستان کے ساتھ جنگ کرنے
کے لئے اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا۔ اور آخر انہوں نے سب سے پہلے لاہور کو منتخب کیا۔
صدر پاکستان فیڈرل مارشل محمد ایوب خاں نے لندن کے اخبار نویسوں سے گفتگو کرتے
ہوئے کہا تھا کہ زن کچھ کی جنگ میں بھارتی فوج کا ایک پورا ڈویژن پاکستان کی افواج کی
گرفت میں تھا لیکن میں نے اپنی فوج کو اس پر مہلک وار کرنے سے روک دیا تھا تاکہ
جانی نقصان نہ کیا جائے۔

اگر اس وقت ہی ضرب کاری لگا کر بھارتی سینا کے ان سپرولٹیوں کے سر کچل دیئے
جاتے تو آج وہ اثر دہا بن کر اپنے منہ کی زہریلی آگ سے لاہور کو جلانے اور سیالکوٹ
کو تباہ کرنے کی کبھی ہمت نہ کر سکتا۔ بلکہ قیامت تک پاکستان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ
کرتے۔

اور پھر شاستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے فوج

کے علاوہ میں پورے ملک میں پچاس لاکھ رضا کار بھی تیار کروں گا۔

تو میں نے کہا! شاستری صاحب یہ تو ۵ لاکھ ہیں اگر ۵ کروڑ بھی ہوں تو ہمیں کوئی فائدہ نہیں!

کیونکہ ہم خدا کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ نہ ہم ظلم و دغا کرتے ہیں اور نہ ہی برداشت کر سکتے ہیں۔ اور پھر میری یہ بات ایک روشن حقیقت بن گئی۔

پچنانچہ روزنامہ نوائے وقت کی ایک خبر میں لکھا تھا کہ دیوا کے محاذ پر بھارتی فوج کا ایک دستہ پوری طرح مسلح ہو کر آزاد کشمیر کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے آ رہا تھا کہ ہمارے چند سپاہیوں نے ان کا راستہ روکا اور پورے زور سے یا علی کا نعرہ لگایا۔

بس پھر کیا تھا۔

یہ حق کی آوازاں ہندو سپاہیوں پر ایک آسمانی بجلی کا کڑکا بن کر گری جس کی تاب نہ لاتے ہوئے بھارتی سینا کے یہ بزدل سپاہی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ان میں سے ایک سپاہی رام کرشن نامی تو نعرہ سن کر وہیں گر پڑا اور مر گیا۔

اور جب پھر سٹراستری نے یہ اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا مقابلہ کرنے کے لئے اب میں اپنی پسند کا محاذ تلاش کروں گا۔

تو میں نے پھر کہا تھا کہ سٹراستری صاحب! آپ تو رن کچھ نہ سمجھا سکتے، آپ یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔

اور بالآخر! میرا یہ کہنا بھی ایک زندہ جاوید افسانہ بن گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ بھارتی گیدڑ پاکستان کے شیروں کی گرج کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ میں اس کٹ کٹ کر گرتے رہے جس طرح موسم خزاں میں مرھائے ہوئے پتے!

اسی لئے کہ بھارت کے ہاشموں کو یہ علم نہیں تھا کہ دوکانوں پر بیٹھ کر ڈنڈی مارنا اور بات ہے اور میدان جنگ میں لڑنا اور چیز۔ بہتے لوگوں پر گولیاں برسانا اور چیز ہے اور کسی آئیڈل قوم سے جنگ کرنا اور شے۔

قائدینِ کرام!

آپ کو یاد ہوگا کہ ”رن کچھ“ کے محاذ پر بھارتی فوج کے ساتھ مردانگی اور بہادری سے لڑنے والا فوجی کمانڈر لائل پور شہر کا ہی رہنے والا تھا جو کہ آج بھی اپنے علاقہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ملکی سیاست میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے اور عوام سے آج بھی ”ہیسرو آف دی رن کچھ“ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس کا نام ہے۔ ریٹائرڈ میجر راجہ نادر پرویز



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

جب کبھی اٹھتا ہے مومن ہاتھ میں تلوار لے کر
مدد کو آجاتے ہیں پھر جب اسلے اسرافیلؑ

میدانِ جہاد میں فرشتوں کی فوج

پارہ ۹ - سورۃ انفال - آیت ۹ - ۱۰ - ۱۱

اِذْ لَسْتَغِيثُونَ رَبِّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِي مُمِدَّكُمْ بِالْفِ
مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرَدِّفِيْنَ —————

اے ایمان والو! اس وقت کو یاد کرو جب تم نے اپنے رب سے پانی

کے لئے فریاد کی تو اس نے تمہاری فریاد کو قبول کرتے ہوئے پانی کے ساتھ

تمہاری مدد کیلئے آسمانوں سے ایک ہزار فرشتوں کی مسلح فوج بھیج دی۔“

فرشتوں کا یہ نورانی لشکر مسلمانوں کی امداد و نصرت کے لئے اس وقت بھیجا گیا

جب کہ شہنشاہ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین سو تیرہ مجاہدوں - دین

کے غازیوں اور حق کے پرستاروں کی ایک مٹھی بھر روحانی جماعت لیکر کفر و الحاد، ضلالت

مگراہی اور باطل پرستی کو مٹانے کے لئے کفار مکہ کی پوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے

کے لئے خود امیر لشکر بن کر میدانِ بدر میں جلوہ افروز ہوئے۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم اور سوکھی ہوئی کھجوریں کھا کر روزہ

رکھنے والے یہ غازیان اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان اور ہاتھوں میں ٹوٹی تلواریں

تھیں۔ آج ساری دنیا کی تقدیر بنانے جا رہے تھے، اگرچہ ان کے پاس سامانِ جنگ نہیں تھا۔

نہ گھوڑے تھے۔ اور نہ ہی تلواریں۔

مگر پھر بھی

یہ شکر ساری دنیا سے انوکھا تھا، نہ لالا تھا

کہ اس شکر کا افسر ایک کالی کسلی والا تھا

یہ دلچ پوشوں کا روحانی ٹولہ — یہ صبر کوششوں کی مقدس جماعت اور یہ
فاقہ مستوں کا پیارہ گروہ — گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنائی کمائیں — ٹوٹے ہوئے نیزے
اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سر بکف اور کفن بدوش ہو کر تاجدارِ عرب و عجم کی
قیادت میں میدانِ بدر میں آیا — تو

ان کا مقصد جاہ و شہمت — دولت و ثروت اور ہوسِ ملک گیری نہ تھا
بلکہ — حق پرستوں کی جماعتِ اسلام کی عظمت و بقاء — دین کی حفاظت — مذہب
کی رکھوالی — ناموسِ رسالت کی پاسبانی اور قرآنِ پاک کی نشر و اشاعت کے لئے کفارِ کفر
کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے رنگستان میں آئی تھی —

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں نیلے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے
اور بھائی کو بھائی سے لڑنا ہوا دنیا کی آنکھوں نے پہلی بار دیکھا —
اور یہ وہی جنگ ہے کہ جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں — ایک ہی
قبیلے کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹولے آپس میں دست و گریباں ہوئے۔
ایک کفر و شرک — ضلالت و گمراہی اور وحشت و ظلمت کے درمیان غرق تھا
اور دوسرا — توحید و رسالت — رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کے محافظ
ایک — اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا — اور دوسرا بچانے کے لئے
ایک ناموسِ رسالت پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس پر مر مٹنے کے لئے — ایک طرف عقبہ
امیہ تھے اور دوسری طرف صدیق اکبرؓ اور عمر فاروقؓ تھے — ایک طرف ابو جہل اور ولید
تھے اور دوسری طرف عثمانؓ اور علیؓ تھے —

برادری ایک تھی۔ قبیلہ ایک تھا اور خاندان بھی ایک۔ لیکن بھائی

کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تلوار بیٹے سے اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ فتح و نصرت کی دعا کے لئے اٹھ گئے۔ اور آپ نے دعا فرمائی:۔

مسلم شریف جلد دوم ص ۹۳

عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهَذَا الْفَتْ

”حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنگ بدر کے دن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔“

پھر کئی والے آقا نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا فرمائی۔
اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَمْلِكُ هَذِهِ الْعُصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تَعْبُدُ
فِي الْأَرْضِ -

کہ اے میرے پروردگار یہ تین سوتیرہ جاں نثاروں کی جماعت لیکر میدان میں آگیا ہوں، آج اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک ہو گئے تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔“

اگر کفار نے ان کو یہاں پر ختم کر ڈالا

تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

اور پھر تاجدار کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم بذاتِ خود میدانِ جنگ میں تشریف لائے

بقولِ حفیظ جالندھری:۔

۷ — مگر جب مکئی والا آگیا اٹھ کر مصلے سے
 خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہتے سے
 صدائے نعرہ تکبیر سے تھرا اٹھی وادی
 کہ امت کے ضیعفوں کی مدد کو آگیا ہادی

اور پھر تلواریں چمکیں اور ٹکرائیں۔ فولاد کے ٹکرانے سے چنگاریاں اڑیں، نیزے
 ابھرے اور چلے۔ تیرکمانوں سے نکلے اور برسے۔ میدانِ کارزار گرم ہوا۔ کافروں کو
 اپنے سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے خدا اور ایمان پر۔ مشرکین زہر آلود تیروں
 اور فولادی تلواروں پر نازاں تھے، اور مسلمانوں کو سے

نہ تیرو تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر نہ بھالے پر

سہارا تھا تو اک سادہ سی کالی کسلی بس

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں تشریف لائے جنگ کا نقشہ
 بدل گیا۔ ادھر مصطفیٰ نے دعا کی، ادھر خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج کو حکم دیا کہ جاؤ
 میری اس پاکباز جماعت کی مدد کرو۔ حضور علیہ السلام نے ایک مٹھی ریت دشمنوں کی
 طرف ماری

بس پھر کیا تھا، فتح و نصرت نے مسلمانوں کے قدم چوم لئے اور پھر خدا تعالیٰ

نے اپنی نصرت کا اعلان بھی فرما دیا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ۔

کہ جنگِ بدر میں اللہ نے تمہاری مدد کی حالانکہ تم بے مقدر تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کی پسائی کے بعد کفار و مشرکین مکہ اپنی اس شکست
 کا بدلہ مسلمانوں سے لینا چاہتے تھے اور شب و روز اس کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

کہ ایک دن شیطان شیخ نجدی کی شکل و صورت میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک اور بہادر سپہان ہوں اور میں بھی مسلمانوں کا بڑا دشمن ہوں۔ اور میں نے جنگوں میں کئی معرکے سر کئے ہیں۔ اس لیے

فَلَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ -

”اور میری موجودگی میں آج کے دن تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا۔“
اور آخر وہ وقت بھی آگیا جبکہ بدر کے میدان میں اسلام و کفر اور حق و باطل آپس میں ٹکرائے۔ تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی بھربھار سے بدر کی وادی تھرا اٹھی اور پھر قرآن پاک کہتا ہے: —

فَلَمَّا سَرَآتِ الْفِتْنَةُ نَكَبَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بِبَرِّي
مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ -

کہ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوئے تو شیطان اُلٹے پاؤں پیچھے کو بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔ اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ شکر دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتا۔“
وہ شکر آسمانی فرشتوں کا تھا جس میں حضرت جبریلؑ و میکائیلؑ بھی شامل تھے۔ بعینہ یہی واقعہ بھارتی سامراج کے جنگی گناہوں کو پیش آیا۔ پھمب جوڑیاں فتح کر لینے کے بعد جب پاکستان کی بہادر فوج اور شکر اسلام کے جانباز سپاہی اکھنورا اور جموں پر گولے برسانے لگے تو ہندوستان کے سب سے مددگار امریکہ نے مسٹر ٹاسٹری کے کان میں پھونکا کہ کشمیر تو تمہارے ہاتھ سے جا رہا ہے اور اس کو بچانے کی اب ایک ہی صورت ہے کہ پاکستان کی فوجی قوت کو کئی محاذوں پر تقسیم کر دیا جائے اور فکر نہ کرو پاکستان ایک چھوٹا سا ملک ہے اور اس کے پاس سامان جنگ بھی بہت کم ہے اور اسکی فوج

بھی تھوڑی ہے۔ اور اس کو ہم بھی ہر چیز دینا بند کر چکے ہیں۔ ہم بھی پاکستان، اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اور تمہارے پاس ہمارے دیئے ٹینکوں، توپوں، بمبار طیاروں اور دوسرے گولہ بارود کی فراوانی ہے اور تمہاری فوج بھی پاکستان کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے اور پھر ہم اور بھی بہت سا سامان جنگ دیں گے۔

اسی لئے اٹھو! ہمت کرو اور پاکستان پر حملہ کر کے اسے چند گھنٹوں میں ختم کر دو۔ اور پھر یہ کافر بھارت، امریکہ کی اس خیر خواہی کے جال میں ایسے پھنسے، جیسے کہ شیطان کجال میں کفار تک پھنس گئے تھے۔

اور پھر بھارت کے جنگی سوراؤں نے رات کے اندھیرے میں چوروں، ڈاکوؤں اور لیٹروں کی طرح امریکہ کی شہہ پر پاکستان کی سرزمین اچانک حملہ کر دیا۔ اور پھر جب ہماری بری، بحری اور فضائی افواج کے جوان اور شیر دل مجاہدین نے ہر محاذ پر بھارت کی ٹڈی دل سینا کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا اور منہ پر ایسے طمانچے رسید کئے تو یہ لالے اور مہاشے رام رام کی دہائی دینے لگے۔ اور جب بھارت کے سوراہروں کی امریکہ اور برطانیہ کے ٹینک۔ توپوں اور بمبار طیارے بھی کوئی تحفظ اور مدد نہ کر سکے تو پھر بھارت ماتا کے بجاہیوں نے جنگ بند کرانے کے لئے امریکہ سے فریاد کی اور آخر انہوں نے اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری اوتھان کو فوراً پاکستان بھیجا کہ جنگ بندی کی کوئی صورت نکل آئے۔

تاکہ۔ امریکہ کے پٹھو اور گداگر بھارت کے حکمران، صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے آہنی شکنجے سے بچ جائیں۔ اور آخر کار عین اس وقت فائرنڈی کرادی گئی جبکہ اسلام کی تیغ برائے سے بھارتی سامراج کی شہ رگ کٹنے ہی والی تھی۔

اور اس کے برخلاف اگر ہندوستان اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو جاتا اور خدا نخواستہ اگر بھارتی فوجیں لاہور یا سیالکوٹ پر قبضہ کر لیتیں تو ایسی صورت میں نہ سلامتی کونسل کا کوئی اجلاس ہوتا اور نہ ہی مسٹر اوتھان یہاں آتے اور نہ ہی فائر بندی ہوتی!

جس طرح مکہ کے کافر شیخ شیطان کے بہکانے پر اپنی قوت و طاقت کے بھروسے پر مدینہ منورہ کے مسلمانوں پر چڑھ آئے تھے۔ اسی طرح ہندوستان کے برہمن کافر بھی امریکہ کی شہ پر اور اس کے دیئے ہوئے سامان جنگ کے بل بوتے پر پاکستان کے مسلمانوں سے جنگ کرنے اپنے گھروں سے تو نکل آئے لیکن پہلی ہی بھڑپ میں جب پاکستانی مسلمانوں نے اپنی ضربوں سے ان کے ٹینکوں کے پھوسٹے اڑانے شروع کر دیئے اور مجاہدین اسلام کے بھرنور وار سے ان کے سروں کی بودیاں اکھڑنے لگیں!

اور جب پاکستان کے بہادر غازیوں کے نعرہ ہائے تکبیر سے ان کے گلوں پڑے ہوئے جنووو، ٹوٹ کر گرنے لگے، تو پھر وہ میدان جنگ میں اپنا دھتیاں پاجامے۔ شیشے اور حتیٰ کہ اپنے پتھروں کے دیوتاؤں تک کو بھی چھوڑ کر، ہری رام، ہری رام کرتے ہوئے بھاگے۔

تو اس وقت ان کو معلوم ہوا کہ مندروں میں بیٹھکر سراسر ادھکی پوریاں اور حلوہ کھانا تو بہت آسان ہے لیکن پاکستان کے شیر دل مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنی بہت مشکل ہے۔

غزوة حنین میں نصرت الہی کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا ہے۔
لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَسْرَقُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ فَصَرَفَ اللَّهُ مَوْجِدَهُمْ خَلْفَهُمْ فَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَانَ وَلِيَقِمْ فَتَىٰ آلِ يَسْرِينَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَسْرَقُوا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ فَصَرَفَ اللَّهُ مَوْجِدَهُمْ خَلْفَهُمْ فَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَانَ وَلِيَقِمْ فَتَىٰ آلِ يَسْرِينَ

عَجَبْتُمْ كَثْرَتَكُمْ فَلَمْ تَعْنِ عَنْكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ
الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ -

پارہ - ۱۰ - سورۃ توبہ - آیت ۲۵

ترجمہ :- اے ایمان والو! کئی میدانوں میں اللہ نے تمہاری مدد کی ہے۔

اور جنگِ حنین کے دن بھی۔ جبکہ تم اپنی کثرت پر اترائے، لیکن وہ
کثرت تمہارے کسی کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، اپنی فراخی
کے ساتھ اور تم پیٹھ دے کر رہے۔“

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ
جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا - (پ ۱۰ سورۃ توبہ - آیت ۲۶)

”پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول اور ایمان والوں پر تسلی اتاری

اور فرشتوں کی فوجیں بھی اتاریں جو تم نہیں دیکھتے تھے اور اس طرح ہم
کفار کو عذاب دیا۔“

جہادِ اسلام کے میدان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجوں کا آنا
صرف بدر و حنین کی جنگوں اور خندق و تبوک کے غزوات تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قیامت
تک جب بھی کفرِ اسلام کے مقابلے اور باطلِ حق کے مقابلے میں آتا رہے گا اور جب تک
یہ دونوں قوتیں آپس میں دست و گریبان ہوتی رہیں گی۔

نہرتِ الہی اور فرشتوں کی فوجیں مسلمانوں کی مدد کے لئے آتی رہیں گی۔ چنانچہ
بدر و حنین سے لیکر روم و شام تک اور پھر مصر و عراق سے لے کر اندلس و ایران تک
اور پھر سندھ کے ریگستانوں سے لے کر دہلی کے لال قلعے تک تاریخ کا ایک ایک
ورق اس کا گواہ ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ نہ قیصر و کسریٰ

کے شہنشاہ کر سکے اور نہ ہی مصر و عراق کے والی
مسلمانوں کی خدائی یلغار کو نہ ہی ہسپانیہ کے اڈرک شیردل کہلوانے والے
سورمے روک سکے اور نہ ہی ایران کے رستم۔

اور پھر محمود غزنوی کی تیغ برآں کو بھارت کے راجے سب متحد ہو کر روک سکے
اور نہ ہی مغل بابر کی تلوار کو ہندوستان کے رانے اور نہ ہی محمد بن قاسم کے حملہ کو
سندھ کے راجے داہر روک پائے۔ اور نہ ہی شہاب الدین غوری کی شمشیر ابدار کا بدلہ
کوئی پرتھوی راج ہی کر سکا۔ اور

آج بھی چھب۔ جوڑیاں۔ لاہور اور سیالکوٹ کے محاذوں سے لیکر سندھ
کے راجستھانوں تک میدان جنگ کی خاک کا ایک ایک ذرہ اور مسلمان غازیوں کے
خون کا ایک ایک قطرہ اس بات کا گواہ ہے کہ مسلمانوں کی امداد کے لئے ہر میدان
فرشتوں کی فوجیں آئیں،

اور امت کے غمخوار اور اپنے غلاموں کے مددگار شہنشاہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم
اور شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اولیاء کرام کی مدد بھی شامل حال رہی۔
ورنہ کہاں ہندوستان کی فوجی کثرت اور سامان حرب و ضرب کی فراوانی کے
علاوہ دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ کی ہلاشیری اور ٹھوس مادی اور سیاسی امداد اور
کہاں پاکستان کے منٹھی بھر مجاہدین اور مختصر سامان جنگ۔
اور پھر فرشتوں کی ایک ہزار فوج پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ فرمایا:

پارہ ۳۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۲۵۔
أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ

اور

هَذَا يُمَدِّدُكُمْ رَبِّكُمْ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
مُسَوِّمِينَ -

کہ پھر ہم نے تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج
سے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کی — اور
پھر فرشتوں کی فوج پر ہی بس نہیں کی —

بلکہ فرمایا: —

”إِنِّي مَعَكُمْ - کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں!“

بھلا — ہندوستان کے کافر جنگی جنونیوں سے کوئی پوچھے تو سہی!
کہ میدان جنگ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھی آجائیں اور
خدا تعالیٰ خود بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو تو پھر تم! —
کیسے پاکستان کے مسلمانوں پر فتح پاسکتے ہو؟ —



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

امتحان

آگ سے اولاد ابراہیم علیہ السلام سے نرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحان مقصود ہے



پارہ ۲ - سورۃ البقرہ - آیت ۱۵۹

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ -

”اے ایمان والو! ہم تمہیں خوف سے بھوک سے اور تمہارے
مال و جان کے نقصان سے تمہیں آزمائیں گے اور باغوں کا نقصان کر
کے تمہارا امتحان لیں گے۔“

وہ خداوند کا بینات اور پروردگارِ دو عالم ہے۔ ایلئے اسے حق ہے کہ وہ اپنے
بندوں کا جب چاہے اور جس صورت میں چاہے امتحان لے سکتا ہے اور وہ اپنے
بندوں کا کسی بھی طرح کی مشکلات اور مصائب میں مبتلا کر کے آزمانا ہے اور کئی
طریقوں سے امتحان لیتا ہے اور کئی رنگوں میں بندوں کو دیکھتا ہے۔ وہ کبھی حضرت
یوسف علیہ السلام کو کنویں میں گرا کر دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے بازار میں بکا کے!
کبھی وہ جیل میں ججوا کے دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے شاہی تخت پر بٹھا کے آزمانا

اور — وہ کسلی والے آقا علیہ السلام کو غارِ حرا میں رُلا کے دیکھتا ہے
 اور کبھی غارِ ثور میں چھپا کے! — اور کبھی احد کی جنگ میں دانت تڑوا کے
 دیکھتا ہے — اور کبھی عرشِ یہ بلا کے —

اور وہ کبھی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود
 میں دو دھپلا کے دیکھتا ہے اور کبھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بازار میں
 پھل کے دیکھتا ہے —

اور کبھی بجدے میں نانے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر بٹھا کے
 دیکھتا ہے اور کبھی میدانِ کربلا میں نیرے پر چڑھا کے —

غرضیکہ وہ اپنے بندوں کو ہرزنگ میں دیکھتا ہے اور اس کا امتحان لیتا ہے!
 اور جو امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ بندہ تسلیم و رضا کے مقام پر پہنچ جاتا
 ہے۔ جس کی طرف علامہ اقبال نے اشارہ کیا ہے کہ: —

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کی ہے

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا امتحان لیا گیا۔ ان کے دل میں کسلی
 والے کی محبت تھی اور آنکھوں میں حُسنِ یار کے جلوے۔ ظالم باپ نے کلمہ پڑھنے کی
 سزا میں حضرت خبیبؓ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر آہنی شکنجے میں کس کر ایک اندھیری
 کوٹھڑی میں قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا! —

لیکن وہ شمعِ محمدی کا پروانہ اور کسلی والے کا جان نثار غلام اس اندھیری
 کوٹھڑی میں تصورِ جاناں کئے ساری ساری رات گزار دیتا ہے۔ کبھی رات کی تنہائیوں
 میں حُسنِ یار کے دیدار کی تمنا کر کے درد بھری آواز میں پکار اٹھتا کہ: —

۵۔ تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

پھر پندرہ دن کے بعد اس کو قید سے نکالا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ مر کھپ گیا ہوگا۔۔۔۔۔ لیکن وہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت خبیث کا چہرہ انتہائی پُر نور اور اندھیرے میں چمک رہا ہے اور اس کے دل کی ایک ایک دھڑکن یا محمد یا محمد سچا رہی ہے۔۔۔۔۔

اور پھر اس کے ظالم کے باپ نے حضرت خبیث کو کورٹوں سے مارنا شروع کر دیا مگر سہ کورٹوں پر اللہ واحد! یا محمد کا نعرہ مستانہ بلند ہوتا رہا۔ جسم سے خون کی دھاریں بہنے لگیں۔ لہو کی ہر لہوند سے عشقِ رسول کی خوشبو پھوٹ کر کال کو ٹھہری کو معطر و منور کر رہی ہے۔۔۔۔۔

حضرت خبیث کو ہوش آیا تو باپ نے گرج کر کہا!۔۔۔۔۔
اے خبیث!۔۔۔۔۔ محمد کا نام لینا چھوڑ دو۔۔۔۔۔

حضرت خبیث نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اگر میں یہ نام لینا چھوڑ دوں تو پھر باقی کائنات میں کیا رہ جاتا ہے۔ میں پوری دنیا کو تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نام محمد کو چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔۔۔ اسلئے کہ۔۔۔۔۔

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا

اور بگڑے بھی بنا دیتا ہے یہ نام محمد

باپ نے پھر اسی کال کو ٹھہری میں حضرت خبیث کو قید کر دیا۔ لیکن ایک رات آتشِ بھج میں جلنے والا یہ سچا عاشق اس خیال سے کہ شاید لذتِ وصل کے بغیر ہی نہ مر جاؤں گھر سے فرار ہو کر مدینہ کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ کہ۔۔۔۔۔

ۛ — فرقت کی سختیاں مجھے منظور نہیں مگر

اتنا تو ہو کہ تجھ کو میسری خبر رہے

بس پھر کیا تھا کہ پاؤں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔ آہنی تسکین کٹ گیا اور قید خانے

دروازے خود بخود کھل گئے۔

اور عشق و محبت کی منزل کا یہ باہمت مسافر کال کو ٹھہری سے باہر نکلا۔ رات

انتہائی تاریک تھی۔ جسم زخموں سے چور اور بدن کی ایک نس مجروح۔ دیارِ محبوب کی طرف

قدم قدم بڑھاتا۔ مگر بہت نہ تھی۔ دو چار قدم چلتا اور لڑکھڑا کر گر پڑتا۔ پھر آسمان کی

طرف نگاہ اٹھائی اور کہا ۛ

یہ بھی کیا منظر ہے رکتے ہیں نہ بڑھتے ہیں قدم

تک رہا ہوں دور سے منزل کو میں! منزل مجھے

وادیِ عشق میں قدم رکھنے والے خبیث ان تمام آداب کو پورا کر چکے تھے اور

نامِ مصطفیٰ علیہ السلام لینے کے جرم میں ہر قسم کی سزا دہ پوری کر چکے تھے۔ ان کی محبت

کسوٹی پر رکھی جا چکی اور عشق کا امتحان لیا جا چکا تھا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہو چکے

تھے۔ ایلئے رحمتِ خداوندی کو بھی اب جوش آگیا اور زمین کی طنائیں

کھینچ لی گئیں اور مہینوں کا راستہ پل بھر میں طے ہو گیا۔

اور پھر وہ گدائے کوچہ یار میں عشق و محبت کی خیرات لینے کے لئے دروازہ نبوت

پر دستک دے رہا تھا۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت خبیث کو اپنے سینہ مبارک

سے لگا لیا۔ پھر رحمت و شفقت کا ہاتھ پھیرا اور سچی محبت کا انعام پالیا۔ مسلمانوں

نے مبارکباد دی۔ فرشتوں نے مرجبا پکارا اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر تاجدارِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدموں میں زندگی بسر کرنے لگے اور پھر وہ وقت بھی آگیا کہ حضرت خبیثؓ کو مسلمان ہونے کی پاداش اور غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صلہ میں مکہ کے بازار میں پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا تو ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہنے لگے! — — —

کہ اے خبیثؓ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ تجھے آزاد چھوڑ دیا جائے؟ اور تیرے بدلے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سولی دے دی جائے! — — —
یہ سن کر اس شمعِ محسنِ محمدی کے پروانے، جلوہ یارِ حسن کے دیوانے نے شہادت لگہ آفت میں بھی حق کی آواز کو بلند کیا اور فرمایا! — — —

اے ظالمو! تم میرے بدلے میرے محبوب کو سولی پر لٹکانا چاہتے ہو مگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے میرے محبوب کے پاؤں میں کانٹا بھی چھب جائے۔ پھانسی کا تختہ سامنے تھا اور حضرت خبیثؓ کا منہ مدینے کی طرف! ظالموں سے سجدہ شکر کرنے کیلئے وقت دینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کیونکہ آج خبیثؓ کامیاب و بامراد ہو رہا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دو نفل شکرانے کے ادا کر کے اپنے مالک و پروردگار کے حضور پیش ہو جس کے اس کو یہ حوصلہ اور مرتبہ شہادت عطا فرمایا — — —

خبیثؓ نے عرض کیا۔ اے میرے مولا! زندگی کا آخری سجدہ کرنے والا ہوں میرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے۔ — — —

غیب سے آواز آئی کہ اے خبیثؓ اور میرے محبوب پاک کے باوفا غلام! فکر نہ کر اگر تیرا رخ قبلہ کی طرف نہیں ہے آج وہ تیرے لئے قبلہ ہے جس طرف تیرا رخ ہے۔ اور آج ہم تیرے لئے مدینہ کو ہی قبلہ بنا دیتے ہیں۔ — — —

چنانچہ حضرت خبیثؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری سجدہ مدینہ کی طرف رخ کر کے

ادا کیا۔ رسہ بھینچ دیا گیا اور اسلام کے اس سرفروش غازی اور دینِ اسلام کے جانشین
مجاہد۔ حق کے سچے پرستار اور حسنِ مصطفیٰ کے دیوانے نے شہادتِ گہرا سلام میں
کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اپنی جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

ادھر اس منزلِ عشق و محبت کے باہمت راہی نے اپنا راستہ بڑے حوصلے
اور صبر و سکون کے ساتھ طے کیا اور ادھر مکملی والے آقا نے اپنے غلاموں کو فرمایا کہ تم
میں کون ہے جو خبیث کی لاش کو اٹھا لائے۔ چار غلام تیاری کر کے گئے لیکن ان
کے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت خبیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کو آسمان پر اٹھا لیا
گیا تھا۔ (مدارج النبوت)

پھر خالقِ کائنات نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امتحان بھی لیا۔ وہ ایک
یہودی مالکِ امیہ کے غلام تھے اور اس کی غلامی میں کئی سال گزر گئے۔ بالآخر باطل
کی غلامی سے نکل کر حق کی غلامی اختیار کرنے کا وقت بھی آ گیا۔

ایک رات وہ اپنی کوٹھڑی میں بیٹھے کفر و باطل کی غلامی کی لعنت کا پھندہ
اپنے گلے سے اتارتے کی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ اچانک ان کی بوسیدہ سس
جھونپڑی جگمگا اٹھی۔

وہ گبھرا کر اٹھے! ادھر ادھر دیکھا، لیکن ان کو کوئی چیز نظر نہ آئی! وہ اس سر پر
غیبی کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ ایک آواز نے ان کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔
اے بلال! یہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک ہے جو تمہارے دل
کو نورِ اسلام سے منور کرنے آئی ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ یہ صدائے حق سنتے ہی زبان پر کلمہ شہادت آ گیا اور
ساتھ ہی عشقِ رسول کا دریا بھی موجزن ہو گیا! وہ رات انہوں نے اس امید پر انتہائی سبقری

میں گزاری کہ صبح ہوتے ہی آغوشِ نبوت میں پہنچ جاؤں گا۔
 لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مٹی کے ایک پیالے کو لبِ محبوب تک آنے کیلئے
 کن کن کٹھن اور صبر آزما ادوار سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہزاروں امتحانوں سے گزرنا اور
 ہر قسم کے ظلم و ستم برداشت کر کے کئی کئی دن آگ کی بھٹی میں جلنا پڑتا ہے۔
 آخر صبح ہوئی تو حضرت بلال پر بھی یہ وقت آگیا جو عشق و محبت کی پر خارا دی
 میں قدم رکھنے والے ہر انسان پر آتا ہے۔ یعنی امتحان و آزمائش کا وقت! یہودی مالک امیہ نے بلایا اور قہر آلود نظروں سے حضرت بلال کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہنے لگا کہ

اے بلال! میں نے سنا ہے کہ تم نے کلمہ پڑھ لیا ہے اور مسلمان ہو گئے ہو!
 حضرت بلال نے بڑے فخر اور جرأت مندی سے جواب دیا! ہاں! —
 امیہ نے کہا کہ جانتے ہو۔ اس جرم کی سزا کیا ہے؟
 حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا۔
 ہاں! — لیکن یہ یاد رکھو کہ

محمدؐ پہ دل میں فدا کر چکا ہوں!

جو فرضِ خدا تھا ادا کر چکا ہوں!

اور پھر جب سورج کی آتش باری سے مکہ کی ریت تپنے لگی تو ظالم یہودی
 مالک امیہ نے حضرت بلالؓ کو ننگا بدن کر کے تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر ایک
 تپتا ہوا بھاری پتھر بھی رکھ دیا۔ لوہے کی گرم سلاخیں ان کے ہاتھوں کی پھیلیوں
 اور پاؤں کی تلیوں میں گاڑ دیں اور اپنے جلاؤ کو حکم دیا کہ وہ حضرت بلال پر کوڑے
 برسائے۔ ظلم و ستم۔ جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کی یہ انتہا تھی جسے حضرت بلالؓ

نے بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا۔ اور وہ کورٹے کی ہر ضرب پر یا اللہ یا رسول اللہ
 پکار اٹھتے اور پھر اس ظالم نے آگ کے دھکتے ہوئے انگڑے ان کی زبان پر رکھ دیے
 تاکہ حضرت بلالؓ کی زبان سے اللہ اور محمدؐ کا نام نہ نکل سکے! لیکن ان کے جسم کے
 ایک ایک بال اور خون کے ایک قطرے سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں
 آ رہی تھیں اور

عین اس وقت جب کہ حق کے اس پرستار اور مصطفیٰ علیہ السلام کے حقیقی
 جان نثارِ ظلم و ستم کے یہ پیارے توڑے جا رہے تو ایک آدمی ان کے قریب سے گذرا اور بقول
 علامہ اقبال، حضرت بلالؓ سے کہا کہ

وہ آستال نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کے لئے

کہ جس کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

یعنی اتنے ظلم و ستم کے باوجود بھی نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بھڑسکا۔ آخر کار یہ راز کیا ہے

تو حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں

ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

اور پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے گذرے اور حضرت بلالؓ
 پر ظلم و ستم ہوتا دیکھ کر واپس آگئے اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا
 سنایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ بلالؓ کو امیہ سے خرید لاؤ۔

اور یہ لو اس میں میرا حصہ بھی شامل کر لو۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو امیہ سے خرید لیا گیا۔
 خداوند کائنات اس کی محبت کا امتحان لے چکا تھا اور قدرت اس کے عشق
 رسولؐ کو آزمایا چکی تھی اور بڑے صبر و استقلال اور ہمت و جرات سے ہر قسم کا ظلم و ستم

برداشت کر کے امتحان میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اور ان کو کفر و باطل کے دشمنوں سے حق و اسلام کے پرستاروں نے خرید لیا تھا! اور اس طرح وہ ائمہ کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کی چکی میں سے نکل کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی لطف و کرم اور رحمت و شفقت کی جھولی میں آ گئے اور دربار نبوت سے انہیں انعام عطا ہوا کہ وہ مسجد نبوی کے ریسک پہلے موذن مقرر ہوئے! —————

آسمان پر ریسک پہلی اذان حضرت جبریل علیہ السلام نے دی اور زمین پر ریسک پہلی اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ نے —————

عند لیب گلشن ز تجلیات اور بلبل چمنستان رسالت کی اذانوں کی آواز آج بھی فضائے آسمان میں گونج رہی ہے اور پھر وہ پردرد، پرسوز اور جذبہ حریت و آزادی اسلام سے بھری ہوئی یہ آواز دل فطرت میں ایسا گھر کر گئی کہ —————

جب سے تک مسجد نبوی کے پرانے میناروں پر سے وہ آواز نہ اٹھتی، نماز کا وقت ہی نہ ہوتا تھا! ان کی زبان پر دہکتے ہوئے کوٹلے رکھنے کی وجہ سے ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اسی لئے وہ اذان میں بھی شین کی بجائے سین ہی کہا کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے اعتراض پر جب حضور علیہ السلام نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے سے منع کر دیا تو —————

فوراً حضرت جبریل آئے اور عرض کی کہ —————

اے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم! —————

سین بلال عند اللہ شین۔

کہ اللہ کے نزدیک بلال رضی اللہ عنہ کی سین بھی شین ہے،

یہ وہی شمع محمدی کا پروانہ۔ جلوہ نور مصطفیٰ کا دیوانہ اور دین حق کا پہلا موذن ہے۔

کہ جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں نے جنت میں بلالؓ کی جوتیوں کی آواز سنی۔

ترندی شریف جلد ۲ ص ۲۰۹ مشکوات شریف ص ۱۱۶

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد جہاں ساری کائنات میں ایک وقت کے لئے اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہاں چشمِ فطرت سے بھی آنسو بہہ نکلے تھے اور جہاں غلامانِ مصطفیٰ کی آنکھیں پریم تھیں، وہاں مدینہ منورہ کی حسین و جمیل گلیاں بھی شہنشاہِ کونین کی مقدس جوتیوں کو ترس گئی تھیں۔ اور جہاں مدینہ منورہ کی خاک پاک کے ذرے، آفتابِ نبوت سے تابندگی اور چمک پانے سے محروم ہو گئے تھے، وہاں یہ عندلیبِ باغِ رسالت بھی اپنے پرہیزگار نغمے چھوڑ بیٹھی تھی۔

جلوہِ حسنِ یارِ کونہ پا کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل بے چین و بیقرار ہو جاتا اور فراقِ یار کا یہ عالم تھا کہ سارا سارا دن اور ساری ساری رات گداہانِ کوچہ پر عشقِ محبت کی طرح اپنے محبوبِ حقیقی کو پکارتے رہتے! —

صحابہ کرام نے تسلیاں دیں۔ دوستوں نے ڈھارس بندھائی اور غلاموں نے صبر و سکون کی تلقین کی، لیکن چونکہ اس عاشقِ با وفا کا اپنے محبوبِ پاک کی جدائی میں صبر و سکون چھن چکا تھا —

ایسے ایک رات کو کوچہِ یار کا یہ خوش آواز فقیرِ مدینہ منورہ کے مقدس درو دیوار اور خاکِ پاک کے ذرے کو چوم کر اور گنبدِ خضراء پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر اور پھر روضہ اقدس کی حسین و جمیل جالی کو آخری بوسہ دے کر یہ کہتا ہوا مدینہ منورہ سے چپ چاپ ملکِ شام کی راہ لی! —

کے گلشنِ توحید کے پُر نور باغبان
 میں جا رہا ہوں تیری بہاروں کو چھوڑ کر
 صبح ہوئی تو ساکنانِ مدینہ کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر نہ آئے!
 ایک محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری جلوؤں سے محرومی اور پھر حضرت بلال
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی نے مدینہ کے مسلمانوں میں حشر برپا کر دیا۔ اے
 اور کسی کو یہ پتہ تک نہیں چلا تھا کہ حسنِ مصطفیٰ کا یہ دیوانہ کدھر کونسل
 گیا ہے! —————

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیارِ محبوب سے نکل کر ملکِ شام کی
 راہ لی! شام کا وقت اور شام کی گلیاں، دیوانوں کی طرح کوچہ و بازار میں پھرے
 تھے کہ کسی نے پہچان لیا اور بڑی عزت و احترام سے اپنے گھر میں لے جا کر رکھا!
 اگرچہ شام میں ان کو زندگی کی تمام سہولتیں میسر تھیں، لیکن حسنِ یار کے
 نظاروں سے محرومی اور پھر کونے محبوب سے دوری ان کو ہمیشہ بے قرار رکھتی تھی،
 اور انکو سوزِ فراق میں ان کو نیند نہ آتی تھی۔ آخر انہوں نے انتہائی بے چینی و تباہی
 کی حالت میں مدینہ کی طرف منہ کیا اور پروردگار میں پکارا کہ: —————

اے دردِ محبت جاگ ذرا میں دور سہی دل دور نہیں
 وہ جلوہ دکھانے آئے گا محبوب میرا مجبور نہیں
 اور یہی کہتے کہتے ان کی آنکھ لگ گئی اور رحمتِ دو عالم خواب میں تشریف
 لائے اور فرمانے لگے! —————

بلال! مدینہ کی نورانی صبح کو چھوڑ کر شام کے اندھیروں میں کب تک بیٹھے
 رہو گے؟ اتنا فرمایا اور جلوہ حسنِ مصطفیٰ غائب ہو گیا! —————

عاشقِ درمندی آنکھ کھلی تو خواب کا نظارہ آنکھوں میں پھیر گیا۔ تڑپ اٹھے! لیکن منزل دور تھی پر پھر بھی یہ کہتے ہوئے سوئے منزل یا قدم بڑھا دیے کہ

۵۔ اے جذبہ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آجائے
منزل کے لئے دو گام پیلوں اور سامنے منزل آجائے

بس پھر کیا تھا! دو ہی قدم چلے تھے کہ مسجد نبوی کے حسین و جمیل مینار اور گنبدِ خضراء کے گردِ گرد چکر لگانے والے کبوتر نظر آگئے! —

اور اس طرح حضرت بلالؓ پھر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں میں تھے۔ سورج طلوع ہوا تو مدینہ کے مسلمانوں میں حضرت بلالؓ کو پھر مدینہ کی گلیوں میں دیکھ کر خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور ہر طرف شور اٹھا کہ بلالؓ آگیا۔ نبی کا دیوانہ آگیا اور شمعِ محمدی کا پرانہ آگیا! —

اور پھر تپ و جہاں کی طرف سے لئے گئے۔ اسی امتحان کو بھی دیکھا جو اس نواسہ رسولؐ، جگر گوشہ بتولؑ اور نور نگاہِ علیؑ مقبول سے! میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیا گیا! —

یہ امتحان اپنی نوعیت میں بڑا ہی سخت اور انوکھا تھا۔ ایسے کہ اسمیں اکیلے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نہ تھے بلکہ اس مقدس قافلے میں پردہ دار بیبیاں بھی تھیں۔ معصوم بچے بھی! —

ان میں عون و محمد کی جان نثاری بھی تھی اور حضرت قاسم جو ان رعنا کا سہرا بھی اور اس امتحان میں حضرت علی اکبر کی لاش کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت علی اصغر کا خون معصوم بھی۔ اور اس میں بیمار زین العابدینؑ پیروں کی بھاری بیڑیاں بھی تھیں اور حضرت زینب دشتِ بانو کے جلے ہوئے خیمے بھی تھے۔

اور سب بڑھکر یہ کہ اس میں نازش دین خدا۔ راکب دوش مصطفیٰ جگر گوشہ
حضرت زہرا اور نور نظر علی المرتضیٰ انما حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لہو کی بوندیں
بھی شامل تھیں، جن کے چھوڑے ہوئے نشانات آج بھی اور قیامت تک کینے
ملت اسلامیہ کو ایثار و قربانی۔ صبر و استقلال اور شوق شہادت کے جذبے کی دعوت
دیتے رہیں گے۔

مگروا، رے میرے آقا حسین۔ تیرے صبر و رضا کے قربان۔ تیری ہمت و
جرات پر نثار اور تیری سخاوت و شجاعت اور شہادت کے صدقے! —
کہ تو نے اپنی آنکھوں سے عون و محمد کی لاشوں کو پا پا ل ہوتے دیکھا۔ حضرت
قائم کے سرے کو لٹے دیکھا۔ اکبر کی لاش پر گھوڑے دوڑتے دیکھے۔ حضرت عباس رضی
کے بازوؤں کو کٹتے دیکھا اور معصوم اصغر کے حلقوم میں تیر ترارو ہوتے دیکھا۔
لیکن تیرے صبر و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔! —
اور یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی تو نے دامن تسلیم و رضا

کو نہ چھوڑا۔

پشیمانی آدم کو دعائے سے کھیلتے دیکھا
سیح و زکریا کو ہر بلا سے کھیلتے دیکھا
صحابہ کو نبی کی ہر بلا سے کھیلتے دیکھا
اور محمد کے نو اسوں کو قضا، کھیلتے دیکھا
اس موضوع پر بھی ایک مستقل کتاب "خاکِ کربلا" کے نام سے لکھی جا چکی ہے۔
جو جلد ہی قارئین تک پہنچ چکی ہوگی۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھی اللہ تعالیٰ نے پاکستان کے دل کو مسلمانوں

کا امتحان لیا! جبکہ بھارتی سامراج نے اپنی پوری قوت و طاقت سے پاکستان کی سرزمین مقدس پر حملہ کر دیا اور یہ حملہ صرف پاکستان پر ہی نہیں تھا بلکہ تمام ہی مسلمان ملکوں پر تھا اور یہ امتحان صرف پاکستان کے دانش کروڑ مسلمانوں کا ہی نہیں تھا! بلکہ دنیا کے ۵۷ کروڑ اسلامیان کا امتحان تھا!

اور اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اسی کے فضل و کرم سے ہی پاکستان کے مسلمانوں نے اپنی پوری ہمت و جرات اور صبر و استقلال کے ساتھ یہ امتحان دیا ہے اور اپنی جان بازی، سرفروشی اور جان نثاری کے جذبے کے ساتھ دشمن کے ناپاک، ارادوں کو خاک میں ملا کر امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

اور پھر تمام اسلامی ملکوں نے پاکستان کی جس خلوص کے ساتھ مدد کی ہے اور وہ جس اسلامی جذبے سے میدان میں اتر آئے ہیں۔ اس نے دنیا کے کفر پر یہ واضح کر دیا ہے کہ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کا شعر

اور جہاں پاکستان کا بچہ بچہ اس امتحان میں مبتلا تھا۔ وہاں ہمارے، صنعت کار، کارخانہ دار۔ اور دوکاندار بھی تھے! ان کا امتحان یہ تھا کہ ملک کے نازک حالات کے پیش نظر ناجائز قاعدہ نہ اٹھائیں، ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتیں نہ بڑھائیں۔ سو وہ بھی اس امتحان میں پوری طرح کامیاب رہے حالانکہ دوران جنگ ایسا ہونا لازمی امر ہوتا ہے۔ مگر آفرین ہے انہیں کہ انہوں نے اپنے ایتار کی وجہ سے عوام کو جنگ کے لازمی اثرات ان کو محسوس نہ ہونے دیئے، حالانکہ دوسری طرف ہندوستان کے عوام روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترس رہے ہیں اور ان کو بازار سے زندگی کی ضروریات میسر نہیں۔

شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کیشور کُشائی

اللہ کی راہ میں جان دینی۔ اسلام کے راستے میں قربان ہونا اور دین کیلئے شہادت پانی عشق کی آخری منزل ہے! اور اس منزل پر وہی مسلمان گامزن ہوتا ہے جس کے دل میں اسلام کی سچی تڑپ۔ دین کا حقیقی درد۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ملک و ملت سے پیار ہوتا ہے! اور شہادت کا درجہ پاسکتا ہے۔ قربان ہونے کا رتبہ اور جان دینے کا اعزاز مسلمانوں کے لئے رضائے الہی اور بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو جانے کا اعزاز ہے! اور یہ اعزاز دنیا میں کسی اور مذہب میں نہیں ہے، اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے پیروکار کا اس اعزاز پر فائز ہونا تو درکنار، شہادت اور شہید کا لفظ ہی کسی دوسرے مذہب کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔

میدانِ جنگ میں قتل ہونے والے دنیا کے تمام مذاہب کی نظروں میں مرتبے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں۔

مگر اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول علیہ السلام کے نزدیک میدانِ جہاد میں قتل ہونے والے مسلمان حیاتِ ابدی پا جاتے ہیں اور انکو دائمی بقاء کا

کاسٹریٹیکٹ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں! ایسے قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے مقامات و درجات کو پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ مسلمان حیات و ممات - فنا و بقاء اور وجود و عدم کے فلسفے کو اسلامی نقطہ نظر اور دین و مذہب کی تشریحات میں ڈھال کر دین و مذہب - نبوت اور رسالت اور ملک و ملت کی آبرو کی پاسبانی کر سکیں۔ اور انہیں معلوم ہو جائے کہ میدان جہاد میں لڑنے کا مقصد ملک گیری کی ہر مال غنیمت کی تمنا اور قتل غارت گیری کی دھتیا نہ آرزو نہیں ہے بلکہ شہادت کا رتبہ پا کر اس بلند مقام اور پاکیزہ اعزاز کو حاصل کرنا ہے۔ جس کا اعلان خداوند تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک نے فرمایا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

پارہ ۲ - سورۃ البقرہ آیت ۱۵۴

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتٌ بَلْ هُمْ
أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ۔

کہ ایمان والو جو اللہ کی راہ میں مارا جائے تم اسے مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں ہے۔
پھر فرمایا ہے :-

پارہ ۳ - سورۃ آل عمران آیت ۱۶۱

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ
أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ هَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ۔

اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے مگر ان پر مردہ ہونے کا گمان

تک بھی نہ کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دیجاتی ہے
 اور شہادت پانے کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جو
 کچھ ان کو عطا کیا ہے۔ وہ اس سے خوش ہیں۔“
 اور آگے فرمایا ہے:-

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

کہ ان کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ ہی کوئی حزن و ملال۔

نزہت الجاسس جلد اول ص ۱۹۵

کہ۔ ان کو تاجدار کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
 اقدس میں مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کے لئے گئی تو اس ملک کے بادشاہ نے ان
 کو پکڑ لیا اور اسلام چھوڑ کر ان کو اپنے دین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لیکن
 ان مسلمانوں نے اسلام نہ چھوڑا، تو اس ظالم کافر بادشاہ نے ایک مسلمان کو سوا۔ سکو
 شہید کر دیا۔ اور پھر اس کیلئے مسلمان کو مال و دولت کا لالچ دے کر اسلام چھوڑ
 دینے پر مجبور کیا۔

مگر اس مسلمان کی طرف سے ہمیشہ جواب انکار کی صورت میں دیا گیا۔ اور
 پھر اس ظالم بادشاہ نے اس مسلمان کو ایک انتہائی حسین و جمیل نوجوان لڑکی کے ساتھ
 ایک مکان میں بند کر دیا اور اس ماہ و شش کو بھی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مسلمان کو اپنی
 طرف مائل کرنے کو، بھر پور کوشش کرے تاکہ یہ مسلمان اس عورت کے حسن و جمال سے متاثر
 ہو کر اس پری چہرہ کے لئے اپنے مذہب اسلام سے دست بردار ہو جائے۔
 مگر وہ بادشاہ نہیں جانتا تھا کہ حسن انہی کا نظارہ کرنے والے، دنیا کے عارضی حسن
 کو نہیں دیکھا کرتے۔ اور اس مقید و مجبور مسلمان نے بجائے عورت کی طرف دیکھنے کے

قرآن پاک کی سورہٴ فتح کی تلاوت کرنی شروع کر دی اور جب اس مقام پہنچا
 ”محمد رسول اللہ“ ————— تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم — کاپیارا نام

سن کر ————— بکتِ اِجَارِيَةٍ م۔ وہ خاتون رونے لگی! —
 وَاَسْلَمْتِ — اور مسلمان ہو گئی! —————

اور مسلمان قیدی سے کہنے لگی اب ہم یہاں سے فوراً نکل پھریں تاکہ میں بھی حضرت
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ دیکھ سکوں — اور اب تم پر بھی یہ فرض ہو گیا ہے
 کہ مسلمان خاتون کی حفاظت کرو! —————

دروازے بند تھے اور تالے لگے ہوئے تھے۔ مگر جونہی انہوں نے دروازے
 کی طرف قدم بڑھایا تو تالے ٹوٹ گئے اور دروازے کھل گئے اور دونوں نکل کھڑے ہوئے۔
 جب وہ کافی دُور نکل گئے اور صبح نمودار ہو گئی۔ انہوں نے پیچھے گھوڑوں کی
 ٹاپوں کی آواز سنی۔ یہ دونوں پھٹے اور وہ گھبرائے ہوئے اسی خیال میں غرق
 کہ دشمن آپہنچا ہے اور وہ پیدل ہیں —————

جب وہ گھوڑے ان کے قریب آئے تو مسلمان نے دیکھا کہ یہ تو اس کے
 شہید بھائیوں کے ساتھ ہیں جن کو بادشاہ نے اس مسلمان کے سامنے شہید کر دیا تھا۔
 فَادَاهُمْ اَصْحَابُهُ الَّذِينَ قَتَلُوا فَتَالُوا نَحْنُ اَصْحَابُكَ
 الشُّهَدَاءُ

”اور انہوں نے کہا کہ تیرے ساتھ ہیں ہم شہید ہونے والے“
 اور یہ واقعہ ان کے شہید ہونے کے چالیس روز بعد ہوا۔ انہوں نے ان کو
 بھی ایک گھوڑا دیدیا۔ کیونکہ انہوں نے سوچا ہوگا کہ اب یہ تو واپس جا رہے ہیں
 کیوں ناں ہم بھی ان کے ساتھ اکٹھے چلیں —————

قرآن پاک کے واضح ارشادات اور اس ایمان افروز حکایت کے بعد شہیدوں کے زندہ ہونے اور اپنی اپنی قبروں میں رزق پانے میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا —
 امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے اسلام کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا (مختلف الفاظ کے ساتھ ترمذی شریف جلد اول ص ۲۰۲ - مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۴ - ابن ماجہ شریف ص ۲۰۴ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: —
 الشَّهِيدُ لَا يَجِدُ الْمَآءَ الْقَتْلِ إِلَّا كَمَا يَجِدُ أَحَدُكُمْ الْمَاءَ
 الْقَرْصَةَ —

کہ میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کی تلوار یا کسی اور قسم کے آلاتِ حرب (کامرن اتنادرو) ہوتا ہے جتنا کہ کسی بدن پر چٹکی بھرنے سے —
 نبی کریم علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر غور کرو کہ جہاد کے علاوہ اگر کوئی اور قسم کی لڑائی ہو تو دشمن کے آلاتِ حرب و ضرب کی تکلیف ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی درد! یہ مرد مومن کی کرامت ہو یا مصطفیٰ کا اعجاز۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ اور روشن حقیقت کی وضاحت کے لئے قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کیا جائے۔ —
 تو فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو جب مصر کی عورتوں نے دیکھا تو قرآن کریم کہتا ہے: —
 وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ط —

کہ "انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں پاکی ہے اللہ کی یہ بشر نہیں ہے بلکہ کوئی مکرّم فرشتہ ہے!"
 قرآن پاک کی آیت میں جلوہ حسنِ یوسفؑ دیکھ کر مصر کی عورتوں کا ہاتھ کاٹ

لینا تو ثابت ہے لیکن اس کی طرف ذرہ سا اشارہ بھی نہیں ہے۔
 کہ انہوں نے کوئی درد محسوس کیا ہوا بلکہ جس کی وجہ سے ان کے ہاتھ کٹے،
 اسی کی تعریف کر رہی ہیں کہ یہ بشر نہیں ہے۔ بلکہ فرشتہ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے
 کہ ان کو ہاتھ کٹنے کا درد اور کوئی تکلیف کیوں نہ ہوئی تو صرف اسلئے کہ حضرت یوسف
 علیہ السلام کا حسن و جمال ان کے سامنے تھا۔

اور وہ ان جلوؤں میں اس قدر محو ہو گئیں تھیں کہ ان کو اپنے ہاتھ کٹ جانے
 کا علم تک نہیں ہوا۔

تو میدانِ جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو بھی کافر کے آلاتِ حرب
 ضرب کا درد اس لئے نہیں ہوتا کہ حسن و جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ہوتا
 ہے۔ اور وہ اپنے نبیؐ کے نورانی جلوؤں میں اتنے گم ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کو کافر
 کی تلواروں۔ توپوں اور زرموں کا احساس تک نہیں ہوتا۔

ہمارے دروازے پر فقیر آجائے تو ہم پیسہ بھی مشکل سے دیتے ہیں لیکن نبیؐ کے
 حکم پر اپنی جانیں قربان کر دینا دیدارِ مصطفیٰ کے لئے نہیں تو پھر اور کیا ہے؟
 اور پھر جبکہ جہادِ پاکستان میں ہر محاذ پر اپنی اُمت کے غم خوار اور اپنے غلاموں
 کے مددگار شہنشاہِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد اپنے یاروں
 کے تشریف لانا دیکھا گیا ہے۔

اور پھر اس زندہ حقیقت کے لئے ہسپتالوں میں آنے والے زخمی مجاہدین
 اسلام کو دیکھا جاسکتا ہے اور دیکھنے والے اجباب کرام جن میں اعجاز حسین ٹالوی
 پیش ہیں کہتے ہیں!

کہ میں خود ہسپتالوں میں جا کر زخمیوں کو دیکھا جو دردناک حالت میں ہونے کے

باوجود بھی درد کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے جسموں پر سینکڑوں زخم تھے۔ اور ان کی ایک ایک نس مجروح ہو چکی تھی لیکن پھر بھی کسی قسم کے درد و کرب کی بجائے ان کے چہرے دمک رہے تھے اور لبوں پر لافانی مسکراہٹ اور صبر و سکون کے ساتھ اپنے بستروں پر لیٹے جلد اچھا ہو کر میدان جنگ میں جانے کے لئے بیتاب تھے۔ اور پھر ایران کی نرسوں کے ان بیانیوں کو بھی پڑھا جائے جو انہوں نے اپنے وطن لوٹتے وقت دیئے ہیں تو وہ کسی والے آقا علیہ السلام کی پاک زبان سے نکلے ہوئے

الفاظ کو ایک لازوال حقیقت بنا دیتے ہیں : —————

روزنامہ مشرق لاہور۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء

”خاتمِ درخشندہ کہتی ہیں ————— کہ میں نے دیکھا کہ زخمی مجاہدین راتوں کو درد سے کرہانے کی بجائے یا علیؑ کے نعرے لگاتے تھے اور مجھ میں رشک کا مادہ پیدا ہو جاتا تھا اور میں چاہتی تھی کہ کس طرح محاذِ جنگ پر جا کر ان کی جرات و شجاعت کے کارنامے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ اور میں تہران کے ہوائی اڈے پر اترتے ہی ہر شخص سے کہوں گی کہ ہمیں مبارک باد دو کیونکہ ہم بہادر غازیوں کے عظیم ملک سے آئی ہیں۔

خاتمِ فروغ اقبال غنی ————— کہتی ہیں کہ جس حالت میں مجاہدین کو بلطری ہسپتالوں میں لایا جاتا وہ واقعی قابلِ رحم ہوتی تھی لیکن ہم سب اس بات پر حیران تھے کہ کوئی زخمی بھی زبان سے اُف تک نہیں کرتا تھا۔ اور ہر مجاہد کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ وہ جلد از جلد ٹھیک ہو اور میدان جنگ میں دوبارہ جا کر دشمن سے ٹکرائے۔

خاتمِ رسول زادہ ————— نے کہا کہ ایک مجاہد کو ہسپتال لایا گیا تو اس کی

حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آگئے! —————

مجھے روتے دیکھ کر مجاہد غصے میں بھر گیا۔ اور اس نے کہا کہ میرے زخمی ہونے پر

کسی کو رونے کا کوئی حق نہیں ہے !

اس لئے کہ میں نے یہ قربانی اپنے ملک کی خاطر دی ہے اور غازی بن گیا ہوں اور غازی بننا ہی میری فتح ہے اور فتح پر آنسو بہانا بہت بُری بات ہے۔ مئے ان حقائق کے پیش نظر کسی مسلمان کو یہ تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے کہ فرمان مصطفیٰ علیہ السلام کے مطابق میدان جہاد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کو کافر کے آلاتِ حرب کا درد نہیں۔ اس لئے کہ اپنی اُمت کا علم خوار بنی میدانِ جہاد میں مجاہدوں کے سروں پر خود اپنی رحمت کا سایہ لے لے موجود ہوتا ہے۔

ترمذی شریف جلد اول ص ۱۹۹

حضرت معدی بن کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ شہید ہونے والے کے لئے چھ فضائل و خصائل ایسے ہیں کہ کسی دوسرے کیلئے نہیں

ہیں :

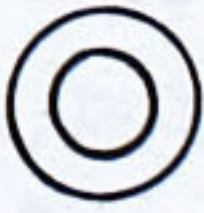
يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ
وَيُجَارُ مِنَ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفُرْعِ الْأَكْبَرِ
وَيُوضَعُ لَهُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوتَةُ خَيْرٌ مِنْ
الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَيْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ
وَيَشْفَعُ لِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ ————— کہ

کہ ”شہید کو پہلی ضرب یا خون کے پہلے قطرے ہی کے گرنے پر بخش دیا جاتا ہے اور اسکو جنت میں رہنے کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے اور وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے سر پر دنیا کی ہر چیز سے بڑھکر ایک یاقوت کا تاج شہید کے سر پر رکھا جاتا ہے اور جنت کی بہتر حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ اور شہید قیامت کے دن اپنے خاندان کے ۷۰ گنہگاروں کی شفاعت بھی کرتے گا۔ جو قبول ہوگی۔“

اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ
 لَيْسَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَيْسَرَهُ أَنْ يَرْجِعَ
 الدُّنْيَا إِلَّا الشُّجِيدُ -

کہ۔ ” جنت والوں میں سے واپس دنیا میں آنے کو شہید
 کے سوا کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔ اور
 یہ اس لئے کہ شہید خدا تعالیٰ سے کہیں گے۔ کہ
 ہمارے رب تیرے فضل و کرم سے یہاں پر ہر قسم کی
 نعمتیں بے شمار ہیں، لیکن وہ لذت جو تیری راہ میں شہید
 ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے، وہ یہاں میں مستیر
 نہیں ہے۔ اس لئے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے
 تاکہ ہم وہ لذت دوبارہ ایک بار پھر چکھ سکیں۔ ایک
 بار نہیں، دس بار۔“

(ترمذی شریف)



اللہ کے شیر

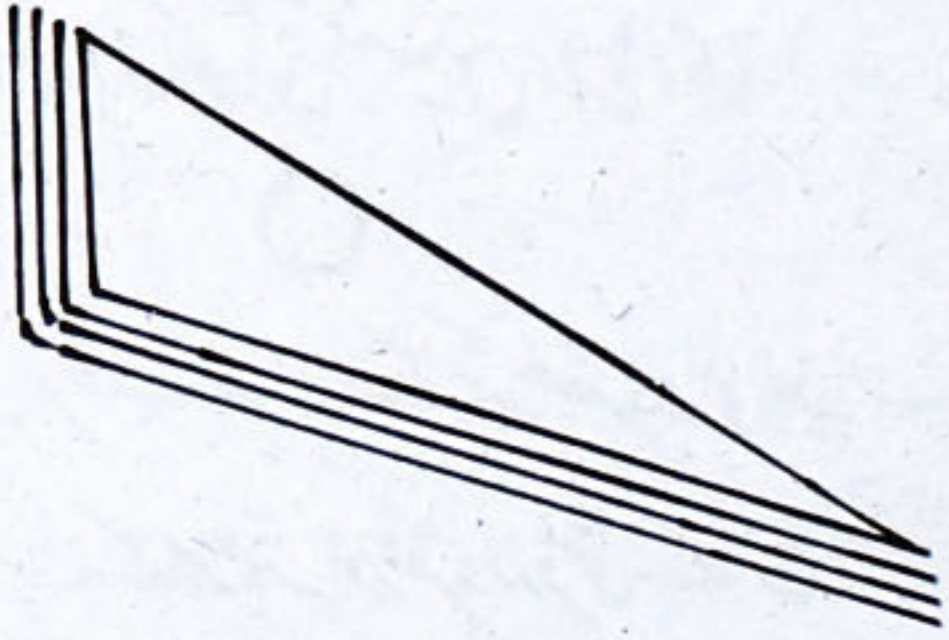
آئینِ جواں مرداں حق گوئی بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

چھ ستمبر ۱۹۴۷ء کی رات پاکستان کے مسلمانوں کے لئے ایک امتحان و آزمائش کی رات تھی۔ جبکہ مسلمان امن و امان اور ہندوستان کے مضبوط مورچے چوڑیاں کی فتح کی خوشی اپنے پہلوؤں میں لئے اور حسری عوام اس وحشت و بربریت کے تصور سے بے خبر جوان پر آنے والی تھی، آرام سے سو رہے تھے کہ بھارتی سامراج کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اپنا ناک و حشیانہ حملہ کر کے ہم پر جنگ مسلط کر دی، جو کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے جہاد تھا۔

سکاٹو و عیار دشمن لاہور کو چند گھنٹوں اور پورے پاکستان کو صرف ۷۲ گھنٹوں میں فتح کر لینے کے ناپاک ارادے سے حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن بہادر مسلح افواج اور حوصلہ مند پاکستانی عوام نے جس عزم و استقلال اور ہمت و جرات سے اس بھرپور حملے کا مقابلہ کر کے ہندوستان کے تمام ناپاک منصوبے خاک میں ملا دیئے۔

اور ملک و ملت کی آزادی و وقار اور دین اسلام کی عظمت و حرمت کو قائم رکھا ہے

اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی اسکو فراموش نہ کر سکیں گی اور تاریخ کے صفحات پر یہ باب سنہری حروف سے لکھا جائے گا! اور ہماری بری، بھری اور فضائی افواج کے جانباز غازیوں سرفروش مجاہدوں اور اللہ کے شیروں کے جنگی کارنامے رہتی دنیا تک زبانِ زعمان رہیں گے جنہوں نے سر بکف اور کفن بدوش ہو کر کفر کے سامنے ڈٹ کر، انتہائی بے سراسمانی کے باوجود ہر محاذ پر دشمن کو ذلت آمیز شکست اور عبرتناک سزا دی ہے۔





اسد اللہ الغالب

علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آئینِ جواں مردوں حق گوئی و سبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی



فاتحِ خیبر۔ قاتلِ مرہب اور اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام جہاں علم و
حکمت کے دروازہ اور حق و ہدایت کے سرچشمہ اور فقر و درویشی کے منبع و مرکز تھے، وہاں
شجاعت و بہادری کے کوہِ گراں اور جرأت و قوت کی چٹان تھے! —
یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کی ابتدائی زندگی سے لے کر اپنی زندگی کے آخری
ایام تک کفر کی ہر جنگ — حق و باطل کے ہر معرکہ — اور — نیکی و بدی کی
ہر لڑائی اور جہادِ اسلام کے ہر میدان میں ان کی ذوالفقارِ حیدری کفر و باطل کی گردنیں
کاٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔! —

بخاری شریف - جلد ۱ ص ۵۲۵، مسلم شریف جلد ۲ ص ۲۷۹

ترمذی شریف - جلد ۲ ص ۲۱۴، مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۳

احادیثِ نبوی کے علاوہ سیرت و میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد کتابوں میں

جنگِ خیبر کی لڑائی اور اسلام و کفر کے اس معرکہ کا ذکر پوری شرح و بسط سے کیا گیا ہے!
اسلام کا لشکر کئی صحابہ کرام کی قیادت میں خیبر پر حملہ آور ہوا لیکن کوئی بھی فتح
سے ہمکنار نہ ہو سکا!

آخر ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے نکلا —
لَا أُعْطِينَ هَذِهِ السَّيِّئَةَ غَدًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ
کہ کل میں اسلام کا جھنڈا اسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ اسلام
کو فتح عطا کرے گا!

بے ادب و گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ سوائے خدا کے
اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا — مگر غیب دان نبی پاک علیہ السلام نے فرمادیا کہ
کل — فتح ہوگی!

اور — وہ مردِ مومن ایسا ہوگا — کہ وہ اللہ اور اس کے رسول
سے محبت کرنے والا ہوگا

اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے!
زبانِ نبوت سے فتح کی بشارت سن کر ہر صحابی رسول کی تمنا ہے کہ جھنڈا مجھے

عطا ہو

لیکن — ارشاد ہوا۔

أَيْنَ عَلِيٍّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ؟

کہ علیؑ — کہاں ہے؟

جواب بلا — آنکھیں دکھتی ہیں!

حکم ہوا — انہیں بلائیں!

علی علیہ السلام ————— حاضر ہوئے !

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے — آنکھوں پر لعابِ دہن لگایا۔

حضرت علی علیہ السلام کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں ! —————

پھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جھنڈا عطا فرمایا — اور اپنی

ذِرہ اہنیں پہنائی اور اپنے دستِ مبارک سے ذوالفقارِ حیدری عطا کی۔

بس — پھر اللہ کا شیرِ اسلام کے جان نثارِ مجاہدوں کا شکر لے کر

خیبر کی طرف روانہ ہوا —————

دل میں عشقِ رسول — نگاہوں میں حسنِ محبوب کے جلوے اور ہاتھوں

میں اسلام کا پرچم ! —————

خیبر کی سرزمین پر جب اسلام کا جھنڈا لہرایا — تو قلعہ قامر کے

حفاظتی دستہ نے حیرت و تعجب کی نظروں سے اسلامی پرچم کو دیکھا —

اللہ کے شیرِ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے پہلے خیبر والوں کو دعوتِ اسلام

دی لیکن وہ اس پاکیزہ و نفیس دعوت کو قبول کرنے کی بجائے میدانِ کارزار میں اترے۔

خیبر کے قلعہ غوص کے دوہی محافظ تھے — حارث اور مرتب جو حفاظتی

دستہ کے سربراہ تھے —————

پہلے حارث تین من ذذنی نیرہ لے کر وحشی درندوں کی طرح دھاڑتا ہوا اور

دو دھاری تلوار تھام کر میدان میں اُترا —————

اور اُس نے آتے ہی کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا ! —————

اور پھر — اللہ کے شیرِ اپنی سواری دُلُڈل کو ہوا میں اڑاتے ہوئے حارث

یہودی پہلوان کے سر پر آپہنچے اور شمشیرِ حیدری چمکی اور تڑپ کر حارث کے سر پرگری

اور اس کا کلیجہ چاٹتی ہوئی اسکو دو ٹکڑے کر گئی! —————
مدارج النبوت اردو۔ جلد ۲۔ ص ۲۱۳۔

اپنے بھائی کا یہ حشر دیکھ اس کا انتقام لینے کے لیے مرحب پہلوان جو اس وقت یہودیوں میں سب سے بہادر، شجاع اور آزمودہ کار جنگ جو اور سب سے طاقتور اور کفر دنیا کا سب سے بڑا پہلوان تھا، دوزرہ پہن کر ایک من وزنی خود اور ہاتھوں میں کئی من وزنی گرز لے ہوئے میدان جنگ میں نکلا —————

اور یہ رجز پڑھتا ہوا۔ اُپھلتا اور کودتا ہوا۔ اللہ کے شیر سے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آیا —————

قَدْ عَلِمْتَ خَيْبَرِ اِنِّي مَرْحَبٌ
وَسَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ فَجْرٌ

کہ آج خیبر کی زمین جان لے کہ میں مرحب ہوں اور میں سامان جنگ کے بغیر بھی جنگ کر سکتا ہوں! —————

اللہ کے شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کرم نے یہ رجز پڑھا اور ایک تندو تیز طوفان کی طرح معرکہ حق و باطل میں کود پڑے! —————
اَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي اُمِّي حَيْدَرَةً

ضَرْغَامٌ - اَجَامٌ وَلَيْتُ قَسْوَرَةً

کہ۔ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہوا ہے۔ اور۔ میں ضرغام۔ اجام اور قسورہ ہوں۔ یہ تینوں الفاظ شیر کے ہی ہم معنی ہیں۔

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک اسلام کو مٹانے اور دوسرا اس کو

پچانے کے لئے۔

مرحب نے بڑی چالاکی سے وار کیا !

علی علیہ السلام نے بڑی ہوشیاری سے روکا !

اس نے پینتر بدلا

علی علیہ السلام نے قدم بڑھایا

مرحب نے گز اٹھائی !

علی علیہ السلام نے ہاتھ میں پکڑی۔ اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔

گزر مرحب کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی !

پھر اللہ کے شیر کی شمشیر آبدار ہوا میں لہرائی۔

نصار میں چمکی اور مرحب

پر بجلی کی طرح تڑپ کر گری۔

وہ پیچھے ہٹ گیا۔

اور پھر تلوار سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ پر بھر پور قوت سے وار کیا۔

اللہ کے شیر نے ڈھال پر روکا۔

دشمن کا دار اتنا زور دار اور وزنی تھا کہ زرہ کٹ گئی۔

اللہ کے شیر نے قوت پروردگار سے درخیز کو اکھاڑ کر ڈھال بنا لیا۔

پھر ذوالفقار حیدری اٹھی۔

چمکی اور مرحب پر گری !

مرحب نے ڈھال پر روکی۔

مگر تلوار ڈھال کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی مرحب کے خود سے جا ٹکرائی۔ اس

کے سر اور بدن کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی زمین سے جا ٹکرائی۔ تو زمین بھی پکار اٹھی۔

یا اللہ۔ مجھے علیؑ کی تلوار سے بچالے !

اور پھر اللہ کے شیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر قلعہ کی دیوار کو زور سے

ہلایا تو زلزلہ آگیا۔!

موضوعات کبیر ص ۳۶۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔

حَمَلٌ عَلَى بَابِ خَيْبَرٍ فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ بَعْدَهُ سِتُّونَ رَجُلًا

کہ اللہ کے شیرِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کے جس دروازہ کو اکھاڑ کر ڈھال بنایا تھا اسے بعد میں ساٹھ آدمیوں نے اٹھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ ان سے اٹھایا نہ جا

سکا

روضۃ الاحباب اور معارج النبوت میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ اس کا وزن

اٹھ سو من تھا۔

علامہ اقبال مرحوم

تو ہی بتلا کہ اکھاڑا در خیبر کس نے!

معارج النبوت — میں حضرت علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

لکھتے ہیں کہ جب چالیس آدمی بھی خیبر کا دروازہ کونہ اٹھا سکے تو اللہ کے شیر کے دل

میں اپنی قوت و طاقت پر کچھ ناز سا پیدا ہو گیا تو فوراً حضرت جبریل علیہ السلام نازل

ہوئے اور دربار رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ السلام

سے فرمائیں کہ اب دوبارہ در خیبر کو اٹھائیں!

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در خیبر کو اٹھانے کے لئے پورا زور لگایا، لیکن

وہ ہلاتک نہیں!

بتانا یہ مقصود تھا کہ حضرت علی علیہ السلام یہ جان لیں کہ ہر کام ان کا نہ تھا

بلکہ اللہ کا حکم تھا۔

اور پھر اللہ کے شیرِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پکار اٹھے!

کہ — یہ کام میرے بدنِ جسمانی کی قوت نے ہرگز نہیں کیا — بلکہ اللہ
کریم کی عطا کردہ روحانی قوت نے کیا ہے۔ ! —

مدارج النبوت اردو ص ۲۱۶ حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ - فتح خیبر
کے بعد جب اللہ کے شیر واپس دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو — نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنی آغوش پاک میں لے لیا۔ پیشانی
پر بوسہ دیا اور فرمایا ! —

قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَضِيَتْ عَنْكَ — کہ

بیشک ان سے راضی ہوا اللہ، اور میں بھی تجھ سے راضی ہوا!

تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸ — علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ -

رياض النفرة جلد ۲ ص ۲۳۷ ابی جعفر احمد الشہید المحب الطبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

أَنَّ عَلِيًّا حَمَلَ النَّبَابَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَبَعْدَ ذَلِكَ لَمَّا
يَحْمِلُهُ أَرْبَعُونَ رَجُلًا — کہ

اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام نے خیبر کے قلعہ قاموس کے
جس دروازہ کو اٹھایا تھا — بعد میں اسی دروازہ کو چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے!

سلامہ اقبال مرحوم سے —

تیری خاک میں ہے شرر اگر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پہ ہے مدارِ قوتِ حیدری

جبلِ احد کے دامن میں اسلام و کفر کی جنگ اور حق و باطل کی لڑائی جو

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی گئی اس میں اللہ کے

شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قوتِ عملی کا مظاہرہ کیا اور جس جرات

سے اپنی ذوالفقارِ حیدری کی کاٹ مکہ مکرمہ کے بہادروں کو دکھائی وہ اسلام
کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے! —————

یہی وہ جنگ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک

شہید ہوئے —————

اور یہی وہ لڑائی ہے جس میں خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور اللہ کے شیرِ کرم اللہ وجہہ
پانی ڈال رہے تھے اور پھر خاتونِ جنت نے اپنی چادر بھاڑ کر زخموں پر باندھی اور
اسے جلا کر اس کی راکھ کو زخموں میں بھر دیا اور والی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
کے مقدس خون پر ڈالی —————

اور — یہ حق و باطل کا وہی معرکہ ہے جس میں حضرت جبریل و میکائیل
بھی لڑتے ہوئے دیکھے گئے اور جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے
شہید ہوئے! —————

جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم ص ۵۸۲ باب قتلِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اور مسلم شریف جلد دوم ص ۱۰۱ - غزوهِ احد! —————

فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَغْسِلُهُ وَعَلَى يَسْكَبُ الْمَاءَ - بِالْمَجْتِ
فَلَمَّا رَأَتْ فَاطِمَةَ أَنَّ الْمَاءَ - لَا يُزِيدُ الدَّمَ الْكَثْرَةَ
أَخَذَتْ قِطْعَةً مِّنْ حَصِيرٍ - (دو پیٹہ)
فَأَخْرَقَتْهَا

وَكَسَرَتْ رُبَاعِيَّتَهُ يَوْمَئِذٍ وَجُرِحَ وَجْهُهُ وَكَسِرَتْ

الْبَيْضَةَ — سر کو ڈھاپنے والا چھوٹا سا خود — بھی ٹوٹ گیا !
 وندان مبارک شہید ہو گئے اور چہرہ انور بھی زخمی ہو گیا !
 حالانکہ میدان جنگ میں جاں نثاروں اور سرفروش مجاہدوں کے علاوہ محبوب خدا صلی
 اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے دائیں بائیں حضرت جبریل و حضرت میکائیل علیہم السلام
 بھی لڑ رہے تھے !

جیسا کہ — صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۵۲ — عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَاصٍ
 قَالَ رَأَيْتُ عَنْ يَمِينِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهِ يَوْمَ
 أَحَدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بَيَاضٌ مَارِئُهُمَا قَبْلَ وَلَا بَعْدَ —
 یعنی جبریل و میکائیل علیہم السلام حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 کہ جنگ احد کے دن میں نے دو آدمیوں کو پوری جو انمزدی سے اور بہت ہی سختی سے
 لڑتے ہوئے دیکھا وہ سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھے اور میں نے انہیں نہ ہی
 پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں

اور وہ دونوں کون تھے ؟

حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام !

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم
 اس سے محبت کرتے ہیں

جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۳۰ میں، بخاری شریف اور مسلم شریف کے حوالہ

سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ — أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أَحَدٌ
 فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ مُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ — کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اُحد پہاڑ ظاہر ہوا تو فرمایا۔
کہ یہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں!

اور — یہ جنگ اسی اُحد پہاڑ کے دامن میں لڑی جا رہی تھی۔

سوال: — جب میدان اُحد میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سات سو

کے قریب جانناز و سرفروش، بہادر مجاہد بھی موجود ہوں اور اُحد پہاڑ، نبی پاک صلی اللہ
علیہ وسلم سے محبت بھی کرتا ہو — اور حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام بذات
خود انسانی روپ دلباس میں مجاہدینِ اسلام کے ساتھ شانہ بشانہ لڑیں تو مسلمانوں
کو پہلے شکست کیوں ہوئی؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی کیوں ہوا؟

اور آپ کے دندان مبارک شہید کیوں ہوئے؟

جواب: — سید صاحبزادہ سید افتخار الحسن! —

۱۔ کہ — جب جنگ اُحد کی تیاری کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام
کی ایک مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا تھا کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے
تو اچھا ہے!

مگر گرم خون والے نوجوانوں نے اپنی بہادری، شجاعت اور جوانمردی پر ناز
کرتے ہوئے کہا کہ — نہیں! —

جنگ مدینہ سے باہر کھلے میدان میں لڑی جائے گی!

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش پیش تھے!

۲۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ۵۰
تیراندازوں کا ایک دستہ دے کر فرمایا تھا کہ اُحد پہاڑ میں جو درہ ہے اس کی حفاظت

ہر صورت میں کرنی ہے اس کو کسی صورت میں بھی خالی نہیں چھوڑنا خواہ صورتحال کیسی بھی پیدا ہو جائے تاکہ دشمن اس راستے سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور اگر کسی بھی وقت اس طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو یہ تیر انداز دشمن کو روکے رکھیں۔

مگر وہ بھی ایسا نہ کر سکے اور فتح کے بعد، مالِ غنیمت لوٹنے کے لئے درہ کی حفاظت چھوڑ کر نیچے میدان میں اتر آئے۔

ان کے دل سے یہ خیال محو ہو گیا کہ ان تیر اندازوں کو درہ کی حفاظت کے لئے کتنی سخت تاکید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کہ صورتِ حال چاہے کیسی بھی ہو تم یہ درہ ہرگز خالی نہ چھوڑنا۔

اور پھر نگاہِ نبوت جو کچھ آئندہ ہونے والا تھا اسے بھی دیکھ رہی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو خطرہ نظر آ رہا تھا وہی بہر حال ہو کر رہا۔ ادھر دشمن بھی تاک میں تھا۔ جبکہ وہ تقریباً شکست کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی اس درے کو خالی پایا اور مسلمان مالِ غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ تو خالد بن ولید نے بھاگتے ہوئے پلٹ کر اسی درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور فتح کو شکست میں بدل دیا۔

تو مسلمانوں کو بطور انتباہ بتایا گیا کہ میرے محبوب علیہ السلام کا ہر فیصلہ، میرا فیصلہ ہوتا ہے اور ان کا ہر حکم میری رضا پر مبنی ہوتا ہے۔

اور تم نے میرے رسول علیہ السلام کے دونوں فیصلوں سے روگردانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہاری فتح شکست میں تبدیل ہو گئی اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہو گئے آقائے دو جہاں کا چہرہ اقدس بھی زخمی ہوا۔

خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ اقدس پر مسلمانوں کی ان کمزوریوں اور

اور کوتاہیوں کے افسوسناک آثار نمایاں ہوئے اور آپ کے قلبِ اطہر پر گراں گزرا تو فوراً اللہ کریم نے اپنے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غم کو مٹانے اور ملال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔

وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ

اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ انہیں بخش دیا ہے اور ان کی لغزش

کے ورق پر لطف و کرم کا قلم پھیر دیا ہے!

قارئین کرام!

بات دور نکل گئی ہے۔ معاف رکھنا!۔ ذکر تو اسد اللہ الغالب۔ اللہ کے شیر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہو رہا تھا اور بات جنگِ احد کے حالات

تک جا پہنچی

مآزح النبوت اردو ص ۲ تا ۲۱۵ تک۔ میدانِ احد میں

اللہ کے شیر حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے، شیخ عبدحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”جنگِ احد میں شیرِ خدا نطلحہ بن طلحہ کے مقابلہ میں آئے جو لشکرِ کفار کا

علمبردار تھا اور مشرکین مکہ کی فوج کا سب سے زیادہ تجربہ کار اور آزمودہ جنگجو

سپاہی تھا۔ نطلحہ نے اپنی تلوار کو ہوا میں لہرایا اور یاجیل و غزنی کا نعرہ

لگاتا ہوا، اللہ کے شیر پر حملہ آور ہوا!

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حملہ کو میں نعرہ بکیر بلند کرتے ہوئے اپنی شمشیر

حیدری پر روکا۔

پھر۔ تلوار سے تلوار ٹکرائی۔ اور۔

اللہ کے شیر نے یا اللہ دیارِ رسول اللہ کے فلکِ شگافِ نعرہ سے اُحد پہاڑ کی
گھائیوں کو لرزا کر رکھ دیا۔

اور پھر ذوالفقارِ حیدری اٹھی۔ چمکی اور دشمن کے سر پر قہرِ خداوندی بن کر گری۔
نظم نے اپنی ڈھال پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار کو روکنے کی بھرپور
کوشش کی مگر ذوالفقارِ حیدری ڈھال سے اچٹتی ہوئی اس کے سر پر پڑی جو اس
کافر کا دل و دماغ چاٹتی ہوئی اس کے جسم کے دو ٹکڑے کرتی نکل گئی۔
اور پھر جب لشکرِ کفار کے ۵۰ جوانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خوفناک
انداز میں جان لیوا طریقہ سے حملہ کیا۔ تو فرمایا!

علیؑ اس خوفناک گروہ کو روکو! ان کا ارادہ مجھے خطرناک معلوم ہوتا ہے۔
اور پھر حضرت علیؑ یعنی اسد اللہ الغالب، اللہ کے شیر نے چاروں
طرف اپنی شمشیر برائے کو پھیرا۔ بانگِ چیلانی۔ پٹکھٹھایا اور فنِ حرب کا کمال دکھایا
اور شجاعت و جواں مردی کے ایسے جوہر دکھائے کہ رحمتِ دو جہاں صلی اللہ
علیہ وسلم نے انعام کے طور پر ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ

کہ میں علی میں سے ہوں اور علی مجھ سے ہے!

اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی!

وَأَنَا مِنْكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي جَاءْتُكُمْ بِالْبُرْهَانِ الْبَاطِنِ

عرشِ الہی سے ایک آواز اٹھی جو آسمانوں کی فضاؤں کو چیرتی ہوئی میدانِ

اُحد تک پہنچی۔

لَأَفْتِي الْأَعْلَىٰ - لَأَسِيفَ الْأَذْوَ الْفُقَارِ

کہ۔ دنیا میں کوئی جوان — کوئی بہادر اور کوئی جان نثار نہیں مگر سوائے علیؑ کے
اور دنیا میں کوئی تلوار نہیں، کوئی شمشیر نہیں اور کوئی تیغ نہیں مگر — ذوالفقار کے۔

یہ آواز سنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

علیؑ — جانتے ہو — یہ کس کی آواز ہے؟ —

عرض کیا — نہیں! —

فرمایا — جنت کے دربان کی آواز تھی۔

ص ۲۱۲ - اللہ کے شیر نے فرمایا کہ احد کی جنگ میں شکرِ کفار کے سولہ سپاہیوں

نے مجھ پر زہر آلود تلواروں کے وار کئے —

جن میں سے میں نے ۱۲ مہلک وار روک لئے اور چار میں گرتا رہا۔ لیکن

ایک حسین و جمیل شخص میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھاتا رہا —

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا! —

علیؑ پہچانتے ہو — وہ کون تھا؟ —

عرض کیا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کی شکل و صورت دجیہ کلبی سے ملتی جلتی ہے۔

فرمایا — ہاں! —

وہ جبریل علیہ السلام تھے جو دجیہ کلبی کی صورت میں آئے تھے۔ —

شجاعت و جواہرزدی اور قوت و طاقت کا یہ عالم کہ عرب کے بڑے بڑے بہادر

کا حوصلہ علیؑ کا نام سن کر پتہ ہو جاتا تھا —

اور انسانیت و شرافت اور تحمل اور بردباری کا یہ کمال کہ کسی مد مقابل کا پردہ

اگر میدانِ کارزار میں کھل جاتا تو اسے ہرگز قتل نہ کرتے! —

یوں تو — زمانہ نبوی میں — اسلام و کفر کی کوئی جنگ اور شرک و توحید کی کوئی

مگر ایسی نہیں جس میں اللہ کے شہر علی علیہ السلام نے اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔

یہاں تک کہ بدر کے معرکہ سے لے کر فتح مکہ تک ان کی ذوالفقار حیدری اور تیغ برآں کفار و مشرکین کی گردنیں کاٹتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

مگر۔۔۔ غزوہ خندق میں انہوں نے جس جوان مردی۔ شجاعت اور بہادری کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا، اس پر زمین والے ہی نہیں، آسمان کے فرشتے بھی تحسین و آفرین کے پھول قیامت تک برساتے رہیں گے!۔۔۔

کُفْر۔۔۔ تیس ہزار آزمودہ کار لڑاکے جوان لے کر پوری، قوت اور طاقت کے ساتھ خندق کے میدان میں اسلام کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کیلئے آیا تھا اور اس لشکر میں کُفر کی دنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن وُد بھی شامل تھا۔ جو کہ اکیلا ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

حضراتِ محرم!

یہی وہ جنگ ہے کہ جس میں لشکر کفار کے رعب و دبدبہ کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل دہل گئے تھے۔

ادھر مسلمانوں کے دل خوف سے لرز رہے تھے اور ادھر ابن وُد نے اپنے سبک زنار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور خندق کو پار کر کے لشکر اسلام کے عین سامنے آگیا۔ اور آتے ہی لکارا۔

هَلْ مِنْ مُبَارِرٍ! کہے کوئی مسلمان جو میرا مقابلہ کرے!
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کے غرور و تکبر کو دیکھا تو لشکر اسلام کی طرف نگاہ دوڑائی۔۔۔ تمام دم بخود تھے!۔۔۔

اس نے دوبارہ مبارزت کے لئے آواز دی !
کوئی ہے مسلمانوں میں سے جو میرے ساتھ مقابلہ کرے ؟
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مسلمانوں کی کیفیت کا اندازہ کیا۔
چاروں طرف خاموشی مسلط تھی اور سکوت طاری تھا !
عمر نے تیسری بار پھر سچا راتواللہ کا شیرجوش میں آگیا۔
اٹھا۔ نبی کے قدم چومے۔ دستِ رحمت کو بوسہ دیا اور
میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کی۔
اجازت مل گئی۔ اور آپ نے حضرت علی کی پیشانی کو چومنا۔ اپنا اٹامہ
علی کے سر پر رکھا اور ذوالفقارِ حیدری خود علی کے ہاتھوں میں تھمائی۔
اور فرمایا — علیؑ جاؤ خدا تمہارا جامی و ناصر ہے اور یہ کافر تمہارے
پیر ہے۔

حفیظہ جالندھری مرحوم نے کیا خوب کہا ہے —
کہ:۔ پئے تعظیم جھک کر اور ہادی کی رضا لے کر
چلا میدان میں شیرِ خدا نامِ خدا لے کر
نہ سینہ پر زہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا
فقط تلوار تھی تلوار سی مردوں کا گہنا تھا
اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا اور عرشِ اعلیٰ نے مشاہدہ کیا —
کہ دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں —
ایک حق و صداقت کے چراغ کو بجھانے کے لئے، دوسری اس چراغ
کو مزید روشن کرنے کے لئے !

ایک اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے اور دوسری بچانے کے لئے!۔

مقابلہ بڑا ہی سخت تھا —————

وہ سپیکر کفر و طغیان تھا اور علیؑ مجسمہ دین و ایمان تھا —————

ابن وُد کو اپنے ساز و سامان پر ناز تھا اور علیؑ کو اپنی قوتِ ایمان پر فخر تھا۔

فولادی تلواروں کی جھنکار۔ آبدار شمشیروں کی چمک اور آہنی ڈھالوں کی کھڑ

کھڑاہٹ نے خندق کی زمین ہلادی۔ —————

اور عین اس وقت جبکہ دونوں بہادر، اپنی اپنی بہادری شجاعت اور فنون

سپاہ گری کے جوہر دکھلا رہے تھے۔ — آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

نگاہ اٹھائی —————

میدان کارزار کا نقشہ دیکھا اور حضرت علیؑ کی جنگ کا انداز ملاحظہ فرمایا۔

تو زبان نبوتؐ کی حوصلہ بخش آواز فضا نے آسمانی میں گونج اٹھی۔

بَرَزَ الْإِيمَانَ كُلَّهُ مَعَ الْكُفْرِ كُلِّهِ -

کہ مکمل ایمان، مکمل کفر سے لڑ رہا ہے! —————

مکمل ایمان حضرت علیؑ تھے اور مکمل کفر عمرو بن وُد تھا! —————

— e — ہو حلقہٴ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

اور رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

عمروؓ نے تلوار اٹھائی — علیؑ نے شمشیر چلائی۔ اس نے پکارا۔ اُس

نے لکارا —————

وہ جوش میں تھا ————— یہ ہوش میں تھا! —————

وہ غصہ میں تھرا رہا تھا ————— یہ حوصلہ میں مسکرا رہا تھا۔

اور پھر ایک دوسرے پر وار پر وار اور حملے پر حملے ہونے لگے۔

اُس نے کپٹی ماری — اس نے توڑا دیا۔

اُس نے بازو بند چلایا — اس نے ڈھال پر روکا۔

عمر و بھی بہادر و جرار تھا — اور عسلی بھی حیدر کر رہا تھا۔ اُس نے

بانک ماری — اس نے روک لی۔ داؤ پر داؤ لگایا جا رہا تھا۔ ہر گھات

ایک دوسرے کو موت کی وادی میں دھکیلنے کے لئے لگائی جا رہی تھی۔

مگر کامیابی ابھی کسی کے مقدر میں نظر نہیں آرہی تھی —

پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آکر ضربِ حیدری لگائی جو اس قدر بھڑپڑ

تھی کہ اسے روک لینا عمرو بن ود کے بس کا روگ نہ تھا۔ وارکاری پڑا وہ زخمی

ہو کر گرا حضرت علیؑ نے اسے دوبارہ سمبھلنے کا موقع ہی نہ دیا —

اور اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے —

اسلام کی فتح کا نعرہ بلند ہوا — جھنڈا ہوا میں لہرایا اور اسلامی لشکر میں

خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی —

اللہ کے شیر — کے ہاتھوں، اسلام کو کفر پر اور توحید کو شرک پر فتح

حاصل ہوئی۔ حق نے باطل پر غلبہ پالیا — شرافت کو وحشت پر برتری

حاصل ہوئی اور انسانیت نے بربریت کو خندق کے میدان میں ذلت آمیز شکست

دے کر اسے دفن کر دیا —

اور پھر اللہ کے شیر — حضرت علیؑ علیہ السلام کو اس شجاعت اور بہادری کا

سب بڑا انعام۔ تمغہ دربارِ نبوت و رسالت سے یہ ملا کہ! —

مَنْزِبَةٌ عَلَيَّ يَوْمَ الْخُنْدِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ .

کہ ”حضرت علیؑ کی جنگ جو انہوں نے غزوہ خندق کے دن لڑی
دونوں جہانوں کی عبادت سے افضل ہے!“

مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۳۴ شیخ عبدالحق محدث و محقق دہلویؒ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —————

لِمُبَارَزَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ أَفْضَلُ مِنْ أَعْمَالِ
أُمَّتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ -

کہ خندق کی جنگ میں علیؑ ابن ابی طالب کا لڑنا میری امت کے قیامت
تک کے نیک اعمال سے افضل ہے۔“

تفسیر کبیر جلد دوم ص ۳۰۱ - امام رازی رحمۃ اللہ علیہ - بنی پاک صلی اللہ علیہ
وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ غزوہ خندق میں عمرو بن ود سے لڑتے وقت
تم کیا محسوس کر رہے تھے؟ —————

جواب دیا ————— یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

لَوْ كَانَتْ أَهْلُ الْعَرَبِ فِي جَانِبٍ وَأَنَا فِي جَانِبِ الْآخَرِ
لَقَدَرْتُ عَلَيْهِمْ -

کہ — اگر لوہے کے بہادر ایک طرف ہوتے اور میں اکیلا ایک طرف ہوتا، تو
میں ان پر غالب آجاتا —————

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ اللہ کے شیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے سچ کہا تھا کیونکہ جب وہ —————

شاہ مرداں - شیرزیداں اور قوت پروردگار ہیں —————
تو پھر ان کے لئے تمام اہل عرب کے ساتھ اکیلے لڑنے میں کوئی مشکل تھی!

علامہ اقبال مرحوم سے

کبھی سرمایہ منبر و محراب

کبھی مولا علی خیمبر شکن عشیق

اور

اور

تری خاک میں ہے شرر اگر تو خیال فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

قارئین کرام!

اسلامی جمہوریہ پاکستان نے فوج کا سب سے بڑا اعزاز نشانِ حیدر

بھی علی المرتضیٰ علیہ السلام کی قوت و طاقت اور ہر میدانِ جنگ میں ان کی شجاعت

بہادری اور جواں مردی کے عظیم کارناموں کی وجہ سے فوجی جوانوں کو دینے کا

پر وگرام بنا رکھا ہے۔

پھر بھی سبے ادب اور گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ کو مشکلاکشانہ کہو!

ایسے عیار لوگوں کو سید افتخار الحسن جواب دیتا ہے۔ کہ

اؤ بتاؤں تمہیں میں شانِ حیدر

اس جہاں سے اونچا ہے جہاں حیدر

آج بھی جنگ میں اعزازِ کمالِ جرات

مرد میدان کو ملتا ہے نشانِ حیدر

ہاں! — ہاں! — وہی اسد الغالب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ

شیر خدا، جنہوں نے اپنے آقا و مولا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو

دیکھتے دیکھتے عصر کی نماز قضا کر دی تھی اور پھر نماز ادا کرنے کیلئے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی انگلی کے ایک اشارے سے ڈوبا ہوا سوزح واپس پلٹ آیا تھا۔!

_____ بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

_____ عسلی نماز؟

عرض کی۔! —

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں —!

نگاہوں کی قضا میں کب ادا ہوں!

_____ اس لئے کہ

_____ — زمیں پر عرش اعلیٰ کے نشان معلوم ہوتے تھے

عسلی کی گود میں دونوں جہاں معلوم ہوتے تھے

_____ اور۔ جب ہر طرف سے آوازیں آئیں

_____ نماز!

_____ جواب دیا!

_____ نماز والا میری بھولی میں ہے!



حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲)

اسلامی شکر کا یہ اللہ کا وہ شیر ہے کہ جس نے اپنی قوتِ ایمانی — اپنی شجاعت اور جواں مردی کے جوہر دکھاتے ہوئے اس زمانہ کی سپر پاور ایران کی سلطنت کے خلاف قادیسیہ کی جنگ میں فتح حاصل کر کے مدائن کے قلعہ پر اسلام کی عظمت کا پرچم لہرایا !

حالانکہ اس وقت ایرانی لشکر میں جالینوس جیسا بہادر، بہمن جیسا

شہ زور اور رستم جیسا طاقتور سپہ سالار موجود تھا۔

مگر اسلام کی تاریخ کا یہ ایک روشن باب ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمان افروز خلافت کا دلکش دور تھا اور شکرِ اسلام کے سعد بن ابی وقاص جیسے جانثار — عبید اللہ بن جراح جیسے بہادر — ربیع بن العلی جیسے جواں مرد اور عاصم بن عمر جیسے سرفروش جرنیل اور اللہ کے شکر شامل ہوں تو پھر دنیا کے ہر خطے میں خدا کی توحید، رسول کی رسالت اور اسلام کی عظمت کے پھر ریے کیوں نہ لہرائیں

قارئین کرام! — یہ وہی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں!

جنہوں نے جنگِ اُحد میں اسلام کے گلستان کی حفاظت و پاسبانی کرتے ہوئے

شکر کفار کی طرف پہلا تیر پھینکا تھا — اور پھر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا —

اَرْمِ يَا سَعْدُ — فِدَاكَ ابْنِي وَ اُمِّي -
کہ اے سعد تیر چلائے جاؤ۔

میرے ماں باپ تم پر قربان۔“

بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۷ - حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ

عنه فرماتے ہیں کہ

” میں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں۔

جَمَعَ لِي الْبَنِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوَيْهِ يَوْمَ أَحَدٍ -

کہ میرے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو جمع کیا۔

فِدَاكَ ابْنِي وَ اُمِّي ! —

ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۱۶ - حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قَالَ عَلِيٌّ — کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ! —

مَا جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاهُ وَ اُمَّهُ لِأَحَدٍ

إِلَّا لِسَعْدٍ — کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی اور کے لئے اپنے ماں باپ

کو جمع نہیں کیا

عَنْ قَيْسِ بْنِ رَضِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ — أَنَّ الْبَنِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللَّهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ ! —

کہ۔ اللہ کریم جب بھی کبھی سعدؓ تجھ سے کوئی دعا مانگے تو اسکی دعا کو
ضرور قبول فرمالینا

بخاری شریف میں ہے۔

حاشیہ ۱۳ میں۔ وَكَانَ مَشْهُورًا بِاسْتِجَابَةِ الدُّعَاءِ

کہ۔ یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔
صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود
ان کے لئے دعا فرمادی تھی تو پھر وہ مستجاب الدعوات کیوں نہ ہوتے! —
جنگِ قادسیہ کی تیاری کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی تاکہ قادسیہ کے ارد گرد کے حالات کا جائزہ لیکر
میدانِ جنگ کا نقشہ تیار کیا جائے اور اسلامی لشکر کا سپہ سالار منتخب کیا جائے۔
نقشہ تیار ہو گیا تو سپہ سالاری کے لئے قرعہ اندازی کی گئی۔ جو حضرت
سعد بن ابی وقاص کے نام نکلا۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ لڑنے سے قبل ایران کے بادشاہ
یزدجرد کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔
حضرت عاصمؓ — ایران کے شاہی دربار میں پہنچے! — دعوتِ اسلام
دی — خدا کی توحید کا راستہ بتایا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا
پیغام سنایا۔

یزدجرد سن کر آتشِ غضب میں بھڑک اٹھا اور غضبناک ہو کر دھاڑا۔
کون ہے تمہارا — اللہ! —
عاصمؓ — جس کے دستِ قدرت میں فتح و شکست ہے، ہر وقت

یزدجرد — کون ہے تمہارا رسول؟ —
 عاصمؓ — جن کی ولادت باسعادت کے وقت ایران کا آتشکدہ
 خود بخود ٹھنڈا ہو گیا تھا! —

یزدجرد — کیا ہے تمہارا اسلام؟ —
 حضرت عاصمؓ — جو محبت، اخوت اور شفقت کا درس دیتا ہے!
 یزدجرد — یہاں کیوں آئے ہو؟ —
 حضرت عاصمؓ — کفر و شرک کے اندھیروں میں اسلام و توحید کے چراغ
 جلانے کے لئے! —

یزدجرد — ہماری طاقت و قوت اور شان و شوکت کو جانتے ہو؟
 حضرت عاصمؓ — ہمیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم تو اس طاقت و
 قدرت کو جانتے جس کے حکم کے مطابق ہم ہر کام کرتے ہیں جو پوری کائنات کا خالق و
 مالک ہے اور بدروحین میں کفر ہمارے مقابلے میں اگر اس کی طاقت دیکھ چکا ہے!
 یزدجرد — بھڑک کر — اور حقارت سے! —

اگر سفیر کو قتل کرنا آدابِ سفارت کے خلاف نہ ہوتا تو آج ایران کے شاہی دربار
 کے خوبصورت قالینوں پر تمہارا خون بہتا نظر آتا —

اور یہ لو — ایران کی سرزمین کی خاک — اور اپنے سروں پر ڈال لو!
 حضرت عاصمؓ — خوشی سے بھومتے ہوئے، حضرت سعدؓ کے پاس آئے۔
 اور خاک کا ٹوکرا — ان کے آگے رکھ دیا اور فرمایا! —

فتح ایران کی آپ کو مبارک ہو!

پوچھا — وہ کیسے؟

جواب دیا !

شہنشاہ ایران نے خود ہی اپنے وطن کی مٹی ہمارے حوالے کر دی ہے!
 ایرانی لشکر — دنیا کے مشہور پہلوان رستم کی سپہ سالاری میں ڈیڑھ
 لاکھ آہن پوش مسلح نوجوانوں کے ہمراہ میدان جنگ میں اُتر آیا —
 فوج کا ہر دستہ جنگی ہاتھیوں کی دیوار سے محفوظ کیا گیا تھا۔ ہر سوار اور پیدل
 زرہ پوش اور فولاد و آہن میں غرق۔ پیدل آہن پوش جوانوں کو آپسمیں فولاد کے
 زنجیروں سے قطار در قطار باندھ دیا گیا تھا کہ وہ نہ بھاگ سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں
 اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف بیس ہزار جاتناز و سرفروش
 ہر مجاہد شہادت کا متوالہ۔ ہر جوان کفن بردوش اور تمام — اللہ کے شہید —
 اپنے برق رفتار عربی گھوڑوں پر سوار موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے لئے تیار۔
 طبل جنگ بجاتے ہی — گھمان کارن پڑا۔ دونوں کے جوانوں نے اپنی
 جنگی چالوں کو آزمانا شروع کر دیا۔ تیر اندازی اور شمشیر زنی کے جو ہر دکھائے جانے
 لگے۔ — ایرانی افواج کے سپاہی آہن پوش اور بھاری اسلحہ
 رکھنے کی وجہ جلدی حرکت نہ کر سکتے لیکن انہیں پیچھے دھکیلنا اور ضرب کاری لگانا
 بھی بہت مشکل تھا۔

ایرانیوں نے ایک نئی چال چلی —
 ہاتھیوں کی دیوار اور ان کے پیچھے آہن پوش دستوں کو آگے بڑھایا۔
 یہ صورتحال مسلمان سواروں کیلئے مصیبت ثابت ہوئی اور سدر سکندری بن گئی۔
 عربی گھوڑوں نے یہ بلائے ناگہانی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی وہ ہاتھیوں کو سامنے
 دیکھ کر اپنے سواروں سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہ ایک انتہائی نازک اور سنگین

صورت حال تھی اور اسلامی لشکر کے لئے اس سدِ سکندری کو توڑنا دشوار نظر آتا تھا۔
 لیکن — اللہ کا ایک شیر حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگی
 نقطہ سمجھ آیا۔ انہوں نے جنگی ہاتھیوں کے دستے کے سردار سفید ہاتھی کی سونڈ
 پر اپنی شمشیر کا ایسا بھر لپور وار کیا کہ اس کی سونڈ ٹک کر نیچے جا گری —
 سونڈ کا کٹنا تھا کہ وہ سردار ہیچے مڑ کر اپنے ہی سپاہیوں کو کچلنے لگا۔
 اور ہاتھی میدان میں چنگھاڑنے لگے۔ مگر حضرت قعقاع کے اس حربے کی تقلید
 بہت سے مجاہدوں نے کی، مسلمانوں نے بڑھکر ہاتھیوں کے سونڈ کاٹنے شروع کر دیئے
 مسلمان تیراندازوں نے بھی ہاتھیوں کی سونڈ اور مستکوں پر تیراندازی شروع کر دی۔
 بس پھر کیا تھا۔ ایرانی ہاتھی اپنے ہی لشکریوں کو روندنے لگے —
 ایران کا وہ پہلوان رستم — جس کے نام کی نسبت سے پہلوانی کے اکھاڑے
 میں رستم کا خطاب چلتا ہے۔ کوئی رستم ہند کہلاتا ہے اور کوئی رستم پاکستان — کسی
 کو رستم ملتان کا اعزاز ملتا ہے تو کوئی رستم گوجرانوالہ —
 لیکن سید افتخار الحسن کہتا کہ یہ کتنے فخر کی بات ہے کہ رستم زماں کا خطاب
 ایک مسلمان کو دیا گیا —
 اور وہ تھا غلام محمد عرف گاماں پہلوان، جس نے لندن میں ہونے والے
 عالمی ڈنگل میں انگریز پہلوان زبسکو کو پچھاڑ کر رستم زماں کا اعزاز حاصل کیا۔
 اس ایرانی پہلوان رستم کے مقابلہ میں ایک مسلمان شمشیرزن ہلال بن علقمہ
 مبارزت کے لئے میدان میں اترے —
 میدان جنگ گرم ہوا — آتشیں پہاڑ ٹکرائے — اسلام و کفر گتھم گتھا
 ہو گئے۔ بھر لپور چلا شروع ہو گیا۔ اور اللہ کے شیروں نے ایران کے ہاتھیوں کی

اس دیوار کو توڑنے کے لئے ایک انوکھی تدبیر سوچی کہ اپنے اونٹوں پر سیاہ بھاری
ڈال دیں اور پھر وہ اونٹ خوفناک کالے پہاڑ کی صورت اختیار کر گئے۔
ایرانی ہاتھیوں کے لئے یہ بھی ایک ہیبت ناک صورت حال تھی اور ایرانی
گھوڑوں کے لئے دہشتناک! —

گھوڑے ڈر کر بدکنے لگے اور اپنے ہی سواروں کو گرانے لگے۔
اور ہاتھی خوفزدہ ہو کر پیچھے پلٹنے لگے اور اپنے پیادوں اور آہن پوشوں کو اپنے
پیروں کے نیچے مسلنے لگے۔

اللہ کے شیروں نے ایرانی جنگی ہاتھیوں کی مضبوط سد سکذری کو جنگی چال،
فنی مہارت، عقلمندی و خدا کی تائید و حمایت سے توڑ کر اگلے دن بھر پور حملہ کر دیا۔
دونوں طرف سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ نیزوں کا مہینہ برسنے لگا۔
اور فولادی تلواروں کی جھنکار سے قادیسیہ کا میدان خون سے میراب ہو گیا! —

ایران کا مشہور جنگ جو پہلوان ہرمز میدان میں اُترا۔ اور۔ لکارا!
کوئی مسلمانوں میں ہے جو میرے مقابلہ میں آئے۔

اللہ کے شیروں کے لشکر سے حضرت غالب بن عبداللہ اسدی میدان میں
نکلے اور آتے ہی ایرانی پہلوان پر کمند ڈال کر زنجیروں سے جکڑ کر قابو کر لیا۔
تیسرے روز دونوں لشکر تازہ دم ہو کر میدان جنگ میں بچھے ہوئے تیروں
کی طرح اُترے! — اور کفر و اسلام کی فیصلہ کن جنگ کا آغاز ہو گیا۔ حق و باطل
کا خونین معرکہ شروع ہوا اور نیکی و بدی کا آخری تصادم حشر برپا کئے ہوئے تھا۔
آخر کار۔ اللہ کے شیروں کا مقابلہ۔ ایرانی جنگ جو نہ کر سکے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ایرانی پہلوان رستم زخمی ہو کر میدان سے بھاگ نکلا جس کا تعاقب

حضرت ہلال بن علقمہ نے کیا — اور رستم کو جالیاجیکہ وہ ایک نہر عبور کر رہا تھا، حضرت ہلال نے رستم پر برہمچھے کا وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ دی اور لڑکھڑاتا ہوا، نہر میں جاگرا۔ حضرت ہلال نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور اسکو نہر سے باہر نکال کر جہنم رسید کر کے چھوڑا۔

اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اسلامی پرچم ایرانی سرزمین پر لہرانے لگا اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا ہو گیا کہ یزدجرد نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک ہمارے حوالے کر دیا ہے۔

قادسیہ کی زمین نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی —

حضرات محترم! — یہی وہ جنگ ہے جس میں حضرت عبید اللہ بن جراح نے دریائے فرات کو عبور کرنے کے لئے اپنا گھوڑا دریا کی لہروں میں ڈال دیا تھا۔ اور پھر پوری اسلامی فوج نے ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے تھے لیکن ان کے گھوڑوں کے سُم بھی گیلے نہیں ہوئے تھے۔!

اور پھر — حضرت عبید اللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ برائے سے ایرانی فوج کے ہراول کو الٹ کر رکھ دیا جو کہ خوفناک ہاتھیوں پر مشتمل تھا! —

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ کی جنگ کی فتح کا پیغام پیغام رساں کے ذریعہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال کیا۔

ادھر امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس جنگ قادسیہ کے بارے میں بڑی تشویش تھی آپ روزمرہ کے فرائض سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ سے باہر آ کر اس جنگ کا احوال معلوم کرنے کے انتظار کرتے۔

آخر ایک روز حضرت سعد کا بھیجا ہوا قاصد ایران کی فتح کی خبر لے کر آن پہنچا! وہ حضرت عمر کو نہیں جانتا تھا۔

امیر المومنین نے پوچھا! — تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ —

قاصد نے جواب دیا — سعد بن ابی وقاصؓ کا قاصد ہوں اور قاصد یہ
کی جنگ کی فتح کی خوشخبری دینے کے لئے امیر المومنین کی خدمت میں جلد از جلد
پہنچنا چاہتا ہوں —

آپ نے فرمایا — پورے حالات بیان کرو! —
اور قاصد کے گھوڑے کی رکاب پکڑ لی!

قاصد تفصیل بتاتا جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ ساتھ
ہی دوڑتے جاتے تھے! —

مدینہ پاک کی مقدس سرزمین میں داخل ہوئے تو قاصد نے دیکھا کہ لوگ
قاصد کی رکاب تھامنے والے کو امیر المومنین کہہ کر مخاطب ہو رہے ہیں، تو وہ ڈر
کے مارے خوفزدہ ہو کر کانپنے لگا اور گھوڑے نیچے اترنے لگا — مگر حضرت عمر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! —

بھائی کوئی بات نہیں، ایران کی فتح کی خبر سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں
تمہیں یہ بتلانا ہی بھول گیا کہ

”میں ہی امیر المومنین عمر ہوں“

علامہ اقبال مرحوم — کہتے ہیں

تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں سے! —
خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں!
دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں!
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جیتی تھی جہاں انداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے تو، سم چھاؤں میں تلواروں کی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

خالد بن ولید

○
عناصر اس کے ہیں رُوح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسنِ طبیعت عرب کا سوزوں دروں

○
انہ کی ماں نے ان کو کسی اچھے وقت اور اچھی ساعت میں جنم دیا تھا کہ جب تک
اسلام کے مقابلے میں کفر کی حمایت میں لڑتے رہے تو بھی کبھی شکست نہ کھائی اور پھر جب
کفر کے مقابلے اسلام کی عظمت و سر بلندی کے لئے میدانِ کارزار میں اترے تو بھی مقدر نے
انہیں ہمیشہ ہر میدان میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت سے شاد کام کیا۔ اور یہ تاریخِ اسلام
کا وہ جہڑی، جو امزد اور شیر دل مجاہد اور سپہ سالار ہے کہ جسے خود لسانِ نبی رحمت آقا و مولا
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَیْفُ اللّٰہِ (اللہ کی تلوار) کا خطاب
عطا فرمایا۔

اسلام کی نکر کفر سے۔ حق و باطل کی لڑائی اور نیکی و بدی کی جنگ، جو جنگِ موتہ
کے نام سے مشہور ہے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شجاعت اور
جو امزدی کے لیے جو ہر دکھائے کہ عیسائیت کی دنیا کا نپ اٹھی۔
اور یہ وہی جنگ ہے جس میں لشکرِ اسلام کے سپہ سالار کا انتخاب نبی کریم علیہ السلام
نے خود کیا تھا۔ اسلام کا لشکر تیار ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

کہ میں زید بن حارث کو اس لشکر کا امیر مقرر کرتا ہوں اور اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر سالار اعظم حضرت جعفر طیار بن ابی طالبؓ کو بنا لینا۔ اور اگر حضرت جعفر شہادت پا جائیں تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اپنا علمبردار چن لینا۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جس کو تم پسند کرو، اپنا امیر منتخب کر لینا۔

اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ترتیب علم نبوت اور نگاہ نبوت کا ایک لاجواب اعجاز ہے کہ جنگ موتہ میں یہ سارے حضرات اسی صورت و ترتیب سے شہید ہوئے جس ترتیب سے زبان نبوت سے بیان ہوئے تھے۔

یہ خدائی یلغار لشکر اسلام کی صورت میں مدینہ منورہ سے روانہ ہوئی۔ فضائے آسمانی اللہ اکبر کی پر جوش آواز سے گونج اٹھی اور مدینہ منورہ کی مقدس خاک کے ذروں نے اسلام کے ان بہادروں غازیوں کے قدم چوم لیے۔ روانہ ہوتے... وقت مسلمانوں نے ان کی فتح و نصرت اور صحیح و سلامت واپس آنے کی دعائیں مانگیں۔ لیکن عبداللہ بن رواحہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

اور وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے یہ دعائے دی جائے کیونکہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جانا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن میں دربار خداوندی میں سرخرو ہو جاؤں اور میری قبر سے گذرنے والے مسلمان یہ کہیں کہ مرحوم اللہ کی راہ میں خوب لڑا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیرکمان اسلام کا یہ لشکر تکبیر کے نعروں کی گونج میں روانہ ہوا تو فرشتوں نے جھک جھک کر نظارہ کیا۔ جنت کے حورو و غلمان نے بڑھ بڑھ کر یہ منظر دیکھا۔ خلد بتریں کے رضوان نے مبارکبادی اور خود خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول دیئے۔!

اس لئے کہ اس لشکر کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وداع کرنے کے لئے

ساتھ ساتھ تشریف لیجا رہے تھے۔ یہ خدائی یلغار قدم بڑھاتی ہوئی اور منزل بہ منزل طے کرتی ہوئی اور زمین کے فاصلے کو اپنے برق زقار گھوڑوں سے طے کرتی ہوئی اور دریاؤں کے طوفانی سینوں کو چیرتی ہوئی موتہ کے میدان میں جا اتری۔

اسلام کے اس بہادر لشکر کی تعداد صرف تین ہزار تھی اور مقابلے میں اسلام کے دشمن عیسائیوں کی تعداد دو لاکھ سے تقریباً ۵ لاکھ تک تھی۔
ادھر توحید کے فرزند تھے۔ اور۔ ادھر تثلیث کے بیٹے جو تین خداؤں کہانتے تھے۔ ادھر حق کے پرستار تھے۔ اور۔ ادھر باطل کے علمبردار۔ ادھر دین کے شیدائی اور ادھر دنیائے عیسائی۔
دشمن کی فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی دیکھ کر مسلمان نے حضرت زید کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ سے اور غازی منگولیں۔

لیکن زید کو یہ مشورہ پسند نہ آیا اور جوش میں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔

اے ایمان والوں تم حق کے پرستار ہو اور حق کی سر بلندی کے لئے لگھروں سے نکلے ہو اور تم اللہ کے سپاہی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہو اور تم تو شہادت کی آرزو لے کر آئے ہو۔ اور اگر نبی کریم علیہ السلام کو منظور ہوتا تو وہ اس لشکر کی تعداد زیادہ بھی کر سکتے تھے۔ اس لئے جتنی تعداد حضور علیہ السلام نے مقرر کی ہے، میں اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اٹھو! ہمت کرو اور اللہ کا اور اسکے رسول پاک کا نام لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑو، اور انشاء اللہ فتح اسلام کی ہوگی۔

بس پھر کیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر نے فوجان مجاہدین توحید

اسلام کے دلوں میں جوش و ولولہ بھر دیا۔ ان میں آگ لگادی، انہوں نے اپنی تلواریں

سوت لیں۔ اللہ اکبر کی پرجوش اور پر مہیت آواز نے موتہ کے میدان اور دشمن کی ٹڈی
دل افواج کے دلوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

اور پھر اسلام و کفر کے لشکر۔ حق و باطل کی فوجیں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے
لڑاکے میدان کارزار میں اتر آئے۔ تلواریں میانوں سے نکلیں۔ جیسے بجلی کو ندرتی ہے۔
تیز کمالوں سے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موتہ کا میدان حق و باطل کے شعلوں کی لپیٹ میں
آگیا اور تین ہزار مسلمان دو لاکھ عیسائیوں میں گھس گئے۔ تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی
مہر مارنے لڑائی کی آگ کو بڑھکا دیا۔ پورا میدان شعلہ جو الہ بن گیا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے
دشمن کی صفوں میں تیر بن کر گھس گئے۔ تلوار بجلی کی طرح گرتی اور دشمنوں کے سروں کو دھڑوں
سے الگ کرتی ہوئی دوسری طرف جانکلتی۔ دشمن کی صفوں پر صفیں اٹاتے ہوئے جوشِ جہاد
میں مصروف عیسائیوں کو خون میں تڑپاتے بہت دور تک چلے گئے۔ بالآخر اکیلے ہزاروں
دشمنوں کے زرعے میں آگے۔ دشمنوں نے انہیں اکیلا پا کر ان پر حملہ کر دیا اور وہ غفلت
کی پاسبانی کرتے ہوئے اور حق کی سر بلندی کے لئے بے شمار زخم کھانے کے بعد شہید ہو گئے۔

از۔ شواہد النبوت اردو ص ۱۹۲ - مدارج النبوت جلد ۲ اردو ص ۲۵۳

ادھر موتہ میں حضرت زید بن حارث شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ غلاموں نے سبب پوچھا!

تو آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ حضرت زید شہید ہو گئے۔

ادھر حضرت زید بن حارث شہید کا جھنڈا گرنے ہی والا تھا کہ حضرت جعفر بن ابی
طالب نے فوراً آگے بڑھ کر علم سنبھال لیا۔ اور پھر پھرنے ہوئے شیر کی طرح گرجتے ہوئے

دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور پھر اپنی شمشیر زنی کے وہ جوہر دکھائے کہ عیسائیوں پر مہیت طاری
پھو گئی۔

لیکن دشمن کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا جتنے قتل ہوتے تھے اس سے زیادہ تازہ دم دشمن کے سپاہی ان کی جگہ آن لیتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ نے جوش میں آکر اپنے ہی گھوڑے کی کانچیں کاٹ ڈالیں اور پھر پیدل ہی لڑنے لگے۔ وہ جدھر کو منہ کرتے دشمنوں کی صفوں کو اُلٹتے چلے جاتے اور دشمن کاٹی کی طرح چھٹ جاتے اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی شمشیر ابدار عیسائی فوجیوں کے سر کیوں ان کے جسموں سے الگ کر کے اچھالتی گزر جاتی۔

اس طرح بہادری اور بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے ان کے اپنے جسم پر انٹی سے زیادہ مہلک زخم آچکے تھے لیکن آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی میں کوئی بھی فرق نہ آیا تھا۔ اور آتا بھی کیوں؟

اس لئے کہ ہاشمی شیر تھے اور اسد اللہ الغالب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کے بھائی تھے اور اس علیؑ کے بھائی تھے کہ جس نے کبھی مرحب و عنتر کو بچھاڑا اور کبھی خیبر کے آہنی قلعے کو اکھاڑا۔ اور جس کی تلوار کبھی احد کے میدان میں چمکی اور کبھی بدر کے ریکستان میں بجلی بن کر دشمنوں پر گری۔ اور جس نے اپنی بہادری شجاعت اور جرات کے صلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ تمغہ جرات حاصل کیا تھا:۔

لَا فِتْنَةَ إِلَّا عَلَيَّ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْمَقَارِ

حضرت جعفرؓ گھوڑے سے اتر کر پایہ پا لڑتے رہے تھے، اور ایسے لڑے کہ عیسائیت کی دنیا لرز گئی۔ آخر کار آپ کے دائیں بازو پر تلوار لگی۔ بازو کٹ گیا، قریب تھا کہ پرچم توحید سرنگوں ہو جاوے، انہوں نے بائیں ہاتھ سے تھام لیا، لڑتے ہوئے وہ بھی کٹ گیا لیکن اسلام کے جھنڈے کو بھکنے نہ دیا اور کٹے ہوئے بازوؤں کے تسموں سے تھام لیا۔ لیکن اب یہ اللہ کا شیر اور خدائی یلغار کا مجاہد دشمنوں سے نڈھال ہو چکا تھا۔

دشمنوں نے زخمی اور نڈھال شیر کے گرد گھیر ڈال لیا۔ اور تلواروں اور نیزوں سے اس ہاشمی شیر کو پھیلنی کر دیا۔ بالآخر یہ شہید ہو گئے۔ مگر سینکڑوں زخموں میں سے ایک زخم بھی آپ کی پشت پر نہ تھا۔

ادھر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موتے میں شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں بنی کریم علیہ السلام کی آنکھیں پھر اشکبار ہو گئیں۔

غلاموں نے پھر اس کا سبب پوچھا!

تو فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو گئے ہیں اور جعفر کے شہید ہونے پر پرچم اسلام کرنے ہی والا تھا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ نے فوراً آگے بڑھ کر اسلامی پرچم کو بلند کر دیا۔

وہ نشہ شوق شہادت کی سرستی میں میدان میں آتے ہیں اور دشمنوں کی دھجوں میں مردانہ وار گھس گئے اور ان کی تلوار بجلی کی تیزی کے ساتھ دشمنوں پر جا پڑی جس سے عیسائیوں کی گردنیں ہوا میں اڑتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ زخم پر زخم لگتے گئے لیکن وہ شہادت کے شوق میں آگے ہی بڑھتے گئے اور آخر ایک نیزہ ان کے سینے کے آریا ہو گیا اور وہ یہ آواز دے کر بیہوش ہو گئے۔

کہ مسلمانوں اسلام کے پرچم کو گرنے نہ دینا اور یہ شہنشاہ کونین علیہ السلام کا منتخب کیا ہوا لشکر اسلام کا بہادر سپہ سالار بھی شہید ہو گیا۔

ادھر حضرت عبداللہ شہید ہوئے اور ادھر حضور علیہ السلام کی آنکھوں میں پھر آنسو آگئے غلاموں نے اس کا بھی سبب پوچھا تو فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہونے پر پرچم اسلام سرنگوں ہونے ہی والا تھا کہ حضرت ثابت بن اخرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے نشان کو تھام لیا اور بلند آواز سے فرمایا مسلمانوں فوراً اپنا امیر چن لو۔ لشکر اسلام سے جواب آیا کہ ہم آپ کو ہی اپنا امیر بناتے ہیں مگر انہوں نے فرمایا چونکہ میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا اسلئے میری رائے ہے کہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا امیر چن لیا جائے کیونکہ وہ ہی اس نازک گھڑی میں اسلام کی مدد کر سکتے ہیں۔

اور پھر تمام مجاہدین نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا سپہ سالار منتخب کر لیا۔ ادھر موتہ کے میدان میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی خطرناک حالات میں حق و باطل کی خوفناک جنگ میں لشکر اسلام کے کمانڈر مقرر ہوئے تو ادھر مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلاموں سے فرمایا کہ

اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا پرچم تھام لیا ہے جو اللہ کی تلوار ہیں اسلئے اب اسلام کی فتح انشاء اللہ ضرور ہوگی۔

علم نبوت اور نگاہ رسالت کے قربان! کہ کس انداز سے جنگ موتہ کی پل پل کی خبر دے رہی ہے اور کس شان سے موتہ کے میدان کے ایک ایک پہلو، ایک ایک جان، ایک ایک زخم اور ایک ایک غازی اور شہید کی اطلاع دی جا رہی ہے۔

حضرت خالد بن ولید نے پرچم توحید سنبھالتے ہی، خدا و رسول کے باغیوں پر اور دین اسلام کے دشمنوں پر پھر کھمبلہ ایسی جنگی چالوں کو ترتیب دے کر کیا کہ دشمن کا ٹڈی دل لشکر گبھرا کر رہ گیا۔ پھر مجاہدین اسلام اس جو انمزدی سے لڑے کہ، عیسائیت کی دیواریں لرز کر رہ گئیں۔

ان کی قیادت میں اسلامی لشکر میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا اور مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان جہاں توڑ کر لڑے کہ جنگ فیصلہ کن مرحلہ مرحلہ میں داخل ہونے کو معنی کہ رات کے اندھیرے نے میدان جنگ پر اپنی سیاہ

چادر پھیلا دی۔

اور اس طرح اس روز جنگ کا فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔

اگلی صبح ہوئی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کے شیر دل مجاہدوں کی ترتیب اس انداز سے کی کہ لشکر دستوں میں سے کچھ دستوں کو شمال اور جنوب کو بھیج دیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ جب بھی اللہ اکبر کا نعرہ لشکر سے بلند ہو تو شمال کی طرف سے خود بھی نعرے لگانا ہو اعلان اور ہو جائے۔ اور اسی جنوب والے دستے کریں۔ یہ ایک بہترین جنگی چال تھی۔

دوران جنگ یہ چال بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ صبح جب اعلان جنگ ہو گیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں پر اس قدر شدت سے حملہ کیا کہ دشمن باوجود کثرت میں ہونے کے مسلمان مجاہدوں سے زبردندانہ ہو چکے تھے لیکن جیسے جنگ نے زور پکڑا تو شمال کی طرف سے ایک دستہ اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے عیسائیوں پر حملہ ہو گیا۔ اس طرف لڑنے والے مجاہدین نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر جواب دیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر عیسائیت کے لڑاکوں کی حالت عجیب ہو گئی انہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو مجاہدین کی نہیں ملک امداد کے لئے پہنچ گئی ہے۔ ادھر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کرنے شروع کئے ادھر حملے میں شدت آگئی۔ دوسری طرف چاروں اطراف سے حضرت خالد بن ولید کی جنگی چال کے مطابق مسلمان مجاہدین کے دستے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے عیسائی دستوں پر شاہینوں کی جھپٹے۔ اور یہ صورت حال بڑی عجیب تھی۔ دشمن یہ دیکھ کر باوجود کثرت کے گھبرا گیا۔ اب لشکر اسلام کی ترتیب بدل دی گئی اور دوبارہ طبل جنگ بجا دیا گیا۔ تیرکانوں اور تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ اور پھر توحید و شرک، اسلام و کفر، حق و باطل اور یلغار خدائی، لشکر کفر پر ٹوٹ پڑی انھماں کی جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خالد ایک غضب

ناک شیر کی طرح گزرتے ہوئے جب دشمن پر حملہ کرتے تو دشمن حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتے۔ یہ صورت حال دیکھ کر دوسرے مجاہدین کے حوصلے بھی بلند ہو گئے اور اب وہ بے جگری لڑ رہے تھے۔

موتہ کا میدان اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ پہاڑ اور چٹانیں تھرا تھیں اور ساتھ ہی اسلامی لشکر کا ایک دستہ شیروں کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں پہنچا۔ اور پھر غضب کارن پڑا۔ عیسائی لشکر نے سمجھا مسلمانوں کی تازہ ملک آگئی ہے اور ساتھ ہی ان کے چہرے مسلمانوں کے رعب و ہیبت سے اتر گئے۔

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پھر اللہ اکبر کی پُرجوش آواز میدان جنگ سے بلند ہوئی اور پھر ایک اور دستہ بھی میدان جنگ میں آن پہنچا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس خدائی یلغار سے دشمنوں پر ہیبت طاری ہو گئی، ادھر حضرت خالد بن ولید کے پے در پے حملوں نے دشمنوں میں افراتفری پھیلا دی۔

یاد رہے یہ وہی جنگ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو^۹ تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اور جب نویں تلوار بھی ٹوٹ گئی تو حضرت خالد نے دعا کی تھی! کہ اے میرے اللہ پاک، قیامت کے دن میرے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجھے بزدلی کا طعنہ نہ دیا جائے۔ تلواریں دینا تیرا کام تھا اور لڑنا میرا کام ہے۔ اور پھر ایک یمنی تلوار ان کو مل گئی جس سے آخری وقت تک حضرت خالد بن ولید نے اپنی مردانگی کے جوہر دکائے۔

اور پھر لشکر اسلام کے فرزند ان توحید اور کلمہ گو یان محمد نے اللہ اور رسول کا نام لے کر ایک فیصلہ کن حملہ کیا کہ عیسائی ٹڈی دل لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور اتنے عیسائی قتل ہوئے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر اور کپڑوں پر ان کا خون جم گیا۔ اور عیسائی لشکر اسلام کی اس خدائی یلغار کی تاب نہ لا سکا۔ یہاں کھڑے ہوئے اور اس طرح

اسلام کی فتح کا جھنڈا موتہ کے میدان میں لہرا اٹھا اور اسلام کفر اور حق باطل پر غالب
اگیا۔ اور آتا بھی کیوں نہ؟

اس لئے کہ۔۔۔ اور صحرا فواج قاہرہ کفر کی شکل میں عیسائیت کی دیوار
تھی۔ اور دوسری طرف لشکر اسلام کی صورت میں خدائی یلغار تھی
اور پھر عین، اس وقت جب کہ جنگ زوروں پر تھی اور حق و باطل میں گھمان
کارن پڑا، ہوا تھا۔۔۔ کہ ایک نقاب پوش جوان گھوڑا دوڑاتا ہوا اور دشمنوں کے
صفوں کو پھیرتا ہوا حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچا۔۔۔

حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟
اور اس خاک و خون کے خطرناک کھیل میں کیوں آئے ہو؟
نقاب پوش نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا اور کہا۔!

اے خالد میں جوان نہیں تمہاری بیوی ہوں۔
خالد۔ غصے میں آگئے اور کہا کہ عورت پر جہاد فرض نہیں ہے اور تم آگ کے
شعلوں میں کیوں آئی ہو؟

بیوی نے جواب دیا۔ میں لڑنے کے لئے نہیں آئی بلکہ تمہیں وہ مقدس
ٹوپی دینے آئی ہوں جس میں ہمارے آقا و کلمیٰ والے کا بال ہے۔
اگر جنگ موتہ میں اسلام کی فتح کا سبب مسلمانوں کی بہادری، شجاعت،
اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جرات ہو سکتی ہے تو اس کے ساتھ
مددگار امت کالی کلمیٰ والے صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی بھی برکت و مدد شامل
ہے۔ نہیں! بلکہ اسلام کی فتح کا سہرا اسی موٹے مبارک کی وجہ سے ہے۔

اور پھر اس جنگ کا ایک ایک پہلو اور میدان کا ایک ایک نقشہ نبی کریم ﷺ کے
میں مدینہ منورہ میں بیٹھے چشم نبوت سے غور کیج رہے تھے۔

حضرت ابن ازور رضی اللہ عنہ

اوران کی ہمیشہ خولہ رضی اللہ عنہا

مسلمان کے لہو میں سے سلیقہ دلنوازی کا
مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا



یہ بھی اسلام کے ایک شیر دل مجاہد۔ دین کے ایک سرفروش غازی اور خدائی یلغار کے ایک بہادر سپاہی تھے، جو اپنی جانبازی، سرفروشی اور جاں نثاری کے جذبے میں مشہور تھے۔ اور جوش جہاد میں آکر اپنے بدن کے کپڑے بھی اتار دیا کرتے تھے۔ اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر لڑا کرتے تھے۔

اسی لئے یہ اپنی جرات و شجاعت، عزم و استقلال اور بیہیت و غضب ناک کی وجہ سے عیسائیوں میں جن مشہور ہو گئے تھے اور میدان جہاد میں جس طرف دشمنوں کا رخ کرتے عیسائی یہ کہتے ہوئے ان کے سامنے سے بھاگ نکلتے کہ جن آگیا جن آگیا۔ مسلمانوں نے جب شام کی طرف خدائی یلغار کی صورت میں چڑھائی کی تو حضرت فرار بن ازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے اور ان کی ہمیشہ حضرت خولہ بنت ازور ان کے شانہ بشانہ ان کے ہمراہ تھیں۔

لشکر اسلام دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ حضرت خالد بن ولید کو خبر ملی کہ محصور

ہونے والے عیسائیوں کی امداد کو رومیوں کا ایک ایک ٹڈی دل لشکر آ رہا ہے۔ انہوں نے حضرت فرار کو پانچ سو مجاہدین سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ کر دیا تاکہ رومیوں کی اس فوج کو راستے میں روکا جائے۔

حضرت فرار، ان شیردل غازیوں کو لے کر روانہ ہو گئے۔ جب یہ اللہ کے شیر دشمنوں کے قریب پہنچے تو پتہ چلا کہ ان کی تعداد باہر ہزار کے قریب ہے۔ بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ دشمن کے اس لشکر جرار کے اتنی کم تعداد میں ٹکر لینا اچھا نہیں لہذا خالد بن ولید کو مزید کمک بھیجنے کو کہا چلائے کہ وہ مزید کمک روانہ کر دیں۔ لیکن حضرت فرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوش میں آکر کہا کہ خدا کی قسم میں تو اس مقام سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میری طرف سے اجازت ہے کہ جو بھی واپس جانا چاہے چلا جائے۔ مگر میں تو اپنی جان خدا کی راہ میں بیخ چکا ہوں اور میں کافروں سے یہ نہیں سن سکتا کہ مسلمان بزدل تھے۔ اس لئے مقابلے میں نہیں آئے۔ یہ سن کر دوسرے مجاہدوں کو بھی جوش آگیا اور وہ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ لڑائی شروع ہو گئی اور تلواروں کی جھنکار سے میدان جنگ میں ایک شور قیامت برپا ہو گیا۔ رومیوں کا خیال تھا کہ ہم تھوڑی دیر میں ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ختم کر دیں گے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ مسلمانوں کے لشکر کی صورت میں ایک خدائی یلغار تھی ہے اور اس کا ایک ایک غازی چٹان ہے اور ایک ایک مجاہد طوفان۔

حضرت فرار بڑی جوا غمزدی سے لڑتے ہوئے دشمن کی اگلی صفوں میں جا پہنچے۔ اور اس طرح دوسرے غازیان اسلام بہت پیچھے رہ گئے۔ رومیوں نے ان کے ارد گرد گھیر ڈال دیا اور تلواروں اور نیزوں سے وار پر وار کرنے لگے جس سے ان کے دونوں بازوؤں شدید زخمی ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب حضرت ہزار کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو وہ بہت ہی پریشان ہو گئے اور پھر ایک ہزار مسلمانوں کو دمشق کے لئے چھوڑ کر اور خود مجاہدین کو لیکر برق رقاری سے حضرت ہزارؓ کو رومیوں کے پنجے سے پھڑکنے کیلئے مقام جنگ

کی طرف کوچ کر گئے۔

حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش جوان ایک برق رقار گھوڑے پر سوار ہے اور بڑی تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان جنگ کی طرف جا رہا ہے۔ حضرت خالدؓ حیران تھے کہ یہ جوان کون ہے انہوں نے ساتھیوں سے اسی جوان کے متعلق پوچھا لیکن کسی نے کچھ نہ بتایا۔ اور پھر جب حق و باطل میں جنگ شروع ہوئی تو حضرت خالدؓ نے دیکھا کہ وہ نقاب پوش جوان آگے بڑھ بڑھ کر دشمنوں پر حملے کر رہا ہے۔ اور دشمن کو کافی پریشان کر رہا ہے اور اس انداز سے لڑ رہا ہے کہ رومیوں کے پرکے پرے پلٹ دیتا ہے جس سے رومی لشکر میں زبردست گھبراہٹ پھیلتی جا رہی ہے اور زخم پر زخم کھا رہا ہے لیکن اس کے پیتر میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اور پھر وہ نقاب پوش جوان خون میں ڈوبا ہوا، دشمنوں کی صفوں کی صفوں سے نکلا تو حضرت خالد بن ولیدؓ خود گھوڑا دوڑا کر اس کے پاس جا پہنچے اور پوچھا!

اے جوان! تم کون ہو، اور اے اسلام کے شیر دل مجاہد تو نے اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ایسے مرد مجاہد کو چہرے پر نقاب اچھا نہیں لگتا!

اس لئے نقاب اٹھاؤ اور مجھے بتاؤ تم کون ہو؟

حضرت خالد بن ولیدؓ کے سامنے جوان نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا۔

در کہا!

اے خالدؓ میں جوان نہیں بلکہ خولہ بنت ازور اور ہزارؓ کی ہمیشہ ہوں اور

ایسے میدان جنگ میں آئی ہوں کہ یا تو اپنے بھائی ضرارؓ کو کفر کے پنجہ سے آزاد کرواؤں گی
اور یا پھر اپنی جان بھی دے دوں گی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اس کی بہادری، دلیری، بے خوفی اور شجاعت پر بہت خوش
ہوئے اور کہا کہ۔

خولہ! اب تو ہرگز پریشان مت ہو، میں تمہارے بھائی ضرارؓ کو رہا کرنے میں
کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔

اور پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے چند آزمودہ کار فانیوں کے ساتھ اللہ
کی تلوار بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے اور اس طرح اسلام و کفر پھر آپس میں گتھم گتھا ہو
گئے۔ مسلمان اس بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ رومیوں کے لشکر کا ایک دستہ گرفتار
کر کے حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس لایا گیا۔

حضرت خالدؓ نے پوچھا! ضرارؓ کہاں ہے؟

رومیوں نے جواب دیا کہ اس کو ہمارے سپہ سالار نے ایک سو سواروں کے
حصص روانہ کر دیا ہے۔ تاکہ روم کے بادشاہ کو بتایا جاسکے کہ ہمیں کس قسم کے جنوں
سے واسطہ پڑا ہے۔

حضرت خالدؓ نے فوراً ہی لشکر اسلام ایک تیز رفتار دستے کو حصص کی طرف روانہ کر دیا۔
تاکہ حضرت ضرارؓ کو حصص پہنچنے سے قبل ہی آزاد کر لیا جائے۔ اس دستے میں حضرت ضرارؓ
کی ہمیشہ خولہ بنت اذور بھی شامل تھیں۔

یہ دستہ ابھی تھوڑی دور ہی..... پہنچا تھا کہ رومیوں کا دستہ نظر آ گیا

مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھلی چھوڑ دیں اور ان کے تازی ہوا سے باتیں
کرتے ہوئے رومیوں کے سروں پر جا پڑھے۔

اسلامی دستے نے دیکھا کہ حضرت ضرارؓ کی شکلیں کسی ہین پاؤں میں بیڑیاں ہیں اور

ننگے اونٹ کی پیٹھ پر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں اور زخموں سے چوڑے دردناک اشعار پڑھ رہے ہیں۔

اپنے بھائی فرات کی دردناک آواز بہن خولہ نے سن لی۔ پھر وہ بجلی بن کر دیوں پر لوٹ پڑی، مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور دشمنوں کو اپنی شمشیروں کی دھار پر رکھ لیا۔ بہت سارے قتل ہو گئے باقی حضرت فرات کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

بہن بھائی گلے ملے، دونوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔ اور پھر حضرت خالد کو پتہ چلا کہ روم کے شہنشاہ ہرقل نے ایک لشکر جرار سے مسلمانوں سے اپنی ذلت آمیز شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے اجنادین روانہ کر دیا ہے۔

مسلمانوں نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ دمشق کا محاصرہ وقتی طور پر اٹھایا جائے اور دیگر مسلمان سپہ سالاروں کو بھی حکم نامے بھیج دیئے کہ وہ اپنے لشکر لے کر اجنادین پہنچ جائیں۔ یہ خدائی یلغار، جب خدا کے بھروسے پر خدا کا نام لے کر روانہ ہوئی تو سب آگے حضرت خالد بن ولید تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ابو عبیدہ بن جراح، یحییٰ اور خواتین کی حفاظت کرتے چلے آ رہے تھے۔

ادھر اسلام کا لشکر دمشق کے محاصرہ کو اٹھا کر اجنادین کی طرف روانہ ہوا تو ادھر دمشق کے عیسائیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دو عیسائی سرداروں نے اپنی کمان میں جن کے نام پطرس اور پال تھے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔

چونکہ حملہ اچانک کیا گیا تھا، اسلئے مسلمانوں کو صف بندی کا بھی وقت نہ ملا کہ رومی چند مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے واپس لوٹ گئے۔

خدا جابے کفر کے لشکر کو عورتوں کو گرفتار کرنے اور بچوں کو قتل کرنے میں کون سی بہادری اور شجاعت نظر آتی ہے۔ حالانکہ مہذب دنیا میں انسانیت و شرافت کے ترازو میں اگر یہ فعل تولا جائے تو یہ بہادری نہیں بڑولی ہے، شجاعت نہیں کہیں گی ہے جیسا کہ بھارت کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان پر اچانک حملہ کر کے بیگناہ عورتوں اور

معلوم بچوں کو قتل کیا ہے۔ بھارت کے سوراؤں کی یہ بہادری ہمیں بزدلی ہے۔

انسانیت ہمیں زندگی ہے اور شرافت ہمیں، وحشت ہے۔

ان خواتین میں ہزاروں کی ہمیشہ خولہؓ بھی تھی۔ جب ایک جگہ رومی آرام کرنے کے لئے رُکے تو حضرت خولہؓ نے اپنی قیدی بہنوں سے کہا کہ ہم سب اسلام کی بیٹیاں ہیں اور حق کی پرستار ہیں۔ ان کافروں کی غلامی قبول کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اپنی جانیں قربان کریں۔

چونکہ ان میں عرب کے بہادر اور جنگ جو قبیلوں کی خواتین بھی شامل تھیں ایسے حضرت خولہؓ کے ان الفاظ نے ان میں جوش پیدا کر دیا اور انہوں نے رومیوں کے خمیوں کی چوبیس اکھاڑیں اور دشمنوں پر بھوکے شیرنیوں کی طرح حملہ کر دیا اور رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔

اور حضرت خولہؓ یہ اشعار پڑھ کر مسلمان خواتین کا حوصلہ بلند کر رہی تھیں۔

نَحْنُ بَنَاتُ تَبَعٍ وَحَمِيرٍ
وَضَرَبْنَا فِيكُمْ لَيْسَ مِنْكُمْ
لَا مَنَّا فِي الْحَرْبِ نَارُ تَسْعَرُ
الْيَوْمَ تَلْعُونُ الْعَذَابَ الْكَبِيرَ

کہ۔ ” ہم تبع و حمیر کے بہادر قبیلوں کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے نزدیک

تمہیں ہلاک کرنا ثواب ہے۔ ایسے ہم لڑائی میں جلا دینے والی آگ

بن جاتی ہیں یا دیکھو تم عذابِ عظیم میں ڈالے جاؤ گے۔ “

رومیوں نے چاروں طرف سے مسلمان خواتین کو گھیرے میں لے لیا اور ان پر حملہ کر دیا، لیکن ان کی تلواریں اور نیزے مسلم خواتین کی چوہوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پھر انہوں نے بہت دیر تک یہ منظر دیکھا یہ حیرت انگیز لڑائی ہوتی رہی۔ ایسے کہ اس جنگ میں ایک طرف روم کے بڑے بڑے شہسوار تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی بہادر خواتین

ایک طرف نیرے اور تلواریں اور دوسری طرف خمیوں کی چوبیس۔ ایک طرف روم کے
دخشی دزدے اور ان کے مقابلے میں اسلام کی عفت مآب اور عصمت شعار خواتین عرب
جو اپنے گوہر عصمت کو روم کے ڈاکوؤں سے بچانے کے لئے اس خطہ غیر پر ایک یادگار
جنگ لڑ رہی تھیں۔

مسلمان عورتوں کی بہادری اور شجاعت کو دیکھ کر حبت کی حوریں تڑپ گئیں۔
اور مرجبا، مرجبا پکار اٹھیں۔ درویش لاہوری اقبال مرحوم نے شاید اسی مقام کے
پیش نظر کہا ہے

وجود زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے تریا سے مشت خاک اسکی
ہر ہر شرف سے اسی درج کا درمکنوں
مکالماتِ افلاطون نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطون

اور عین اس وقت جبکہ روم کے شہسواروں اور مدینہ کی پردہ داروں میں گھمان
کی جنگ ہو رہی تھی اور اسلام کی ان غیر تہذیبیوں کے ہاتھوں رومی لشکر کے سپاہیوں
کا گاجرمولی کی طرح کٹ کٹ کر گزرا کہ اچانک انہوں نے مسلمان شیروں کی دھاڑ سنی اور رومی
شکر یہ دیکھ کر کہ اسلامی لشکر آگیا ہے بھاگ نکلا۔

حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بہادری، شجاعت اور غیرتِ اسلامی سے
پاکستان کی مسلمان عورتوں کو سبق سیکھنا چاہیے اور ان کو چاہیے۔ یہ اس دور میں قصہ
سرور، چنگ درباب، جیاسوزگانوں، ثقافتی پروگراموں اور کلب گھروں کی عریانی کو پھوٹ
کر اپنے دلوں میں غیرتِ ایمانی، سینوں میں اسلام کی تڑپ۔ اور آنکھوں میں جاپیدا
کر کے ملک و ملت کی آبرو کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے گوہر عصمت کی بھی،

پاسبانی کریں۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ اس جنگ میں جہاں پاکستان کے شیر دل مجاہدوں اور عام مسلمان مردوں نے ایشیا و قسطنطنیہ کے لازوال جذبے کو بروئے کار لا کر ملک و ملت کی رکھوالی کی ہے۔ وہاں حوا کی غیرت منڈیٹیوں نے بھی اپنے عمل کو دراز سے پوری پوری خدمت کی ہے۔



جنگِ موتہ

قارمیں کرام! ————— یاد رہے کہ جنگِ موتہ کا سبب یہ بنا کہ امام الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلم حکمرانوں اور عرب قبائل کے سرداروں کے نام، اسلامی
دعوت کے مکتوب گرامی ارسال فرمائے —————

ان میں سے اس زمانے کے مشہور والی بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی کی طرف بھی
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط مبارک دے کر روانہ کر دیا —
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے شاہی دربار میں پہنچے —
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی پیش کیا! —————
والی بصرہ شرجیل بن عمرو غسانی نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ —
حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا تعارف کرایا اور جواب دیا کہ مدینہ
منورہ سے آیا ہوں! —————

شرجیل کہنے لگا —————

اچھا! تم محمد کے قاصد ہو! (صلی اللہ علیہ وسلم) —————
فرمایا! نہیں — صرف محمد کا نہیں، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

قاصد ہوں! —————

محمد کے ساتھ رسول اللہ کا لفظ سُن کر شرجیل غسانی آتشِ غضب میں بھڑک اٹھا اور بدبخت نے جوشِ غضب میں اگر حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر جب والیِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فوراً جنگ کی تیاری کا حکم فرمایا۔ اور پھر۔ اسلام و کفر کی یہ عظیم جنگِ موتہ کے میدان میں لڑی گئی! اس جنگ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے نبی پاک علیہ السلام کو اتنا غم ناک کیا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ،

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے لیکن آپ کے چہرہ انور سے حزن و ملال ظاہر ہو رہا تھا اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غم میں آنکھوں سے آنسو رواں تھے! پھر آپ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا!

بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۲۶ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

رَأَيْتُ جَعْفَرَ يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ

کہ میں نے حضرت جعفر کو دیکھا کہ وہ جنت میں اڑ رہے ہیں۔

بات یہ ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بازو اس جنگ میں قلم ہو گئے تھے تو اللہ کریم نے انہیں جنت میں دونوں بازو عطا کر دیئے تھے۔

جَعَلَ اللَّهُ لَهُ جَنَاحَيْنِ يَطِيرُ بِهِمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی قبر مبارک پر جلتے تو یوں فرماتے!

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ زَيْدِ الْجَنَّا حَيْنٍ! —

حاشیہ ۱-۹ یَطِيرُ فِي السَّمَاءِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ — کہ حضرت

جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں اڑتے رہتے ہیں!

مشکوٰۃ شریف ص ۵۷ عن ابی ہریرۃ — قال —

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ رَأَيْتُ جَعْفَرَ يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ

فرمایا رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

دیکھا کہ وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔

كَانَ جَعْفَرٌ يُحِبُّ الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ مَعَهُمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَ

يَحَدِّثُونَهُ —

”اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکینوں سے محبت کیا کرتے تھے

اور انہی کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ ان سے بات چیت کرتے اور

مساکین ان سے باتیں کیا کرتے تھے!“ —

اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت یا ابا المساکین کھی تھی!

مسکینوں کے باپ! —

جیسا کہ — یا ابا ہریرۃ!

یا حضرت علی علیہ السلام کے متعلق — یا ابا تراب!

حضرات محترم! — یہ بھی یاد رہے کہ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میں نے دیکھا کہ وہ جنت

میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں اور آسمانوں میں بھی پرواز کرتے رہتے ہیں تو

اسی لئے انہیں ————— جعفرِ طیار بھی کہا جاتا ہے! (رضی اللہ عنہ)

یعنی ————— اڑنے والے اور پرواز کرنے والے! —

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کہتا ہے کہ حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ عظیم منصب! ایسا بلند مرتبہ اور ایسا اعلیٰ درجہ صرف اسی لئے ہی نہیں ملا ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے برادرِ مکرم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں —————

بلکہ ان کو ایسی شان و شوکت اس لئے بھی عطا ہوئی کہ وہ اسلامی جہاد میں کفر کے مقابلہ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے! —————

قرآن مجید سچ فرمایا! —————

کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والے زندہ ہیں! —
اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی موت کا گمان بھی نہ کرنا! —
کیونکہ ————— وہ زندہ ہیں! —

تفسیر کبیر - جلد ۵ ص ۴۶۶ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ: —
اَثَوَاعَةُ مَشْهُورَةٌ وَهِيَ أَنَّ خَالِدَ بْنَ وَلِيدٍ أَكَلَ كَفَا مِنْ
السَّمِّ عَلَى اسْمِ اللَّهِ وَمَا ضَرَّهُ ————— کہ

یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ اسلام کے کسی دشمن نے اسلام کے بہادر سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مٹھی بھر زہر ہلاہل دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی —————

اور حضرت خالد بن ولید نے بسم اللہ پڑھ کر اور اللہ کا نام لے کر یہ سارا زہر کھا لیا ————— مگر انہیں کچھ بھی نہ ہوا —————

موت آئی تو درکنار ————— انہیں ذرہ بھر تکلیف تک بھجانہ محسوس ہوئی۔

اقبال مرحوم نے سچ کہا ہے! —————

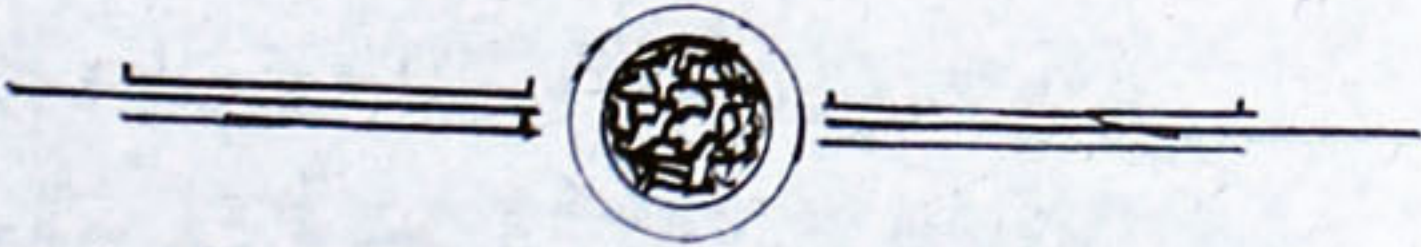
کہ ————— کبھی زہر بھی کرتا ہے کارِ شریافت!

یہ بات اٹل ہے کہ موت کا ایک وقت اللہ رب العزت کی طرف سے معین ہے اور وہ عین اپنے مقرر وقت متعین مقام پر ہی آئے گی۔ مگر شہادت تو زندگی کی معراج ہے اور شہادت کو تو موت کہنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

جیسا کہ واضح قرآنی حکم ہے کہ —————

” شہید کو مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں۔ مگر تمہیں ان کی زندگی کا

شعور نہیں ہے “ —————



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

محمد بن قاسم



حضرات گرامی ————— اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر محمد بن قاسم ہیں۔
 کہ جس نے اٹھارہ سال کی عمر میں سندھ کو فتح کر کے اور ایک انتہائی ظالم اور عیاش
 ہندو راجہ داہر کو شکست دے کر دیبل کے قلعہ پر اسلام کا پرچم لہرایا —————
 تفصیل اس دلچسپ واقعہ کی کچھ لیں ہے کہ
 سرانڈیپ جو کہ آج کل سری لنکا کہلاتا ہے میں کچھ عرب تاجروں کو موت
 نے اپنی آغوش میں لے لیا —————

تو سرانڈیپ کے حکمران نے بہت سے تحفے تحائف دے کر ان فوت شدہ
 عربوں کے بال بچوں کو ایک بحری جہاز پر واپس بھیج دیا۔ مگر راستہ میں سندھ کے
 بحری ڈاکوؤں نے دیبل کے قریب ان عربوں کے قافلے والے جہاز کو لوٹ لیا اور
 عرب عورتوں اور بچوں کو تھیدی بنا لیا —————

دو تین دن کے بعد جب ان ظالموں سے رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو
 ایک نوجوان عرب مسلمان فیروزہ نامی لڑکی بلند آواز سے اور انتہائی دلگیر انداز میں پکاری۔
 يَا حَتَّاجُ الْمَدَدِ ! —————

عربی مسلمان مظلوم لڑکی کی یہ آواز ہوا کے دوش پر پرواز کرتی ہوئی حجاج
 بن یوسف ثقفی جو کہ اگلے وقت خلافت اسلامیہ میں ایک مرد آہن اور لہجہ کا گزیر

تھا کے محلات کی دیواروں سے جائگرائی جو خود حجاج بن یوسف ثقفی نے سن لی۔

حجاج بن یوسف اٹھا اور محل کی چھت پر چڑھ کر فوراً جواب دیا —
میں تمہاری مدد کے لئے آیا!

حجاج بن یوسف نے فوری طور پر پتہ کرایا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟
جس پر حجاج نے سندھ کے راجہ داہر کی اس ستم ظریفی پر احتجاج کرتے
ہوئے لکھا کہ ہماری عورتوں کے قافلہ کو عزت کیساتھ واپس کر دو —
مگر ظالم راجہ داہر طاقت کے نشہ میں چور اور اپنے لاڈلے اور سامان کی کثرت
کے گھمنڈ میں اکر گیا —

اس نے جواب دیا کہ یہ کام سبھی ڈاکوؤں کا ہے جن کے سامنے میں بے بس ہوں۔
اتنے عرصہ میں یہ خبر لوہے سے عرب میں پھیل گئی جس نے مسلمانوں کے دلوں کو
زخمی کر کے بے چین کر دیا —

جب مسلمان اس خبر کو سن کر رونے لگے تو حجاج بن یوسف تڑپ کر اٹھا اور اپنی
تلوار کمر سے کھول کر میدان میں مجمع کے سامنے پھینک دی اور آواز بلند پکارا! —
کہ ہے کوئی جو میری تلوار کا حق ادا کرے؟
یہ ایک انتہائی دردناک منظر تھا۔ ہزاروں مسلمان رو رہے تھے اور اسلام
کے سرفروش سپاہی خاموش تھے — کہ

حجاج بن یوسف کی لکار نے قصر خلافت کے در و دیوار ہلا دیئے۔
اور پھر ایک — ایمان افروز اور حق و صداقت کی ترجمانی کرتی ہوئی ایک آواز
بلند ہوئی — کہ

مسلمانو! تمہاری آنکھوں سے بہنے والے یہ آنسو تمہاری تقدیر بدل سکتے ہیں؟

اور نہ ہی اسلام کی بیٹیاں سندھ کے ڈاکوؤں سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔
اٹھو! ہمت سے کام لو۔ خدا و رسول پر بھروسہ کرو فتح و نصرت

تمہارے قدم چومے گی

اٹھو اور خلافت کی شمشیر برآں کو بوسہ دے کر ہوا میں لہراؤ تاکہ سندھ کے

راجہ داہر اور اس کے بھائی ڈاکوؤں کو پتہ چل جائے کہ

مسلمانوں کا خون ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اسلام کے سپاہیوں کی تلواریں

ابھی کند نہیں ہوئیں، ان کی دھارا ابھی بھی فضا میں بہرتے ہوئے روماں کو دو نخت

کر سکتی ہے تو دشمن کی گردن اڑانا اس کے معمولی بات ہے

حجاج کی گرجدار آواز، اور اس کا پر عزم جوش و ولولہ والے خطاب نے مسلمانوں

کے دلوں کو گرا دیا۔ اور شوق شہادت کا جذبہ ان کے سینوں میں موجزن ہو گیا۔

بس پھر کیا تھا۔ اٹھارہ سال کا ایک نوجوان جس کا چہرہ جوش و ولولہ سے

گلنار ہو رہا تھا جھپٹ کر مجمع سے نکلا اور میدان میں آکر حجاج بن یوسف کی تلوار

کو پکڑ کر بوسہ دیا اور فضا میں لہرایا جس سے میدان میں ایک بجلی سی کوند گئی۔

یہ جوان رعنا اسی حجاج بن یوسف کا بھتیجا محمد بن قاسم تھا جو اس اسلامی

شکر کا پہلا سال نامزد ہوا اور پھر ہزار ہا فرزند سپاہیوں اور مجاہدوں کا سالار

بن نعرہ تکبیر و رسالت لگانا ہوا دریاے سندھ کی لہروں سے کھیلنے اور بحری ڈاکوؤں سے

عرب کی پاکیزہ اور عفت مآب خواتین کو رہا کرنے کے لئے روانہ ہو گیا

محمد بن قاسم — حق و صداقت کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن کر کفر و باطل کی

تمام چٹانیں مسمار کر کے اور دریاے سندھ کے مضبوط کناروں کو اپنے شکر کے

شہسواروں کے برق رفتار گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند کر راجہ داہر کے شاہی محلات

پراسلامی پرچم لہرانے کیلئے منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے نکلا۔
اور ایک آندھی و طوفان کی صورت مکران کے راستہ وادی سندھ میں داخل ہو گیا۔
اور پھر بن بیلہ کو مسخر کرتے ہوئے دیبل کے سامنے جا نکلا اور جاتے ہی شہر کا محاصرہ
کر لیا۔

اسلامی لشکر نے کئی روز تک شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔
اسلئے کہ دیبل شہر کے بسنے والے پوری ہمت و حوصلے سے مدافعت کر رہے تھے۔
ججاج بن یوسف کو اس صور حال کی اطلاع دی گئی۔ تو اس کہلا بھیجا کہ منجیق
عروس سے سنگ باری کی جائے۔

کیونکہ پتہ چلا کہ شہر والوں کا حوصلہ اسلئے بلند ہے کہ شہر کے سب سے بڑے مندر
کے سب اونچے گلے پر جو جھنڈا لہرا رہا ہے، جب تک وہ نہیں گرتا شہریوں کے حوصلے
بلند رہیں گے۔

یہ بات راجہ کی طرف سے مندر کے پنڈتوں نے مشہور کر رکھی تھی۔ یہ جھنڈا
اتنا اونچا اور اتنا دور تھا کہ شہر کی دیواروں کے باہر سے اسے گرایا نہیں جاسکتا تھا۔
منجیق عروس کو ۵۰ آدمی اٹھایا کرتے تھے۔ ججاج بن یوسف کے فرمان کی تعمیل
کی گئی۔ تو دیبل کے مندر کا وہ مینار یا بزم جس پر جھنڈا لہراتا تھا ریزہ ریزہ ہو گیا۔
اور اس کے گرتے ہی شہر والوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔

اسی اشار میں راجہ داہر اپنے ارد گرد کے دوسرے راجاؤں کو ساتھ ملا کر اسلام
کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

چنانچہ ہرمین آباد کے وسیع تر علاقہ کو میدان جنگ بنایا گیا۔
راجہ داہر ایک سفید ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کارزار میں اُترا۔ ہاتھیوں کے لشکر کی

فصیل کو توڑنا اگرچہ ظاہر میں مشکل نظر آتا تھا

مگر اسلام کے جان نثار اور سرفروش مجاہدوں کی خدائی یلغار۔ راجہ داہر کے ہاتھیوں کو تنکوں کی طرح بہا کر لے گئی۔ مسلمان جان فروشوں کا حملہ اس قدر شدید اور زور رکھا کہ ہاتھیوں کی فصیل معمولی کنکریوں کی طرح بکھر گئی اور ہاتھی اس بُری طرح بدحواس ہو کر اُلٹے پاؤں بھاگے کہ انہوں نے اپنے ہی ہندو سپاہیوں کو روند ڈالا مسلمان مجاہدوں کے اس حملہ کو دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی مرجھا کر اٹھے۔ راجہ داہر نے فرار ہونا چاہا مگر محمد بن قاسم نے برق رفتار گھوڑے کو ایڑ لگائی اور راجہ داہر کے ہاتھی پر جا پہنچا اور پھر اپنی تیغ براں سے راجہ داہر کے سفید ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی اور داہر کو میدان میں مقابلے کے لئے لٹکارا۔

خونریز مقابلہ ہوا۔ راجہ داہر، محمد بن قاسم کی فولادی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکا۔

اور دو تین پلینترے بدل کر محمد بن قاسم کی شمشیر تالدار کا شکار ہو گیا۔

راجہ داہر کے جہنم واصل ہونے کے بعد ہزاروں سندھیوں نے اسلام قبول

کر لیا۔ اور سندھ کے ڈاکوؤں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اس طرح اسلام کی قیدی دختران کو بھی رہائی نصیب ہوئی اور

سندھ کو باب الاسلام کا خطاب ملا



طارق بن زیاد



طارق بن زیاد — بھی خدائی یلغار کے ایک سرفروش اور جرات مند مجاہد تھے۔ جن کی بہادری و شجاعت اور عزم و استقلال نے افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں کو پیدل عبور کر کے اندلس کے ساحل کورات کے اندھیرے میں عبور کیا۔ اور پھر اپنے مٹھی بھر غازیوں کی جماعت سے اندلس کے کلیساؤں میں اذانیں دیں —

طارق ابن زیاد نے جب لشکرِ اسلام کے صرف سات ہزار بہادروں کو اندلس کے ساحل پر چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے ذریعہ اتارا۔ تو وہ جانتے تھے کہ میں اسلام کے سات ہزار غازیوں کی ایک مٹھی بھر جماعت کو لے کر عظمتِ اسلام اور دینِ حق کی نشر و اشاعت کے لئے آیا ہوں۔

اور ان کو یہ بھی پتہ تھا کہ دشمن کی فوجی تعداد پچاس لاکھ ہے، بلکہ کئی کروڑ انسانوں کا ایک ملک ہے جہاں سب کے سب اجنبی اور عقیدے کے لحاظ سے بھی دشمن ہیں۔ مگر وہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی اپنے بازوؤں کی قوت۔ اپنی تلوار کی کاٹ اور لشکرِ اسلام کے سرفروش مجاہدوں کے عزم و استقلال سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اسیلئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ لشکرِ اسلام ایک خدائی یلغار ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی اور اسی لئے انہوں نے بحرِ ظلمات کو عبور کرتے ہی اپنی تمام کشتیاں جلا دی تھیں۔

اقبال مرحوم کے بقول: —

طارق چوں برکنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کارِ توبہ نگاہ ہے خرد و خطا است
دوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم
ترکِ سببِ زردے شریعت کجار دست
خزید و دستِ خویش بشمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملکِ خدائے ماست

کہ طارق نے جب اندلس کے کنارے اپنی کشتیاں جلا دیں تو ساتھیوں نے کہا کہ یہ عقلمندی نہیں۔ اسیلئے کہ اپنے وطن سے بہت دور ہیں اور اگر ضرورت پڑی تو ہم یہ دریا کیسے عبور کریں گے۔ ساتھیوں کی یہ شکایت سن کر طارق مسکرایا! اور اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر کہا کہ دنیا کا ہر ملک ہمارا ہے۔ اسیلئے کہ ہر ملک ہمارے خدا کا ہے اور ہم خدائی یلغار کے سپاہی ہیں۔

اور پھر جب طارق کے حکم سے اسلام کے بہادر اور شیر دل مجاہد اپنی کشتیوں کو جلا رہے تھے تو کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش تھا۔ فطرت مسکرا رہی تھی۔ آسمان کے فرشتے حیران تھے اور خود اس کے ساتھی پریشان تھے، لیکن طارق کے چہرے پر نہ کوئی پریشانی تھی نہ کوئی پریشانی۔ نہ کسی خوف کے آثار نمایاں تھے۔

وہ اپنی جگہ بالکل مطمئن تھا۔ اور پھر اس نے اپنے مضبوط بازوؤں کے آہنی پنجوں میں اپنی فولادی تلوار پکڑی اور اسکو کئی بار چوما اور بارگاہِ الہی میں سجدہ ریز ہو گیا اور

یہ دعا کی کہ: — الہی یہ تیرے پر اسرار بندے

جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
 نہ مال غنیمت نہ کشور کاشائی!
 کشادہ در دل سمجھتے ہیں اسکو
 ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں



دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے
 وہ بجلی کر تھی نعر لانتہا میں
 عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
 نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

مسلمانوں نے اندلس کے ساحل کو عبور کرتے ہی نماز کے لیے اذان
 دی اور پھر سارا اسلامی شکر خدا کے حضور میں سر بسجود ہو گیا۔ شاہ و گدا کا امتیاز
 اٹھ گیا۔ امیر و فقیر کی تمیز نہ رہی اور سپاہی و سپہ سالار کا فرق مٹ گیا۔

آگیا عین رطائی میں اگر وقت نماز
 قبلہ رو ہو کے زمین بوس ہوئی قوم حجاز
 ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
 نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
 بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
 تیری سرکار میں پہنچے تو سمجھا ایک ہوئے

آواز
 اذان کی آواز ایک ایسا سوز تھا جو ٹھوس چٹانوں سے ٹکرایا اور اس پر سوزنے
 اندلس کے دو کروڑ انسانوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس لیے کہ ان کے کان ابھی تک اس اعلان

حق سے نا آشنا تھے۔ کلمہ توحید کی پرسوز اور میٹھی آواز نے جہاں عوام کو حیرت میں ڈال دیا تھا وہاں اس صدائے اللہ اکبر نے اندلس کے شاہی محلات میں بھی کھلبلی مچا دی، فوراً نقارے بجا دیئے گئے اور ہر طرف شاہی قاصد مختلف علاقوں میں روانہ کر دیئے گئے تاکہ ہر علاقے کا گورنر اپنی اپنی فوج لے کر اندلس کے صدر مقام پر پہنچ جائے۔

چنانچہ دن چڑھتے ہی تمام صوبوں کے گورنر اور امراء شاہی فرمان کے مطابق اپنے اپنے سپاہیوں کے دستے لیکر اندلس کے شاہی مہمان خانے میں جمع ہو گئے اور پھر ایک جلسہ ہوا۔ اندلس کے سرحدی گورنر تدمیر نے ایک پرجوش تقریر کی۔

اور کہا — اے اندلس کی مقدس سرزمین کی حفاظت کرنے والے بہادرو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک لشکر نے اندلس کے ساحل کو عبور کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندلس پر حملہ کر کے ہماری عزت و آبرو کو تاراج کرے گا۔ ہمارے رسولِ عزت کا تاج اتارنا چاہتا ہے۔

ان کے لباس پھٹے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ٹوٹی تلواریں ہیں۔ وہ نہ کوئی شان و شوکت رکھتے ہیں اور نہ کوئی زینت و زیبائش اور اگرچہ ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے لیکن ان کے حوصلے بہت بلند ہیں۔

اسی لئے اٹھو اور اندلس کی مقدس سرزمین کی بھلائی کے لئے تلواریں سونت لو اور شاہی تخت و تاج کی حفاظت کے لئے تیرسوں پر چڑھا لو اور بیرونی حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑو۔ ہمت کرو اور اپنے معبودوں اور کلیساؤں کی عزت پر کٹ مرو۔ ہماری فولادی تلواروں کے ساتھ ساتھ تمہارے بزرگ پادریوں کی دعائیں بھی شامل حال رہیں گی۔

تدمیر کی اس تقریر نے مجوسیوں کے لشکر میں ایک آگ لگا دی اور۔ ان کی آنکھیں غضبناک آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔ اور پھر تدمیر ذریقہ کے زیرِ کمان خدا اور رسول کے دشمنوں

اور دین کے باغیوں کا ایک لشکر جہاں جس کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھی، بڑی شان و شوکت سے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ سونے اور چاندی کے دستوں والی جھلمل کرتی ہوئی تلواریں۔ لعل و جواہرات سے مرصع لمبے لمبے ہار، جسم پر اطلس و مخواب کے سہری لباس۔ گھوڑوں کے سموں میں چاندی اور سونے کے خول۔ سہری مرصع زین و کاٹھیاں چنگ و رباب کی محفلیں، رقص و سرور کی مجلسیں۔ جام و شراب کے دور۔ نقاروں اور ڈھولوں کا شور۔

ناچتے گاتے اور باجے بجاتے اور جھومتے جھومتے اور بڑے بڑے گبر و نخوت اور تکبر و غرور کے ساتھ جا رہے تھے۔

اور ادھر مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ نہ کوئی زیب و زینت تھی اور نہ کوئی شان و شوکت نہ کوئی آرائش و زیبائش اور نہ ہی کوئی آسائش و نمائش۔ جسموں پر کھدر کے لمبے لمبے کرتے سروں پر سفید کفن کے کپڑے۔ بکھرے اور بے ترتیب بال، پھٹے ہوئے لباس۔ ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں اور شکستہ نیزے۔ نہ کوڑے تھے اور نہ ہی جوڑے۔ نہ ہاتھی اور نہ گھوڑے۔ منہ میں روزے زبان پر اللہ کا نام اور پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے۔ اور دلوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، لیکن دنیاوی شان و شوکت اور عارضی زیب و زینت نہ ہونے کے باوجود بھی ان کے چہروں پر آفتابِ اسلام کی سہری کرنیں نمایاں تھیں اور ان کا رعب و دیدہ اور توحید کے جلال سے سر زمینِ اندلس لرزاں و تریاں وہ جنگ کو ایک کھیل اور موت کو زندگی کی کامیابی سمجھ کر اسلام کے باغیوں کے ساتھ اپنے وطن سے ہزاروں میل دور آکر لڑنے والے تھے

اندلس کے مجوسیوں کا یہ ٹڈی دل لشکر تدمیر کی زیرِ کمان جب میدانِ جنگ میں پہنچا، تو مسلمان اس کی شان و شوکت، جاہ و جلال کو دیکھ کر، ان کا سامانِ جنگ اور بے پناہ

وسائلِ و سپاہ کو دیکھ کر کچھ مرعوب سے ہوئے تو اسلام کے شیر دل مجاہد طارق ابن زیاد نے مسلمانوں کے حوصلے بڑھانے کے لئے ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور فرمایا !

کہ اے مادرِ اسلام کے بہادر بیٹو! اللہ کی توحید کے پرستار و اور ناموسِ رسول کے پاسانوں۔ تم کفر کی ظاہری قوت و طاقت اور شان و شوکت سے گبھراتے کیوں ہو۔ ہم جس اللہ کی توحید کا پیغام اور جس رسول کی رسالت کا اقرار و پیغام سنانے اور منوانے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ ان کی تائید و نصرت ہر وقت اور ہر حالت میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اس میں کسی قسم کے شبہ کی کوئی بات نہیں۔

میتے نے کشتیاں اسیلے جلادی تھیں کہ اگر ہمیں شکست بھی ہو تو ہم اپنے شکست خوردہ منہ لے کر واپس نہ جاسکیں۔ اب اگر تم واپس جانا بھی چاہو تو جا نہیں سکتے۔ اسیلے کہ تمہارے پیچھے سمندر کی طوفانی لہریں اور ان موجوں میں ڈوب کر فنا ہو جاؤ گے۔ اور آگے بڑھو تو دشمن سلنے ہے۔ پیچھے جاؤ گے تو طوفانی لہریں تمہیں نکل جائیں گی اور آگے بڑھو گے تو دشمن کی فوج سے لڑ کر شہید ہو گے تو فلاح پا جاؤ گے۔

پیچھے ہٹنا بزدلی ہے اور آگے بڑھنا..... بہادری۔ اٹھو اور اللہ اور اس کے رسول پر تمہارا بھروسہ ہے شہادت بھی کامیابی اور غازی بننا بھی باعثِ عزت و تکریم۔ تم دونوں طرح ہی کامیاب و کامران ہو۔

اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے دشمن پر شیروں کی طرح ٹوٹ پڑو اور اندلس کے آتش کدوں کو اللہ اکبر کی آواز سے بجھا دو اور انہیں ٹھنڈے کر دو۔

بس پھر کیا تھا۔ طارق کی اس تقریر نے لشکرِ اسلام کے خون کو گرمادیا اور پھر ان بارہ ہزار غازیانِ اسلام نے تلواریں بلند کیں۔ کمانوں میں تیر چلوں پر چڑھائے اور نیزے تان کر تیار ہو گئے۔ طارق ابن زیاد کے ساتھیوں کی تعداد سات ہزار تھی مگر بعد میں دشمن کی کثرتِ تعداد

کے پیش نظر موسیٰ بن نصیر نے مزید پانچ ہزار سواروں کی کمک روانہ کر دی تھی۔

ادھر فوج کفر کی طرف سے طبلِ جنگ بجا اور ادھر لشکرِ اسلام کی اللہ اکبر کی آواز فضا
اندس میں گونجی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اسلام و کفر کی جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور
حق و باطل کا ایک ہولناک معرکہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ یہ اسلام اور اللہ کے بہادر سپاہی بڑی
بے جگری سے لڑ رہے تھے۔

تو دوسری طرف دشمن کے فوجی بھی اپنی اپنی اور غیرت کی جنگ لڑ رہے تھے اور وہ
جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے۔

صبح سے لیکر شام تک حق و باطل کی دونوں طاقتیں پوری جرات سے لڑتی رہیں۔
تلواریں آپس ٹکراتی رہیں اور تیروں کی بارش ہوتی رہی۔

اور اگرچہ دشمن کی فوج کے سپاہی جان توڑ کر رہے تھے، لیکن کئی بار ان کے قدم اکھڑے
اور بڑی کوشش کے بعد سنبھل گئے۔

آخر کار دن کی روشنی پر رات کی تاریکی چادر چھا گئی اور دونوں طرف کی فوجیں الگ
ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئیں۔

کفر کے خمیوں میں ساری رات شراب و شباب کا دور چلتا رہا اور سرور و جام کے دُور

چلتے رہے۔ ادھر اسلامی لشکر میں ساری رات عبادت اور دعائیں ہوتی رہیں۔ کفر کے

سپاہی شراب پی کر ساری رات ناچتے رہے اور اسلام کے غازی ساری رات سوچتے رہے

فوج کفر کے جوان ساری رات جھوٹے جفا کرتے رہے۔ اور لشکرِ اسلام کے مجاہد ساری

رات اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر فتح و کامیابی کی دعائیں اور نماز جاتیں کرتے رہے۔

اکلی صبح ہوئی تو جنگ کے دونوں لشکروں کے سپہ سالاروں نے اپنے اپنے

بہادوروں کا خون گرانے اور ان کو جوش دلانے کے لیے تقریریں کیں۔ اور پھر میدانِ جنگ

گرم ہو گیا اور پھر تلواروں کی جھنکار سے جنگ کا میدان عرصہ محشر بن گیا اور پھر تیروں کی بارش سے اندلس کے ساحل پر ایک طوفان برپا ہو گیا۔

دونوں طرف کے بہادر لڑے اور خوب لڑے۔ اگر ایک طرف سے اسلام کا پلہ بھارا ہوتا تو دوسری طرف سے کفر کا دباؤ بڑھ جاتا۔ سارا دن لڑتے گذر گیا، لیکن نتیجہ آج بھی کچھ نہ نکلا اور اس طرح سات دن متواتر حق و باطل کی جنگ ہوتی رہی لیکن فیصلہ کسی کے حق میں نہ ہو سکا۔

آخر جب آٹھویں دن کا سوزح طلوع ہوا تو طارق ابن زیاد نے اپنے لشکریوں کو کہا کہ آج انشاء اللہ لڑائی فیصلہ کن ہوگی اور فیصلہ بھی ہمارے حق میں ہوگا۔ اٹھو اور دشمن پر خدائی یلغار بن کر ٹوٹ پڑو۔ اور وہ دیکھو ہماری فستح کا سوزح طلوع ہو کر پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے۔

اور پھر یہ خدائی یلغار کاشک اسلام کفرستان اندلس پر حملہ آور ہو گیا۔ خدا جانے آج کے دن کونسی غیبی طاقت اور امداد مسلمانوں کے ساتھ تھی کہ حملہ ہوتے ہی دشمنوں کے منہ پھر گئے۔ اور ناموس اسلام کے یہ بارہ ہزار محافظ غازی اس شجاعت اور جواہر دی سے لڑے کہ جس طرف کا رخ کرتے کھڑے کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ اور طارق نے اپنی تلوار کو میدان جنگ میں ایک بار پھر چوما۔

وہ بجلی کی تیزی سے اپنے کھڑے کو ایڑ لگا کر زریق سپہ سالار دشمن افواج کے سر پر جا پہنچے اور اسکو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر زہر آلودہ نیزہ اس کے سینہ کے پار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی فولادی تلوار سے ایک بھر پور وار کر کے اس کی گردن کاٹ دی۔ اس کے جسم سے خون کا فوارہ بہنے لگا۔ گردن کٹ گئی اور لعل و جواہرات سے مصع بڑا ہوا تاج شاہی اور گلے میں پڑے ہیروں اور موتیوں کے ہار بھی زمین پر بکھر گئے۔

بس پھر کیا تھا کہ لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا اور اندلس کے فوجی اپنے امیر کی موت کے بعد گبھرا گئے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔

اندلسی میدان کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو بچانے کے لئے بھاگ نکلے۔ طارق نے ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان مجاہدین نے ان کا دور تک تعاقب کیا۔

طارق ابن زیادہ نے اسلام کی اس فتح پر سجدہ شکر ادا کیا اور پھر تمام مسلمان بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اور اس طرح اس خدائی یلغار نے اندلس کے آشکدوں میں کائنات توحید کے پھول کھلائے۔

اس جنگ میں اسلامی لشکر کو اس قدر مالِ غنیمت ہاتھ آیا کہ اندلس میں مسلمانوں نے مسجدوں اور مدرسوں کی بنیادیں رکھیں۔ یہ طارق ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے قدموں کا نتیجہ تھا کہ اندلس نے آٹھ سو سال تک علم و ادب، ہنر و مہارت کا وہ بہری دور دیکھا کہ آج کا جدید یورپ بچاؤہ تصویر پیش نہیں کر سکتا۔



محمد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ



کیا نہیں ہے اور غزنوی کارگہ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سونٹنا!



محمد عبدالرحمن غزنوی بھی خرد آئی یلغار کا ایک بے خوف نڈر اور غیرت مند غازی
تھا۔ جس نے اپنی قوت ایمانی اور اپنے مرشد کی طاقت روحانی سے ہندوستان کے بت خانوں
میں اللہ کی توحید کی آواز کو بلند کیا۔

اور جس نے کفرستان ہند کے سب سے بڑے بت سونات کو اپنے اسلام کے
گرز سے پاش پاش کر کے عمل ابراہیمی اور سنت مصطفویٰ کو ایک بار پھر زندہ کر دیا۔

کون محمود؟ جو اسلام کا ایک بہادر غازی۔ اللہ کا سرفروش سپاہی
دین کا غیرت مند مجاہد اور میدان جنگ کا صف شکن شیر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے
کا حلیم خلیق۔ شفیق صوم و صلوات کا پابند۔ شب بیدار عابد، تہجد گزار۔ زاہد اور عدل و انصاف
کا پیکر حکمران بھی تھا۔

اور اس کے عدل و انصاف کی معمولی سی ایک داستان یہ ہے کہ ایک دن وہ
اپنے تخت شاہی پر متمکن تھا اور اپنی رعیت کے دکھیوں۔ غریبوں۔ لاچاروں، مجبوروں

اور مظلوموں کی فریادیں سن رہا تھا کہ ایک عجیب و غریب جیلے کا آدمی اس کے دربار میں
حاضر ہوا۔ اسکا لباس تازہ تھا اور بال گرد میں اٹے ہوئے۔ جس کا جسم تو جلال
شاہی سے کانپ رہا تھا لیکن غصے میں اس کی آنکھیں خون کبوتر ہو رہی تھیں۔
شاہی دربانوں نے اس کا راستہ روکنے کا بڑا جتن کیا لیکن وہ محمود غزنوی
کے سامنے حاضر ہونے پر مصرعہ تھا کہ اچانک محمود غزنوی کی نظر اس پڑی اور دربان کو
کہا کہ اسے اندر آنے دیا جائے۔

وہ بڑی شان بے نیازی سے محمود کے پاس پہنچ گیا۔

محمود نے پوچھا۔ نوجوان کیا بات ہے؟

اس شخص نے عرض کی۔ عالیجاہ! میری غیر موجودگی میں شاہی خاندان کا ایک فرد
رات کو میرے گھر آتا ہے۔ اگر شریعتِ مصطفیٰ میں یہ جائز ہے تو میرا کوئی حذر نہیں،
اور اگر یہ جرم ہے تو اس کو روک کر میری دادری فرمائی جاوے۔
شاہی خاندان کے ایک فرد کے بارے میں یہ ناپاک حرکت کا سنکر محمود غزنوی کے

آنکھوں میں خون اتر آیا۔

محمود نے کہا کہ واقعی تم سچ کہتے ہو کہ وہ شاہی خاندان کا فرد ہے؟

اس شخص نے کہا کہ اگر میری بات غلط ہو تو آپ کو حق ہے کہ جو بھی سزا چاہیں دیں!
محمود نے اسکو کہا کہ اب تم جاؤ۔ اور پھر جب کبھی ایسا اتفاق ہو تو فوراً مجھے اطلاع دینا
اور دربان سے کہا کہ جب بھی یہ شخص مجھ سے ملنا چاہے اسے روکا نہ جائے۔ اسے ابھی طرح

پہچان لو!

چنانچہ ایک رات ایسا ہی ہوا کہ محمود غزنوی اپنے دیوان خانے میں موجود تھا کہ اس
مفسل آدمی نے زنجیر ہلا دی۔ دربانوں نے اسی وقت محمود کو اسکے آنے کی خبر دی۔

محمود اپنی خواب گاہ شاہی سے اُٹھا اور پوچھا کہ اس وقت کیوں آئے ہو؟ —
 اس نے عرض کی اے نعل الہی! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ پھر کبھی ایسا ہو تو اطلاع
 دینا۔ سو جہاں پناہ۔ اس وقت شاہی خاندان کا وہ فرد میرے گھر میں موجود ہے۔
 محمود غزنوی غصے سے اُٹھا۔ نگلی تلوار ہاتھ میں لی اور آدھی رات کے وقت
 اس غریب کے ساتھ چل دیا۔ اور پھر جب اس غریب کی ٹوٹی ہوئی جھوٹیڑی میں پہنچا
 تو چراغ جل رہا تھا۔ —

اور محمود غزنوی نے ملزم کو پہچان لیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً چراغ کو بجھا دو۔ —
 اور پھر رات کے اندھیرے میں تلوار کا وار کر کے ملزم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ —
 اور پھر کہا کہ مجھے فوراً پانی پلا دو۔ —

محمود غزنوی کی ان عجیب و غریب باتوں اور حرکات کو دیکھ رہ غیرت مند انسان

حیران ہو گیا۔ —

اور پھر عرض کی کہ۔ عالیجاہ چراغ بجھانے میں کیا راز تھا۔ اور ملزم کو قتل کرنے

کے بعد فوراً پانی پینے میں کیا بھید تھا۔؟ —
 محمود غزنوی نے کہا کہ چراغ اسیلئے بجھا دیا گیا تھا، کیونکہ میں نے پہچان لیا تھا کہ
 ملزم میری بہن کا لڑکا تھا۔ اسیلئے مجھے نکرہ سوئی کہ چراغ کی روشنی میں مجھے ملزم پر حکم
 نہ آجائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ملزم پتھ جلائے اور میرے ہاتھوں سے عدل و انصاف

کا دامن چھوٹ جائے۔ —

اور ملزم کو قتل کرنے کے بعد پانی اس لئے پیا تھا کہ جس روز پہلی مرتبہ تم میرے
 دربار میں فریاد لیکر گئے تھے تو میں نے اسی روز سے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک تمہارے
 ساتھ انصاف نہ ہو گا میں پانی نہ پیوں گا۔ —

جس مسلمان حکمران کا اپنی رعیت کے ایک غریب آدمی کے ساتھ یہ حال ہو کہ وہ
 انصاف کرتے۔ — حقیقی جالبے کو بھی قتل کرنے سے دیرین نہ کرے تو پھر ایسے

مسلمان کو کون شکست دے سکتا ہے اور ایسے مسلمان بادشاہ کی تلوار کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اور یہی وجہ تھی کہ ہندوستان کے تین سو راجپوت راجاؤں کی قوت اور سونات کے بہادریوں کے لاکھوں بھاریوں کی طاقت بھی محمود غزنوی کی قوت ایمانی کے سامنے پانی کا ایک بلبہ سا ہو کر رہ گئی۔

اس نے ہندوستان پر اٹھارہ حملے کئے اور وہ ہر بار کامیابی و فتح یابی سے واپس لوٹا۔ اور پھر آخری بار جب وہ سونات کے بت کو توڑنے کے لئے چالیس ہزار جاٹار سپاہیوں کو لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو اس کا یہ لشکر اسلام خدائی یلغار بن گیا۔ لیکن حملہ کرنے سے پہلے وہ اپنے مرشد پاک حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

اور عرض کی۔ آقا میں ہندوستان کے سب سے بڑے بت کو توڑنے جا رہا ہوں۔

میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کامیابی و فتح عطا فرمائے۔

حضرت ابوالحسن خرقانی نے فرمایا کہ محمود جاؤ اور میں دعا بھی کروں گا اور یہ میرا کرتہ

بھی لیتے جاؤ۔ میدان جنگ میں اگر ضرورت پڑی تو تمہارے کام آئے گا۔

مرشد پاک کا کرتہ لے کر محمود غزنوی چالیس ہزار سوار مسلمانوں کے ایک لشکرِ جزیرہ کیساتھ حملہ آور

ہوا۔ ہندوستان کے تین سو راجوں اور مہاراجوں اور سونات کے لاکھوں بھاریوں

و محافظوں کی تلواریں بھی مقابلے میں ہرا اٹھیں۔

اسلام کا یہ مجاہد، صفِ شکن غازی، اور اللہ کا شیر، اپنے جاثارِ شکر کو لیکر شیروں کی

طرح دھاڑتا ہوا غزنی سے چین کے راستے سرزمین ہند میں داخل ہو کر بلوچستان، سکھ اور راجپوتانہ

کے ریگستان سے گزرتا ہوا سونات کے سامنے جانکلا۔

ادھر۔۔۔ بہادریوں کی حفاظت کیلئے پورے ہندوستان میں مذہبی جنگ کے

اعلان کے بعد یہاں کا ہر ہندو اپنی بساط کے مطابق اس جنگ میں شریک تھا۔

ادھر مہادیو کی جے کا جیکارہ اٹھا تو دوسری طرف محمود غزنوی کے مجاہدوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ بلند کیا جس فضاے سومنات گم ہو کر رہ گئی اور یہ گونج پور ہندوستان کی فضا پر بھاگی۔

سومنات کے بجا ریوں نے محمود غزنوی کی آمد سے قبل ہی اعلان کر دیا تھا کہ اپنے مہادیو کی عزت کی محافظت کرتے ہوئے جو بھی مارا جائے گا وہ سیدھا سوگ کو جائیگا۔ ایسے اس لایعنی اعلان کے ساتھ ہی بھارت مانا کے جنگی جنونیوں میں ایک جوش سا پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ مہادیو کی محافظت کے لئے اپنے سردھڑ کی بازی لگانے پر پوری طرح تیار ہو چکے تھے۔

جنگ سے پہلے محمود غزنوی نے اپنے بہادر مجاہدوں سے کہا۔
کہ اے میرے شیروں جوانوں۔ اسلام کی آبرو کے بگباناؤ۔ ناموس رسالت کے پاسباتو! اور اے شمع توحید کے پروانوں۔ حق و باطل کی یہ آخری جنگ اور اسلام و کفر کا یہ آخری معرکہ ہے۔

اور ہم اپنے وطن سے ہزاروں میل دور کسی مادی خواہش اور ذاتی مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہیں آئے۔ اور ہمارے سامنے یہاں کے سونے چاندی کے خزانے بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ہم تو کفرستان ہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے اور ہندوستان کے بت خانوں میں اللہ کی توحید کا پرچم لہرانے کے لئے آئے ہیں۔ ایسے اب ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں۔ فتح یا شہادت! بس پھر کیا تھا۔ محمود کی اس تقریر نے لشکر اسلام کے دلوں میں امید فتح اور شوق شہادت کی آگ بھڑکادی۔

اور پھر نعرہ تکبیر سے سرزمین ہند بھی لڑا اٹھی۔ خدائی یلغار آگے بڑھی اور میدان

کارزار گرم ہو گیا

دونوں طرف سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ کمندیں پھینکی گئیں اور تلواریں

مکرنے لگیں

مہادیو کی جے — اور — اللہ اکبر کی آواز قدم قدم پر اٹھنے لگی۔ وہ اپنے

بھوٹے خداسومناات کے بُت کی حفاظت کے لئے اور یہ اپنے معبودِ برحق کی توحید

کی پاسبانی کے لئے لڑ رہے تھے

وہ لڑنے کو تو میدان میں اُتکے تھے، لیکن میدانِ جنگ میں مسلمانوں کے بارے

میں نہیں جانتے تھے

کہ مندروں میں بیٹھ کر پوریاں کھانی تو آسان ہے

لیکن میدانِ جنگ میں مسلمانوں کی تلواروں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل ہے۔

شکرِ اسلام کا دباؤ بخظہ بہ خظہ بڑھتا جا رہا تھا۔ اور پھر راجپوت راجوں

اور سومناات کے برہمنوں کی سر توڑ مدافعت کے باوجود بھی — شکرِ اسلام آگے

بڑھتا گیا اور مندر کی فصیل تک پہنچ گیا

کئی دن تک اس فصیل کے ارد گرد حق و باطل اور توحید و شرک میں جنگ ہوتی

رہی، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

اسی اثناء میں محمود غزنوی کو اپنے مرشدِ پاک خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے

کرتے کا خیال آ گیا

اس نے وضو کیا، دو نفل پڑھے اور سبز سجود ہو کر بارگاہِ الہی میں التجاہ کی کہ

”اے میرے اللہ میں کسی ذاتی غرض یا کسی نفسانی خواہش کے لئے نہیں بلکہ صرف

تیری توحید کی آبرو اور تیرے رسول کی ناموس کی خاطر اور ہندوستان کے ظلمت کدہ میں تیرا نام

بلند کرنے اور کفرستان ہند کے بت خانوں میں تیرے نام کی اذانیں دینے اور۔۔۔
 رام کرشن کے پرستاروں کو تیرے محبوب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت کا پیغام سنانے کے لئے لڑ رہا ہوں۔۔۔
 اس لئے اپنے ایک مقبول بندے کے اس مقدس کرتے کے صدقے میں مجھے کفر

پر فتح نصیب فرما!۔۔۔
 محمود غزنوی کی یہ التجاہ قبول و مقبول ہو گئی۔ اور اس نے ایک بار پھر اپنے

شکریوں کو اپنی پرجوش تقریر سے گرا دیا۔۔۔
 اور پھر ایک ایسا پُر زور و پرجوش حملہ کیا کہ ہندوستانی راجے اور مہادیو کے محافظ
 دیوہیت۔۔۔ رام رام کی دُہائی دیتے ہوئے میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔۔۔

جنگ ختم ہو چکی تھی اور یہ خدائی یلغار اس فتح و نصرت پر سجدہ شکر بجالاتی۔
 محمود غزنوی اپنے فولادی گزیر کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں پکڑ کر سونمات کے
 ہتخانہ کے اس احاطہ میں داخل ہوا۔ جہاں اس وقت کے ہندوستان کی تہذیب و تمدن
 کی شرمناک اور ذلیل سے ذلیل ترین حرکتیں ہوتی تھیں۔۔۔

میدانِ جنگ کے پچھے پچھے راجواروں، بزمینوں اور سردہتوں نے محمود کے پاؤں
 کو پکڑ لیا اور ہاتھ جوڑ کر درخواست کی کہ

ہمارے مہادیو کو نہ توڑیں۔ اس کے بدلے میں آپ جتنا چاندی، سونا اور زرو
 جواہرات چاہیں لے لیں۔ اسکے علاوہ خزانہ دولت اور جو کچھ آپ چاہیں لے لیں۔

اس کے جواب میں۔ اس اسلام کے بت شکن مجاہد نے اپنا فولادی گزیر اٹھایا
 اور مہادیو کے سر پر پارا۔ اور مہادیو کے ٹکڑے پورے مندر میں بکھر گئے محمود نے کہا
 کہ میں بت فروش نہیں بلکہ بت شکن کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں! اور بت کے ٹکڑے ٹکڑے

کہے — حق پرستوں کی اگر کی تو نے دیکھنی نہیں
 طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

بعض متعصب مورخوں اور ہندوستان کے کینہ پرور ہندوؤں نے محمود
 کو ایک لیڈر اور ڈاکو ظاہر کرنے کی ناکام کوشش کی ہے —
 اس لیے کہ کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنا اور وہاں کے سونے چاندی
 کے خزانے لوٹ لینا کوئی بہادری نہیں ہوتی —

لیکن — وہ نہیں جانتے کہ محمود غزنوی ایک پکا سچا مسلمان تھا۔ اور صحیح
 معنوں میں مذہب پرست، اسیلئے اس کے مذہب میں بتوں کو توڑنا عین اسلام تھا۔
 اور عمل ابراہیمی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سونے اور چاندی کے خزانے محمود کے
 لئے مالِ عنیمت تھے —

۶ ستمبر ۱۹۶۵ کورات کے اندھیرے میں ہندوستان کے جنگی ناخداؤں نے پاکستان
 پر اچانک حملہ کر کے جب اسلام کو لکارا تو وہ شاید یہ نہیں جانتے تھے۔ کہ
 مہاراج ایہمہ کھیڈ تلوار دی اے
 جنگ کھیڈ نہیں ہوندی زبانیاں دی

اور پھر اپنے ملک و ملت کی آزادی و وقار اور اسلام کی آبرو کی حفاظت کے لئے
 جب صدر پاکستان محمد ایوب خاں کی بہادر قیادت میں اسلام کا لشکر مقابلے میں آیا تو یہ بھی
 ایک ”خدا کی یلغار“ تھی۔ جس کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی جرات و شجاعت کی ضرورت
 تھی۔ لیکن اس خدا کی یلغار کے ہاتھوں ہر محاذ پر ہندوستان کے جنگی جنونیوں کی ذلت آمیز
 شکست نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بھارت مانا کے بڑول بیٹوں کے پاس نہ کوئی جرات ہے اور
 نہ کوئی شجاعت۔ اور نہ کوئی حوصلہ ہے اور نہ کوئی استقلال —

اور پھر کسی مذہب کی عبادت گاہوں کو تباہ کرنے اور سونے اور چاندی کے خزانے کو حاصل کرنے کے سبب محمود غزنوی کو ڈاکو اور لٹیرا کہنے والے ہندو یہ بتائیں کہ —
اس جنگ میں تم نے کون سی بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ رات کے اندھیرے میں
جنگ کا اعلان کئے بغیر اچانک حملہ کر دینا۔

اور بچوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کر لینا اور پھر مسجدوں کو جلا ڈالنا۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں
کا کام نہیں تو — اور کیا ہے؟ —

کشمیر کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم و ستم، جبر و تشدد اور ان کو قتل کرنا۔ اس جرم کی سزا
ہے کہ وہ ہندوستان کے ظالم حکمرانوں اور بھارت کے وحشی درندوں سے غلامی کی زنجیریں
توڑ کر آزاد ہونا چاہتے ہیں۔

حالانکہ آج سے اٹھارہ سال قبل انگریز کی غلامی سے نجات پانے اور غلامی کی
زنجیریں توڑنے کے لئے کانگریسی ہندو بھی وہ سب کچھ کر چکے ہیں جو آج کشمیر کے مسلمان
کر رہے ہیں۔

عدم تشدد سے لیکزم کیس۔ جلیانوالے باغ کی گولیاں اور جیل خانوں کی سلاخیں
اس بات کی گواہ ہیں کہ اپنی آزادی کے لئے جلوں بھی نکالے جاتے تھے اور مظاہرے
بھی ہوتے تھے۔

فرنگیوں کی سامراجی طاقت کے خلاف تقریریں بھی ہوتی تھیں اور مضامین
بھی لکھے جاتے تھے اور تحریک آزادی کے کامیاب بنانے کے لئے بالوگانڈھی کے
عدم تشدد کے نظریے کو چھوڑ کر ریل کی پٹریاں تک اکھاڑ دی جاتی ہیں۔
اور سرکاری دفاتروں اور ریلوے اسٹیشنوں کو آگ تک لگا دی جاتی رہی اور سردار
بھگت سنگھ کو دالرائے کی گاڑی پر ہم پھینکنا پڑا۔

اگر وہ سب کچھ دس بھگتی تھی تو آج کشمیر کے مسلمانوں کی یہ تحریک آزادی بغاوت کیوں ہے؟ ————— جس کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے وحشی دزدے اور ظالم حکمران ان پر جو ظلم و ستم کر رہے ہیں اس کی مثال تو ہندوستان پر انگریزوں کے دو سو سالہ تسلط بھی پیش نہیں کر سکتا۔

اور پھر اسی تحریک آزادی کو کچلنے کے لئے ہندوستان کے جنگی سوراووں نے پاکستان پر بھی حملہ کر دیا۔ لیکن پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں نے جس ہمت و جرات

اور عزم و استقلال اور اتحاد و اتفاق سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور پاکستان کی مسلح بہادر افواج نے خدائی یلغار کی صورت میں جس جاثاری

اور سرفروشی کے جذبے سے سرشار ہو کر جو حیرت انگیز جنگی کارنامے دکھائے وہ قیامت تک ایک لازوال حقیقت کی صورت میں زندہ رہیں گے۔

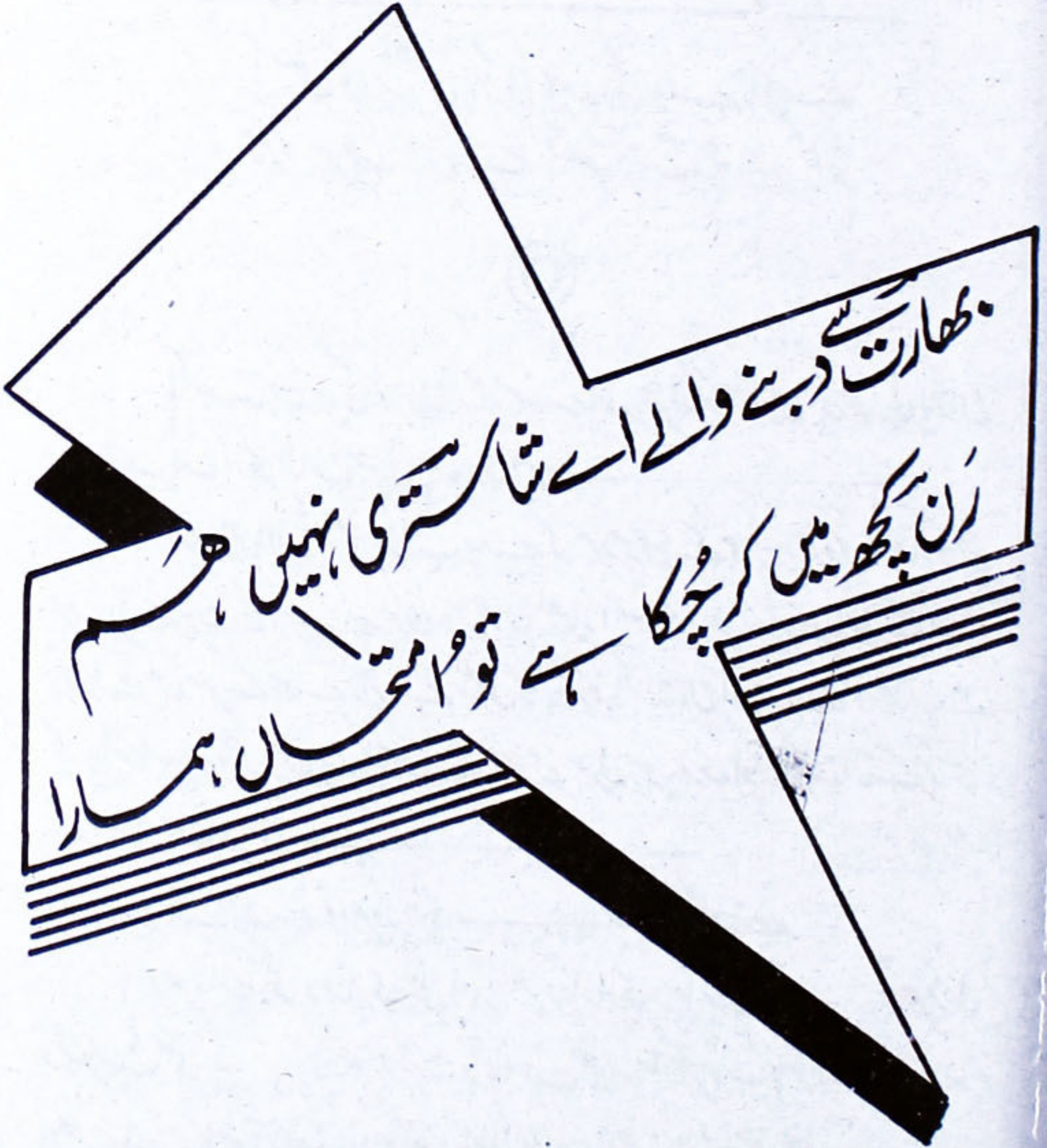
اور اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک جنگِ موتہ اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا کرتہ مبارک سونمات کو فتح کرنے کا سبب بن سکتا ہے

تو جہادِ پاکستان میں تو نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم۔ میاں شیر محمد شرق پوری۔ داتا گنج بخش۔ پیر جماعت علی شاہ لاثانی اور امام

علی الحق اور دوسرے اولیائے کرام بھی پاکستان کی بہادر فوجوں کی مدد کے لئے شامل تھے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط



جنرل موسیٰ اور جنرل چوہدری

اس کی بڑھتی ہوئی بیباکی و بے تابی سے
تازہ ہر عہد میں ہے قصۂ فرعون و کلیم



پاکستان کی فوجوں کے سپہ سالار جنرل موسیٰ ہیں اور بھارتی افواج
کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل چوہدری ہیں۔
مندرجہ بالا شعر کا مطلب یہ ہے کہ مردِ مومن کے جوش و خروش، جہاد کی تڑپ
اور شوقِ شہادت کی وجہ سے موسیٰ و فرعون یعنی اسلام و کفر اور حق و باطل کے درمیان
ہرزمانے میں معرکے ہوتے رہیں گے۔ جس کا نظارہ پاکستان اور بھارت کی جنگ میں
کیا جا چکا ہے۔ جس میں ہندوستان کے فرعون جنرل چوہدری اور پاکستان کے موسیٰ
کے درمیان مقابلہ ہوا۔

مقابلہ۔ تو ضرور ہوا۔ لیکن

ادھر، مکاری و عیاری تھی اور ادھر وفاداری و جانتاری تھی۔ ادھر بزدلی
و گھبراہٹ تھی۔ ادھر جرات و شجاعت تھی۔ ادھر موت کا خوف تھا۔ اور
ادھر شہادت کا شوق تھا۔ ادھر کفر و باطل تھا اور ادھر اسلام و حق تھا۔
ادھر ہندوستان کا فرعون تھا اور ادھر پاکستان کا موسیٰ۔ غرضیکہ توحید و شرک

کی ٹکر تھی — اور اسلام و کفر کی لڑائی۔ نیکی و بدی کی جنگ تھی اور حق و باطل کا معرکہ! — اور اس میں کوئی شک نہیں کہ

مثل کلیم ہوا اگر معرکہ آزا کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لا تحفتا!

مصر کے فرعون نے اپنی حکومت و دولت کے غرور اور قوت و طاقت کے نشے میں خُدا ہونے کا دعویٰ کر دیا اور پھر نجومیوں کے یہ بتانے پر کہ مصر میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوگا۔ اور وہ تیری حکومت و سلطنت، دولت و ثروت اور تیری خدائی کو اپنی خداداد قوت سے برباد کر دے گا۔ نجومیوں کی اس پیش گوئی کے پیش نظر، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کروانے کا ایک منصوبہ تیار کیا۔ اور اپنی مملکت میں اعلان عام کر دیا کہ اگر کوئی لڑکا کسی کے گھر میں پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔

اور اگر لڑکی پیدا ہو تو اسے زندہ رکھا جائے۔ چنانچہ فرعون کے مہر کی ہلکار تمام ملک میں پھیل گئے اور ہر اس گھر کی نگرانی ہونے لگی جس گھر میں بچے کی کی پیدائش متوقع تھی۔

اس طرح فرعون کے حکم بد سے ملک مصر میں ہزاروں بچے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پیدا ہو گئے۔ نجومیوں نے فرعون کو بتایا کہ وہ بچہ جس کے ہاتھوں تیری حکومت و خدائی برباد ہونے والی ہے پیدا ہو چکا ہے اور فلاں گھر میں ہے۔ فرعون کے سپاہی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اپنے اس بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ جو اللہ تعالیٰ کا جلیل القدر پیغمبر ہونے والا تھا اور وہ بچہ کہ جس نے جو ان ہو کر فرعون کی طاقت کا مقابلہ کر کے اس کی فرعونیت اور جھوٹی خدائی کو تباہ کر کے بنی اسرائیل کو اس

کے ظلم و ستم سے نجات دلانی تھی۔

اور جس نیچے نے آگے چل کر خدائی طاقت اور نبوت و رسالت کے جلال و کمال سے فرعونوں کی وحشت و بربریت اور ان کی باطل پرستی کے تختے کو الٹ کر امن و سلامتی - حق و صداقت - عدل و انصاف اور توحید و اسلام کی شمع روشن کرنی تھی۔ اور یہ وہی بچہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات و کمالات عشاءِ فتح و نصرت اور یدِ بیضاء کی غیر فانی روشنی کے ساتھ ساتھ ادائے دلیبرانہ اور رَبِّ اَرْنِي كِي اَرَزُوْ بِهِي عَطَا هُوْنِي وَالِي تَهِي۔

اور یہ وہی بچہ تھا کہ پھر اسی عشاءِ فتح و نصرت سے پتھروں سے پانی کے چشمے - دریائے نیل کی پھری ہوئی موجوں میں راستہ اور یدِ بیضاء کی روشنی سے نسل انسانی کو سیدھی راہ دکھانے والا تھا۔ بچہ ماں کی جھولی میں تھا اور فرعون کے سپاہی دروازے پر!

مکان کا دروازہ زور سے کھٹکا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے

پوچھا کون ہے؟

جواب ملا ہم فرعون کے سپاہی ہیں۔ دروازہ کھولو! اور یہ سخت آواز سے سن کر ماں کا دل دھڑکنے لگا۔ ایلٹے کہ وہ فرعون کے سپاہی

تھے اور فرعون معصوم بچوں کا دشمن تھا!

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی ماں نے پھر پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟

سپاہیوں نے جواب دیا کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ یہاں ایک بچہ ہے!

ماں سمجھ گئی کہ بس میرے بچے کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو مصر کے دوسرے

ہزاروں بچوں کا ہو چکا ہے اور پھر وہ سجدے میں گر گئی اور عرض کی اے پروردگار میرے

بچے کو فرعون کی تلوار سے بچالے۔

دعا قبول ہوگئی اور ہوتی بھی کیوں ناں؟

اور اگر وہ دعا نہ بھی کرتی تو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ہونے والے پیغمبر کی
حفاظت کرنی تھی کیونکہ یہ اللہ کی اپنی مشیت تھی —————
اور پھر آواز آئی

در تنور اندازِ موسیٰ را تو زود

مانگہداریم آواز ناز و دود

کہ میرے پیارے کلیم کی ماں جلدی اٹھ اور اپنے اس معصوم بچے کو
اپنے ہی ہاتھوں سے اس جلتے ہوئے تنور میں پھینک کر اوپر ڈھکنا دے دے۔
اور گھبرانا ہرگز نہ۔ ایسے کہ آگ تو آگ رہی ہم تیرے بچے کو دھواں تک نہیں لگنے دیں۔
اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے یہ حیرت انگیز اور مسرت انگیز آواز سن
کر اپنے بچے کو تنور کے دہکتے انگاروں میں رکھ کر اس پر ڈھکن دے دیا۔
اور اس کام سے فارغ ہو کر گھر کا دروازہ کھول دیا گیا۔

فرعون کے سپاہی اندر آگئے۔ مکان کی اچھی طرح سے تلاشی لی۔ گھر کا کونہ کونہ دیکھا۔
صندوقوں اور الماریوں کے تالے توڑے۔ لیکن ان کے وہم و گمان میں بھی نہ آسکا کہ وہ بچہ
تنور کے اندر گرم انگاروں سے کھیل رہا ہے۔

سپاہی تلاش کر کے اور مایوس ہو کر واپس چلے گئے تو ماں نے تنور پر ڈھکنا
اٹھایا۔ دیکھا تو بچہ آرام سے بیٹھا انگوٹھا چوس رہا ہے۔
ماں کی ممتا یہ دیکھ کر جوش میں آگئی اور اس نے بچے کو تنور سے نکال کر سینے
سے لگا لیا اور اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا فخر ادا کیا اور پھر خدا تعالیٰ نے اس بچے کو بڑے
نیل کی طوفانی ہروں سے بچایا۔

تو مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے جس بندے سے کوئی لینا ہوتا ہے اور

جن کے نورانی ہاتھوں سے کافر و مشرک بادشاہوں کے پھیلائے ہوئے کفر و شرک اور ظالم و جابر حکمرانوں کے پروردہ، ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کا خاتمہ کرا کے اپنی مخلوق انسانی کو توحید و اسلام - حق و صداقت، عدل و انصاف اور نیکی و پارسائی کی راہ دکھانا مقصود ہوتی ہے۔

تو پھر وہ خود اپنے اس برگزیدہ اور خاص بندے کی حفاظت و نگہداشت کرتا ہے۔
اور پھر وہ وقت بھی آگیا کہ

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں

تور دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

اور پھر اللہ تعالیٰ کے یہ جلیل القدر پیغمبر خداوند کریم کے اولوالعزم رسول اور ربّ دو جہاں کے لاڈلے اور جلال و ہیبت والے نبی - فرعون ہی کے شاہی محلات میں پل کر جوان ہوئے۔

فرعون کا ظلم بڑھتا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوتے گئے اور پھر توحید کی صدائے دلنواز اور حق کی آواز سوز و گداز مہر کی دادیوں میں گونج اٹھی۔

اور فرعون کے ظلم و ستم، وحشت و بربریت، ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک کے تلوے کا ضربِ کلیمی سے ٹوٹنے کا وقت آن پہنچا۔ اور تکبر و غرور اور جاہ و جلال اور جھوٹی، خدائی کے محل کرنے کا وقت آگیا۔ اور پھر اس صدائے حق کو نہ فرعون کی قوت دباسکی اور نہ ہی رسیوں کے سانپ بنانے والے فرعون کے جادوگر، عصا، موسوی کا مقابلہ کر سکے۔

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بڑھتی ہوئی تحریک توحید و رسالت کو کچلنے کیلئے فرعون نے تمام ملک سے جادوگر منگوائے کیونکہ یہ دور جادوگری کے عروج کا تھا اور پھر جب ایک کھلے میدان میں اسلام و کفر کی ٹکر - توحید و شرک کی جنگ - اللہ کے پیغمبر اور

فرعون کے جادوگروں اور نبی کے معجزے اور ان کے جادو کا مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارگاہ میں یہ عرض کرنے پر جواب آیا !

لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ

کہ اے میرے پیارے کلیمؑ ذرہ برابر بھی خوف نہ کر تو ہی غالب آئے گا۔

فرعون کی طرف سے یہ آخری ٹکڑھی جو توحید و ایمان کی دعوت اور حق و صداقت

کی تحریک کو دبانے کے لئے لی گئی۔ لیکن اس ٹکڑھی میں بھی حق و باطل پر، اسلام کفر پر،

اور روحانیت مادہ پرستی پر غالب آئی۔ اور یہی قوت الہیہ اور طاقت روحانی کی طرف

علامہ اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

ہرزمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی

کبھی شمشیرِ محمدؐ اور کبھی چوبِ کلیمؑ

اور پھر ہرمیدان میں شکست کھانے اور ہر محاذ پر بُری طرح پسا ہونے کے بعد

آخر فرعون دریائے نیل کی طوفانی موجوں میں ڈوب کر فنا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی

مکر و فریب کے تمام جال ٹوٹ گئے اور اس جھوٹی خدائی کا محل بھی زمیں بوس ہو گیا اور

پھر توحید الہی کا پرچم اور حق و صداقت کا جھنڈا ہلالِ احمر بن کر مصر کی فلک بوس عارتوں پر

لہرانے لگا۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہندوستان کے فرعون اور بھارت کے سامری نے پاکستان

کے موسیٰ کے ساتھ ٹکری۔ لیکن اسے معلوم نہیں تھا کہ

مثل کلیمؑ ہو اگر معرکہ آزما کوئی

اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لا تخف

اور بھارت کے فرعون اور بھارت کے سامری نے

کے ساتھ جنگ کر کے دیکھ لیا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلیم کے نام کی لاج رکھ لی اور بھارت کے سامری کا طلسم، ضربِ کلیسی اور چوبِ موسوی سے کس طرح توڑا اور طاقتِ روحانی کی طرف اقبالِ مرحوم نے کہا ہے کہ

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیسی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

بھارت کے فرعون جنرل چودھری نے رات کے اندھیرے میں اعلانِ جنگ کیے بغیر پاکستان پر اچانک حملہ کر دیا جو جنرل چودھری، مسٹر چون اور مسٹر شاکستی کے نزدیک ایک فوجی کارروائی ہو سکتا ہے۔ لیکن دنیا کے مہذب اور انصاف پسند مورخ جب آئندہ تاریخ لکھیں گے تو بھارت کے اس حملے کو ایک مسلح ڈاکے سے تعبیر کریں گے۔

اسلئے کہ اعلانِ جنگ کیے بغیر رات کے اندھیرے میں سوئے اور نہتے لوگوں پر اچانک حملہ کر دینا اور پھر عام شہریوں، دیہاتیوں کو قتل کرنا اور خواتین تک کو اغوا کر لینا فوجی حملہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا چوروں، لیٹروں اور ڈاکوؤں کا کام ہوتا ہے۔ اور پھر لاہور، سیالکوٹ اور دوسرے محاذوں پر بھارت کے سامری۔ اور

ہندوستان کے فرعون کے جادو گردوں کی پاکستان کے موسیٰ کے بہادر حق پرستاروں اور اللہ کے شیروں کے ساتھ جنگ ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت کے سامری کے بجاری پاکستان کے فرزندِ توحید کا مقابلہ نہ کر سکے اور ہر میدان میں ان کو ذلت آمیز شکست کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور وہ قوم جو خواجہ اجمیری کی لکڑی کی گھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ وہ پاکستان بھر کے شیروں کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کفرستانِ ہند کے بت خانوں میں توحید کی شمع روشن کرنے آئے۔ بھارت کے برہمنوں کو حق و اسلام کی دعوت دینے

آئے۔ مادادی کے پجاریوں کو خانہ کعبہ کا تعارف کرانے آئے۔ پتھروں کی مورتوں کے آگے بھکنے والوں کو ایک اللہ کے آگے جھکانے آئے اور رام کرشن کا نام چپنے والوں کو مقام مصطفیٰ سمجھانے آئے اور اس شان سے آئے کہ نہ کوئی فوج تھی اور نہ کوئی لشکر۔ نہ ہاتھ میں کوئی تلوار تھی نہ خنجر۔ نہ کوئی جوڑا نہ کوئی گھوڑا اور نہ کوئی طاقت اور نہ کوئی قوت۔

بس ہاتھ میں ایک تسبیح تھی اور گلے میں کلام پاک۔ سر پر ٹوپی تھی اور پاؤں میں کھڑاویں اور دل میں شمع توجید کی روشنی تھی اور آنکھوں میں نور مصطفیٰ کے جلوے۔

اس لئے کہ

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ ہے
وہ بات جو مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
حکومت پر تھوڑی راج کی تھی — اور جوگی جے پال تھا۔ پر تھوڑی راج نے
حکومت کا رعب دکھایا۔ مگر اللہ کا فقیر سکرایا۔ ! —
کہ — خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
ہنیں ہے سب جو طغرل سے کم شکوہ فقر
راجے نے طاقت، آزمائی، فقر نے شان فقر دکھائی کہ
فقر کے میں معجزات تاج دسریر و سپاہ —
فقر ہے میروں کا، فقر ہے شاہوں کا شاہ
پر تھوڑی راج نے کہا — او فقیر — یہاں نیکل باو ! —
فقیر نے فرمایا — راجہ تم ہی بدل جاو ! —
راجے نے کہا — تم یہاں کیوں آئے ہو؟ —

فقر نے فرمایا

اگر چہ بت میں جماعت کی آستینوں میں

پر — مجھے ہے حکم ازاں — لا الہ الا اللہ!

اور پھر جب پرتھوی راج کی طاقت اس مردِ حق شناس پر غالب نہ آسکی تو

اس وقت کے ہندوستان کے مشہور و معروف جادوگر جوگی جو سرکاری اور درباری

تھا اور جس کو ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے

اور جس کا نام جے پال تھا کو بلا گیا۔ تاکہ وہ جادو کے زور پر فقر و درویشی پر غالب آجائے۔

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ ادھر کفر تھا۔ ادھر حق و اسلام۔ ادھر

گمراہی و ضلالت تھی۔ اور ادھر رشد و ہدایت۔ ادھر مادہ پرستی تھی۔ ادھر تقوا^{نت}

ادھر جادو تھا۔ اور ادھر کرامت۔ ادھر شاہی جوگی تھا جے پال۔ ادھر اللہ کا

درویش خواجہ معین الدین چشتی

جادو اسباب کا محتاج ہوتا ہے۔ اور کرامت کسی اسباب کی محتاج نہیں ہوتی۔

جوگی نے اپنی مٹھی بند کی اور کہا — ادھر بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

خواجہ صاحب نے نگاہ فقر سے دیکھا اور تیری مٹھی میں گنگا و جمنادر یاؤں کا ریت ہے۔

جوگی جے پال نے کہا ٹھیک ہے!

اور پھر حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے باغِ جنت کا ایک

پھول اپنی مٹھی میں بند کر کے فرمایا

ادھر جوگی — بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

جوگی جے پال نے اپنے جادو کے زور پر زمین کا کونہ کونہ چھان مارا مگر اسکی سمجھ میں کچھ

نہ آئی۔ پھر وہ ۱۵۰۰ اور ۱۵۰۰ رُفصا میں سدا زگر گیا اور ابھی تھوڑا سا بلند ہوا تھا کہ —

خواجہ صاحب نے اپنی لکڑی کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ، اس جوگی کو نیچے زمین پر اتارو
بس پھر کیا تھا۔ یہ حکم سنتے ہی دونوں کھڑاؤں فضا میں بلند ہو گئیں اور جوگی
جسے پال کے سر پر بسنے لگیں۔ جب جاؤ گئے دیکھا کہ یہ کھڑاؤں اس کا پچھانہ
چھوڑیں گی بالآخر مجبور ہو کر وہ زمین پر اتر آیا۔

جسے پال زمین پر اترتے ہی خواجہ صاحب کے قدموں پر گر پڑا اور مسلمان ہو گیا
اور اس کی قبر آج بھی خواجہ صاحب کے مزار پاک کے ساتھ ہے۔
اور پھر آہستہ آہستہ کفرستان ہند میں خواجہ کے فیض روحانی کے چشتے ایلنے
لگے اور بھارت کے بت خانوں میں اذانوں کی آوازیں آنے لگیں اور اسی طرح خواجہ
معین الدین اجمیری حشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روحانیت کے فیض اور فقر و غنا کے
زور سے نوے لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا۔

آج ہندوستان کا فرعون جنرل چوہدری بھی اسی قوم کا ایک فرد ہے اور بھارت
کا سامری مسٹر شاستری بھی انہی ہندوؤں میں سے ایک ہندو ہے اور مسٹر چون بھی انہی
لالوں میں سے ایک لالہ ہے اور پنڈت رادھا کرشن بھی انہی پنڈتوں میں سے
ایک پنڈت ہے، جو اپنی قوت و طاقت، شان و شوکت اور فوجوں کے باوجود
بھی خواجہ اجمیری کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکے۔

تو پھر وہ قوم جو خواجہ اجمیری کی لکڑی کی کھڑاؤں کا مقابلہ نہ کر سکی تھی۔ آج پاکستان
کے شیر دل جوانوں کے ساتھ کیسے نکلے سکتی ہے
مقام نقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایا نہ ہو تو کیا کہیے!

مصر کے فرعون کی طرح بھارت کے فرعون نے بھی اپنی فوجی طاقت سے کشمیر کے
مظلوم مسلمانوں کے معصوم بچوں کو بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ اور یہ قتل عام صرف اسی
لئے ہی تھا کہ ان کو انہیں بچوں کے ہاتھوں اپنی فرعونیت کا خاتمہ نظر آ رہا ہے اور

وہ جان چکا ہے کہ کشمیر کا بچہ بچہ اب ہمارے بچہ استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لیے میدان عمل میں اُتر آیا ہے۔ اور انہوں نے ہماری غلامی کی زنجیریں توڑنے کے لیے اپنی آزادی و وطن و ملت کی خاطر اپنے تن من و دھن کی بازی لگادی ہے اور ہماری رحمت و بربریت کی تباہ کن آندھیاں بھی ان کی تحریک آزادی کی شمع کو نہیں بجھا سکتیں

اور اب یہ تحریک جو کشمیریوں نے شروع کر دی ہے اور جس میں شمع آزادی کو اپنا خون دیا اور تن من و دھن جھونک دیا ہے اس کو بجھانا اب ہندو فرعون کے بس کی بات نہیں۔ چاہے وہ ظلم و بربریت کی ساری حدیں عبور کر لے کشمیری مسلمانے اب اس بنیے فرزند کو اس کے اپنے خون کے دریائے نیل میں غرق کر کے ہی دم لیں گے۔ صبح آزادی کی کرن اب نمودار ہو چکی ہے جس کو طلوع ہونے میں اب زیادہ وقت نہیں لگے گا۔



خُدائی بیچارہ



تھے، ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں
 خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
 دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
 کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
 شان آنکھوں میں نہ جھپتی تھی جہاں داروں کی
 کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی



اللہ کے شیر۔ محمد کے غلام۔ اسلام کے غازی اور حق کے پرستار اپنی پشانیوں
 پر سجدے کے نشان۔ نگاہوں میں حسن یار کے جلوے۔ دلوں میں شہادت کا شوق اور
 اپنے ماتھوں میں ننگی تلواریں لے کر جب خدا کی توحید کا پیغام۔ رسول پاک کی رسالت
 کا پیغام۔ اسلام کی صداقت کی تبلیغ اور تسل انسانی کو ظلمت کدہ کفر و باطل سے نجات
 دلا کر گہوارہ نور ایمان کی طرف لانے کیلئے سرزمین عرب سے سرکبف اور کفن بدوش ہو کر
 نکلتے تو پھر نہ پہاڑ ان کا راستہ روک سکے تھے اور نہ ہی دریاؤں کے طوفان۔ اصل
 بات یہ تھی کہ وہ حاجی و نمازی ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر غازی بھی تھے اور زاہد و عابد
 ہونے کے ساتھ ساتھ سرفروش مجاہد بھی۔ اور اگر وہ رات کو مصلوں پر بارگاہِ ایزدی میں سجدے پر

ہوتے تھے تو دن کو برق رفتار گھوڑوں کی پشتوں پر لڑنے کیلئے سوار ہوتے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو لشکر اسلام کی صورت میں۔ "خدا ئی یلغار تھے!"

یہ مدینہ منورہ سے اٹھی اور پھر مصر و عراق، روم و شام تک گئی، وہاں سے اٹھی تو افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دیتی ہوئی ایران و ہندوستان تک پہنچی۔ اور تاریخ کا ایک ایک ورق۔ پہاڑوں کی ایک چوٹی۔ ریت کا ایک ایک ذرہ اور گنگا و جمنہ کی ایک ایک موج اس بات کی گواہ ہے کہ

مسلمانوں کی اس خدا ئی یلغار کو نہ روم و شام کے قیصر و کسری روک سکے اور نہ ہی افریقہ کے تدبیر و زریق۔ اور اس کا مقابلہ نہ ایران کے رستموں کی تلواریں کر سکیں اور نہ ہی ہندوستان کے رانے سانگے اور مہٹے سر رار روک سکے۔ انیلئے کہ مسلمانوں کی اس خدا ئی یلغار کے ایسے لشکر اسلامی شکر پر مشتمل ہوتے تھے جو اللہ کے سپاہی بھی ہوتے تھے اور مصطفیٰ کے خدا ئی بھی! اور وہ مسجد میں نمازی ہوتے تھے اور میدان میں غازی بھی۔ وہ رات کے عابد بھی تھے۔ اور دن کے مجاہد بھی!

بھلا جس اسلامی لشکر میں حضرت خالد بن ولید۔ هزار بن ازور۔ محمد بن قاسم محمود غزنوی اور بابر جیسے شیر دل سپاہی اور اللہ کے شیر موجود ہوں تو پھر یہ خدا ئی یلغار نہ ہو تو اور کیا ہو سکتی ہے۔



بحری بیڑا

دشت تو دشت ہیں دریا بھی تھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے تھوڑے ہم نے

جہادِ پاکستان میں جہاں پاکستان کی میدانی فوج اور فضائی فوج کے
شیردل جوانوں کی جنگی داستانیں قیامت تک ملتِ اسلامیہ کے دلوں کو گراتی
رہیں گی، وہاں پاکستان کے بحری بیڑے کے حیرت انگیز کارنامے بھی تاریخ کے اوراق
پر سنہری حروف میں لکھے جائیں گے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری جنگوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔
ابن ماجہ شریف ص ۲۰۵ اِنَّ اللّٰهَ وَكُلَّ مَلَكٍ الْمَوْتِ بِقَبْضِ
الْاَرْوَاحِ اِلَّا شَهِيدَ الْبَحْرِ فَاِنَّهُ يَتَوَلَّى قَبْضَ اَرْوَاحِهِ
کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے انسانی ارواح قبض کرنے کے لئے موت
کے فرشتے کو مقرر کر دیا ہے۔ مگر بحری لڑائی میں شہید ہونے والے مسلمان
کی روح خدا تعالیٰ خود قبض کرتا ہے۔ “

اس حدیثِ پاک سے سمندری جنگ کی فضیلت اور پھر حق و باطل کے اس میں
شہید ہونے والوں کا مقام اعزاز و درجہ روزِ روشن کی طرح نکھر کر سامنے آجاتا ہے!
اور پھر پاکستان کے بحری بیڑے کے جوان کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ اپنے کملی والے
آقا کی بارگاہِ عالیہ میں بہت ہی مقبول و منظور ہیں۔

پاکستان پر ہندوستان کے حملے کی خبر سنتے ہی پاک بحری بیڑے کے تمام چاک و چوبند جوان، ملک و ملت کے بہادر غازی اور پاکستان کے ساحلوں کی حفاظت کرنے والے اللہ کے شیر سمندر کی طوفانی موجوں سے کھیلنے کے لئے تیار ہو گئے! یا علیؑ کے فلک شگاف نعرے کی آواز فضائے آسمانی میں گونجی اور پھر سمندر کی گہرائیوں میں جا پہنچی۔ لنگر اٹھا دیئے گئے اور بیڑے کے کپتان نے بیڑے کا رخ دوارکا کے بحری اڈے کے ساحلی علاقے کی طرف اس دعا کے ساتھ موڑ دیا کہ اے اللہ

تو خشکی، تری پہ قادر ہے، آسان میری مشکل کر دے

ساحل کی طرف کشتی نہ بھی، کشتی کی طرف ساحل کر دے

اور پھر پاکستان کا یہ بحری بیڑا اپنے شیر دل جوانوں اور سمندر کے مگر مچھوں کو لے کر آہستہ آہستہ سمندر کی پھری ہوئی لہروں پر تیرنے لگا۔ اسلام کا یہ پاک بحری بیڑا کفر کے پلید بیڑے کو غرق کرنے جا رہا تھا! اور اسلام کا یہ جنگی بیڑا اپنے وطن عزیز کے پاک ساحلوں کی حفاظت کے لئے کفرستان ہند کے بتانِ سومات کو اپنی ضربِ غزنوی سے توڑنے کے لئے جناب ایڈمرل اے آر خان کی حوصلہ مند اور بہادر قیادت میں ٹھیل دیا گیا۔

یہ مردانِ غازی محمود غزنوی کی شمشیر برآں لے کر اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے پر سمندر کی اچھلتی ہوئی موجوں سے کھیلنے ہوئے دوسو وائس میل دور ہندوستان کے ایک مضبوط بحری قلعے دوارکا کے ساحل کی طرف بڑھنے لگے۔

اقبالِ مرحوم نے مردِ مسلمان کا یہی مقام بیان کیا ہے کہ
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دراؤں کے دل جس سے دل جانیں وہ طوناں

اور چونکہ اس پاک بیڑے میں دینِ اسلام کی عظمت کے پاسبان تھے۔ ناموس
 مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کے نگہبان تھے۔ ملک و ملت کی آبرو کے رکھوالے تھے۔
 چمنستانِ وطن کی رنگین بہاروں کے متوالے تھے اور چونکہ پاکستان کے اس بیڑے میں
 اسلام کے مگرچھ تھے جو کفر کے دریا کی مچھلیاں کھانے جا رہے تھے۔ اسلئے تھپیڑوں
 پر تھپیڑے کھا رہے تھے مگر بیڑا صحیح سلامت موجوں سے کھیلتا ہوا رواں دواں تھا۔
 دو سو سٹش میل کا فاصلہ پاکستان کے شیردل جوانوں کے لئے دو قدم بن گیا اور یہ
 اللہ کے شیر سمندر کے طوفانوں میں اسلام و کفر اور حق و باطل کی جنگ کا ایک اور طوفان
 برپا کرنے جا رہے تھے! اگر سمندر کی یہ تباہ کن موجوں کی راہ میں کسی کا دل گھبرایا بھی
 تو فوراً صدائے نخر آئی کہ: —

کانپتا سے دل تیرا اندیشہ طوفان سے
 ناخدا تو، بھرتو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

اور پھر راستے میں کئی بار سمندری لہروں کا طوفان اٹھا — اور تباہ کن موجیں
 بیڑے سے ٹکرائیں۔ لیکن جرأت و ہمت کے یہ پیکر جواں سمندری طوفانوں سے
 بے نیاز ہو کر اقبالِ مرحوم کا شعر گاتے ہوئے بڑے صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کی
 طرف بڑھتے جا رہے تھے کہ: —

سفینہ برگ گل بنا لے گا فادہ مور ناتواں کا
 ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا سے پار ہوگا

اور پھر پاکستان کا یہ پاک بیڑا سمندر کی اتھاہ پنہائیوں، طوفانی لہروں اور بھری
 ہوئی موجوں کو چیرتا ہوا اپنی منزل مقصود پر جا پہنچا اور پھر دوار کا قلعہ تھا اور پاک بیڑے
 کے غازی۔ توپوں کے منہ پوری طرح کھول دیئے گئے اور بھارتی سامراج کی قوت کا غرور

تورنے کے لئے اللہ کے شیروں نے آگ برسانی شروع کر دی۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں پاکستان کے غازیوں نے کفرستان ہند کے مضبوط ترین بحری قلعے کو بھسم کر کے بتانِ سومات کو پاش پاش کر کے اپنی تاریخ کو دہرایا۔

دشمن کے ہوا بازوں نے پاکستان کے اس بیڑے کو ڈوبنے کے لئے پورے دو سو اڈرن لٹا کا اور بمبار طیاروں سے حملہ کر دیا۔ مگر پاک بیڑے کی توپوں نے انہیں پھیل کوؤں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔ باقیوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

اسلام کے جس بیڑے کو وہ ڈوبنے کی خاطر آئے تھے، اس کے بہادر غازی ملاحوں کی حیرت انگیز کارکردگی کے باعث خود ہی سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گئے اور پھر بغیر کسی نقصان کے پاکستان کا یہ جنگی بیڑا فتح و نصرت کے شادیاں بجاتا بخیر و عافیت اپنے ساحل پر واپس آگیا۔

سلام کا یہ پاک بیڑا جب اپنی بندرگاہ سے روانہ ہوا تو نیچے سے سمندر کے نیلے پانی کی بھڑاس اور اوپر سوزح کی تپش! بیڑے کے جوانوں نے اپنے بہادر کپتان سے کہا کہ اوپر چھتریاں باندھ لی جائیں!

مگر کپتان نے چھتریاں باندھنے کی بجائے نیلی چھتری والے اپنے خدا کے حضور سز بسجود ہو کر عجز و انکساری سے دعا کی کہ اے میرے مولا! ہم کسی تفریحی یا تجارتی سفر پر نہیں جا رہے بلکہ تو دلوں کا حال جانتا ہے بلکہ تیرے دین کی پاسبانی اور اپنے ملکِ ملت کی نگہبانی کرنے جا رہے ہیں! اور یہ پاکستان کے غزنوی کفرستان ہند کے بتانِ سومات کو تورنے جا رہے ہیں۔ ہمارے اوپر اپنی رحمت کا سایہ کر دے۔

بس پھر کیا تھا۔ کپتان نے سجدے سے سر اٹھایا! آسمان کی طرف نگاہ

اٹھائی۔ ایک چھوٹی سی سیاہ بدلی افقِ آسمانی پر نمودار ہوئی اور پاکستان کے بیڑے کے

اور سایہ رحمت بن گئی! باقی ہر جگہ سخت دھوپ تھی لیکن پاک بیڑہ جب تک اپنا کام کر کے کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس اپنے اڈے پر نہیں پہنچ گیا۔ وہ بدلی بحری بیڑے کے اوپر ہی سایہ فگن رہی۔

اور پھر بھارت نے جنگ کے آخری دن اپنا آخری بیڑا بھی غرق کر دیا جسے پاکستان کی آبدوز غازی نے ایک کارروائی کے دوران غرق کیا۔

پاک بحریہ کے ہاتھوں دوڑاکا کے بحری قلعہ کی تباہی و بربادی کا انتقام لینے کے لئے ہندوستان کے جنگی جنونیوں نے بمبئی سے ساڑھے تین سو میل دور بحرہ عرب میں اپنے چار بحری جہازوں سے فائر بندی سے کوئی نو گھنٹے قبل شام کے چھ بجے پاکستان کی آبدوز "غازی" پر حملہ کیا جو دشمن کے بحری بیڑے کی تاک میں سمندر کی اٹھارہ گرائیوں میں تیر رہی تھی اور اس کے عملے کے بہادر جوان کپتان کے آر نیازی کی کس جرات مندانہ قیادت میں اس آبدوز میں دشمن کی تلاش میں تھے تاکہ دشمن کا بیڑہ پاکستان کے مقدس ساحلوں پر حملہ نہ کر دے۔

انتہائی مشکل حالات کے باوجود "غازی" آبدوز کے شیردل افسروں اور اللہ کے شیروں نے اپنی خداداد بے مثال جرات اور بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا اور اللہ کا نام لے کر دشمن پر جوابی حملہ کر دیا اور تار پیڈ کے ذریعے دشمن کا ایک بیڑہ غرق کر دیا جس کی قیمت دس کروڑ تھی۔

جب بھارت کا ایک جہاز سمندر کی تہہ میں پہنچ گیا تو باقی جہازوں کے بزول عملے میں خوف و ہراس پھیل گیا اور وہ انتہائی اذرا تفری کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر جب پاکستان کی آبدوز بھارت کا بیڑا غرق کر کے سمندر کی لہروں کو چیرتی ہوئی اپنے اڈے کی طرف آرہی تھی کہ بھارتی طیاروں نے اس پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اس

دقت فائز بندی ہر چکی تھی لیکن بھارت کے بیویوں نے اپنی وعدہ خلسانی اور بد نظرت
 کا اظہار کر دیا اور اپنی ان روایات پر عمل کرتے ہوئے اپنی فضائیہ کو حکم دیدیا۔
 دشمن کے طیارے، پاکستانی آبدوز "غازی" کا سراغ لگانے کی سرٹور کو شش
 کرتے رہے کہ اسے تباہ کیا جائے مگر لپیت ذہنیت بنیا باوجود اپنی سرٹور کو شش
 کے سوائے نامرادی اور ناکامی کے کچھ حاصل نہ کر سکا۔ اور آبدوز غازی بخیر و عافیت
 اپنے مستقر پر کامیاب و با مراد پہنچ گئی۔

"غازی" کے بہادر عملے نے بھارت ایسی منی سپر پاور کے مقابلے میں جس
 جس بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ صدر پاکستان نے ان کو اس کا رنامہ پڑھت
 ہی خراج تحسین پیش کرتے ہوئے میڈل اور تمغوں سے نوازا۔ کمانڈر کے آریازی
 کو ستارہ جرأت۔ لیفٹیننٹ کمانڈر احمد نسیم کو ستارہ جرأت۔ ای۔ آر اے مرٹ
 غلام نبی کو تمغہ جرأت دیا گیا۔

جن کی ہمت سے ہوا بر باد پھر یہ سو منات
 ان جواں مردوں، سمندری بادبانوں کو سلام



جہادِ پاکستان اور غیبی امداد!

بندہ مٹ جائے نہ جو آقا پہ وہ بندہ کیا ہے
بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ مولا کیا ہے

جہادِ پاکستان میں پاکستان کی شیردل افواج نے جہاں اپنی بے مثال
جرات و شجاعت، لاثانی جوا نمرودی و ثابت قدمی اور غیر فانی ایثار و قربانی کے
لازوال جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارت کی بے پناہ فوجی طاقت کے بھرپور حملوں
کو ہر محاذ پر پسپا کر کے آبروئے ملک و ملت کی رکھوالی - ناموسِ دین و وطن کی
حفاظت - شمعِ حق و صداقت کی نگہبانی، عظمتِ مصطفیٰ کی پاسبانی اور وقارِ اسلام اور
اسلام کی نگہبانی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہاں اولیائے کرام اور خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
کی امداد بھی پوری طرح شامل ہے! بلکہ اس جہاد میں مسلمانوں کی تمام جرات و شجاعت
اور عزم و استقلال، بزرگانِ دین اور امت کے غمخوار و مددگار کسلی و دلے آقا
علیہ السلام کی مرہونِ منت ہے۔

اپنی امت کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق بیان کرتے ہوئے

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے: — پارہ ۱۱ - سورۃ التوبہ - آیت ۱۲۸ :-

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِّصْ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفًا رَحِيمًا ط۔

کہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تمہاری طرف آیا اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو صدمہ ہوتا ہے اور وہ تمہارے ایمان کا خواہشمند ہے اور وہ ایمان والوں پر شفقت اور رحم کرنے والا ہے۔“

قرآن پاک کے اس واضح ارشاد کے پیش نظر جب حضور علیہ السلام کو اپنی اُمت بے اتنا پیارا ہے کہ اگر ہمیں کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے تو کالی کالی والے آقا علیہ السلام کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور ہمیں کانٹا بھی چھو جائے تو ان کو درد ہوتا ہے۔

تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جہادِ پاکستان میں تاجدارِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر ہندوستان کے کافر توپوں کے گولوں اور جہازوں سے بم برسائیں تو وہ اپنی اُمت کی غم خواری اور مدد نہ کریں اور خاموش بیٹھ دیکھتے رہیں اور مصیبت و مشکل میں مبتلا اپنے غلاموں کی مدد کو نہ آئیں! اور وہ نبی جو اپنی اُمت کے پاؤں میں کانٹا برداشت نہیں کرتا وہ کافروں کے گولے اور بم برستے کیسے دیکھ سکتا ہے۔

حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب خطیب جامع مسجد جمال خانوانہ۔ لائل پور جو اسم باسملی ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب درد بھی ہیں اور اہل سنت والجماعت کے ایک بلند پایہ خطیب بھی! میرے پاس تشریف لائے! میں نے اس کتاب کی تصنیف کے بارے میں عرض کی تو انہوں نے ازراہ کرم صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف کی ایک حدیث پاک مجھے یاد کروائی اور ساتھ ہی اس کی تشریح و وضاحت بھی کر دی۔

نسائی شریف۔ جلد دوم۔ غزوة الہند ص ۶۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ زانتے ہیں :۔

فَإِنْ أَدْرَكْتُمَا اتَّفَقَ فِيهَا نَفْسِي وَمَالِي -

اور اگر میں اس غزوہ میں شہید ہو جاؤں (یا کر دیا جاؤں) تو افضل الشہداء ہوں گا۔
صحاح ستہ کی اس حدیث پاک سے ایک تو موجودہ جہادِ پاکستان کی فضیلت اور اس
میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا مقام بتانا مقصود تھا۔

اور ساتھ ہی اس غزوہ کا حضور علیہ السلام کو بھی علم بھی تھا اور پھر اسمیں شامل
ہو کر اپنے مال و جان خرچ کر دینے کی آرزو نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی روشن
دلیل ہے!

اور پھر میری عرض پر یہ کیسے ثابت ہوا کہ غزوہ ہند کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ یہی جہادِ پاکستان ہے! ہو سکتا ہے کہ وہ محمد بن قاسم والا ہو
یا محمود غزنوی والا!

تو حضرت مولینا صاحب نے فرمایا۔ کہ جب تک ہند کا لفظ ہندوستان کے
ساتھ موجود ہے گا۔ اس وقت تک جو بھی لڑائی اسلام کے ساتھ ہوگی، وہ غزوہ ہند
کہلائی اور اسی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ثابت ہوگا۔
مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی ہندوستان کے کافروں نے مسلمانوں کے
ساتھ جو لڑائیاں لڑی ہیں۔ ان میں حضور علیہ السلام کی مدد مسلمانوں کے لئے ثابت ہوگی
اور اس میں بھی! تاجدارِ دو عالم علیہ السلام، محمد بن قاسم کے وقت بھی تشریف لائے
ہوں گے اور محمود غزنوی کے وقت بھی۔ انہوں نے بابر کی مدد بھی کی ہوگی اور صدر محمد آویز
کی بھی۔ اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا!

حضرت ثوبانؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔

فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: — عَصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي

أَحْرَزَهُمَا اللَّهُ مِنَ النَّارِ عَصَابَةٌ لَعْنُ وَالْهِنْدُ وَعَصَابَةٌ

تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ —

کہ میری اُمت کے دو گروہ ایسے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے۔ ایک وہ گروہ جو کفر کے مقابلے میں ہندوستان کی لڑائی لڑے گا۔ اور ایک وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے۔

اس حدیث پاک کے مطابق پاکستان کے وہ مجاہد، غازی اور شہید کتنے خوش قسمت ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے پیش نظر ان پر دوزخ کی آگ حرام ہو گئی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ہند سے مراد وہ ہند ہے جس کی سرحدیں کسی اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں۔

وہ سوائے اس موجودہ ہندوستان کے علاوہ اور کون سا ہند ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسی کی سرحدیں اسلامی ملک پاکستان سے ملتی ہیں۔

”پاکستان حضور رسالت مآب کے سائے عاطفت میں“

کے جلی عنوان سے شائع ہو چکا ہے!۔ اس خط کے متن کا یہ حصہ ملاحظہ ہو۔

لکھا ہے کہ :

جس روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اسی شب میں یہاں ایک سو حضرات نے

خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضہ اقدس کے

جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت تیزی اور جلدی میں

ایک خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب الاسلام تشریف

لے گئے!۔ بعض حضرات نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”پاکستان میں جہاد کے لئے“ اور پھر ایک دم برق کی مانند بلا اس سے بھی تیزی سے روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہ شریف ہی سے پانچ حضرات اسی راستے سے ایک موٹر پر سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے اور بھی بہت سے خواب اسی اثناء میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بفضل جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح و نصرت عطا فرمائے آمین ثم آمین۔“

اس مقدس خط کو پڑھنے کے بعد پچھلے سچے مسلمان اور تاجدار زمین و زمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی امتی اور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سچے غلام کو یہ حقیقت تسلیم کر لینے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ حضور علیہ السلام موجودہ ”جہاد پاکستان“ میں اپنے غلاموں کی امداد کے لئے تشریف لائے۔

اور پھر اس خط کی تصدیق پاکستان کے ایک معزز مسلمان جناب حکیم نیر واسطی صاحب لاہوری کی وہ تقریر بھی کرتی ہے جو انہوں نے مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو رات کے پونے ۹ بجے شہر کے لوگ کے عنوان کے تحت لاہور کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کی۔

حکیم صاحب جو ایک صاحب دل مسلمان بھی ہیں، نے فرمایا:

”کہ جس دن پاکستان پر حملہ ہوا، میں اس دن مدینہ منورہ میں تھا! اور اسی رات میں نے بھی اور دیگر بہت سے حضرات نے دیکھا کہ سجد بنوی سے نور کا ایک شعلہ اٹھا اور اسی شعلہ کے ساتھ چار کرنیں بھی ہیں، پتہ کرنے پر معلوم ہوا مدبر کرامت کملی والے آقا علیہ السلام اپنے یاروں کے ساتھ جہاد پاکستان“ پر تشریف لے گئے ہیں۔“

حکیم صاحب مزید فرماتے ہیں کہ،

” پھر میں میدان بدر کے راستے مکہ مکرمہ جا رہا تھا کہ بدر کے میدان میں مجھے ایک درویش ملے۔ سلام دعا کے بعد فرمانے لگے کہ کیا تم پاکستانی ہو؟۔ میں نے عرض کی۔ ہاں!

تو فرمانے لگے کہ تمہیں پاکستان کی فتح کی کوئی خبر آئی ہے؟ میں نے کہا نہیں!

تو وہ درویش حیران ہو کر فرمانے لگے!۔ کہ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ آج تین دن ہوئے میدان بدر کے تمام شہداء تو ”جہادِ پاکستان“ میں جا چکے ہیں مگر ابھی تک پاکستان کی فتح کی خبر نہیں آئی۔“

اور ان روایات کی تصدیق کے لئے پاکستان کے کثیر الاشاعت اخبار جنگ کراچی مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو بھی دیکھا جائے جس میں نمایاں طور پر لکھا ہے کہ ”پاکستانی افواج نے یارسول اللہ کا نعرہ لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کا صفایا کر دیا۔“ اور مزید لکھا ہے۔

”سیالکوٹ کے محاذ پر پاکستانی افواج نے یارسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگا کر بھارت کی ٹڈی دل فوج کو بڑی طرح شکست دی ہے۔“

اور پھر لکھا ہے کہ:

”سرگودھا کے ہوائی اڈے پر ایک درویش کو جھولی میں بم لئے دیکھا گیا۔“

سیالکوٹ کے معرکے میں نبی آخر الزماں سے اور شیر خدا اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے! اور ۳۱۲ میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد۔ سفید براق لباس میں

ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جڑی نوجوان دیکھے گئے!

اور چونڈہ کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مجاہدین کی امداد کرتے ہوئے اور مجاہدین

کے ساتھ یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے دیکھا گیا۔
اور۔ لاہور۔ ظفر وال۔ چوڑہ اور سیالکوٹ کے محاذ پر اکثر مجاہدین کو شاباش

دی گئی!

اور اخبار نے آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ

”ان معجز العقول واقعات اور معجزات کا اعتراف پاکستان کے مجاہدوں کے

علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا ہے۔“

ملک حسن علی صاحب شرقپور شریف والے جو جماعت اہلحدیث کے ایک سرکردہ

رکن ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میاں شیر محمد شیر بانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ

کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور رو کر عرض کیا کہ حضرت بڑی مدت کے بعد آپ نظر آئے ہیں۔

وہ بھی اس حالت میں کہ آپ اتنی جلدی میں ہیں!

تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ سیالکوٹ پر کافروں نے حملہ

کر دیا ہے، ان کو روکنے کے لئے جا رہا ہوں۔

ملک صاحب کہتے کہ میں نے عرض کی کہ لاہور پر بھی تو کافروں نے حملہ کیا ہے۔

آپ وہاں کیوں نہیں جاتے؟

تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ لاہور کے لئے تو دانا صاحب موجود ہیں۔

شہباز لاسکانی، قطب ربانی حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ

علیہ علی پور شریف والی سرکار سفید براق لباس میں ملبوس جا رہے ہیں اور آپ کے پیچھے پیچھے

حضرت صوفی محمد دین صاحب جو آپ کے روحانی خلیفہ ہیں، لٹوالے جا رہے ہیں، قبلہ عام

وضو فرماتے لگے، بازوؤں سے گرتے مبارک ہٹا تو بازوؤں پر سیاہ نشان تھے!

صوفی صاحب نے عرض کی کہ قبلہ یہ نشان کیسے ہیں؟

تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کافروں کے گرائے جانے والے

بم اٹھاتے اٹھاتے یہ داغ پڑ گئے ہیں!

ان دونوں واقعات کا تذکرہ حضرت علامہ مولانا محمد سلیم صاحب نے خود مجھ

سے بیان کیا۔

ان تمام مصدقہ واقعات و روایات کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ
جہادِ پاکستان اور حق و باطل اور اسلام و کفر کے معرکے میں، پاکستان کی شیردل افواج
کے ساتھ ساتھ مددگارِ امتِ امام الانبیاء علیہ السلام اور اولیاءِ عظام کی امداد بھی شامل تھی
ورنہ انکار کی صورت میں یہ فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ

○ محاذوں پر سبز کپڑوں والے یہ مجاہدین کون تھے؟

○ اور غازیانِ اسلام کے دوش بدوش سفید براق کپڑوں میں ملبوس کون تھے؟

○ اور مجاہدینِ پاکستان کے ساتھ ملکر میدانِ کارزار میں گھوڑے پر سوار وہ جری جوان کون تھے؟

○ اور اسلام و کفر کے اس معرکے میں پاکستان کے بہادر اور سرفروش غازیوں کو

شاباش دینے والے کون تھے؟

○ اور حق و باطل کی اس جنگ میں مجاہدین کی پشت پناہی کرتے ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے نعرے لگانے والا وہ نورانی خاندان کون تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ اگر پاکستان کی جرأت مند اور جاں نثار افواج کی ہمت و شجاعت

اور ایثار و قربانی کے بے مثال جذبے کے ساتھ ساتھ، نصرتِ الہی، تائیدِ خداوندی، امداد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پشت پناہی اولیاءِ اللہ نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ صورتحال کچھ اور ہوتی۔

اور اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسجد نبوی کے منبرِ رسول پر، دورانِ خطبہ
 ”یا ساریۃ النجیل“ پکار کر چار سو میل کے فاصلے پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا کی مدد کر سکتے
 ہیں تو کسلی والے آقا علیہ السلام اور اولیاءِ عظام کی مدد پاکستان کے مسلمانوں کے
 لئے کون سی مشکل ہے۔

اور آئندہ مورخ جب تاریخ میں پاکستان کی فتح و کامیابی کے اسباب تحریر
 کریں گے تو حضور علیہ السلام کی مدد اور اولیاءِ عظام کی دستگیری کا باب سنہری حروف
 سے لکھا جائے گا۔

اور پھر جہاد پاکستان میں مددگار امت، شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم
 اور اولیاءِ عظام کی امداد و دستگیری اور پشت پناہی و مشکل کشائی کا یہ زندہ ثبوت بھی
 ہے کہ دشمن کی اندھا دھند بمباری کے باوجود بھی ہمارے کسی فوجی ٹھکانے اور ہوائی
 اڈے کو ذرہ بھر بھی نقصان نہیں پہنچا۔

اور فوجی ٹھکانے یا ہوائی اڈے تو درکنار کسی چھوٹے سے چھوٹے پل کی ایک

اینٹ بھی نہیں اکھڑی۔

تو کیا یہ ایک اتفاقی حادثہ ہے۔ نہیں! اور ہرگز نہیں، بلکہ ہمارے فیقروں
 درویشوں اور بزرگانِ دین کی مدد کا نتیجہ ہے، جو دشمن کے بموں کو اپنی جھولیوں میں
 اٹھاتے رہے اور دشمن کے ہوا باز خود بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ جب ہم
 بم مارتے تھے تو سبز ٹوپوں والے آدمی ان کو اٹھا لیتے تھے اور ناکارہ بنا دیتے تھے۔
 البتہ دشمن کی بمباری سے پاکستان کا یہ نقصان ضرور سوا کہ لائل پور کے قریب ایک
 گاؤں چنچل سنگھ والا میں دشمن کی بمباری سے ایک آدمی کے حقے کی ٹوپی (جلم)
 ٹوٹ گئی تھی۔ اور اس نے حکومت پاکستان سے یہ درخواست کی ہے کہ جب بھی حکومت
 پاکستان بھارت کے اپنے نقصان کا معاوضہ طلب کرے تو میرے حقے کی ٹوپی کا بھی ذکر کیا
 جاوے کیونکہ یہ ٹوپی ہماری خاندانی ٹوپی تھی۔

محمد یونس

چھٹنا، پلٹنا، پلٹ کر چھٹنا :: لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

پاکستانی فضائیہ کے فلائیٹ لیفٹیننٹ محمد یونس حسن، جن کو ملک و ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے اپنی غیر فانی شجاعت، بے مثال جوانمردی اور بے نظیر جانبازی کا مظاہرہ کرنے پر صدر پاکستان نے ”ستارہ جرات“ عطا کیا ہے۔ انہوں نے گھر سے رخصت ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے بہت آرام کر لیا ہے اور اب پاکستان کی آبرو و عظمت بچانے کا وقت آ گیا ہے۔ اور انشاء اللہ میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اور پھر ان کو اپنا فرض ادا کرنے کے لئے فضاء آسمانی میں پرواز کرنی پڑی۔

میدانی افواج کی پسپائی کو دیکھتے ہوئے، ہندوستان نے دوسری چال چلی اور فضائی برتری حاصل کرنے کی غرض سے بھرپور فضائی حملہ کر دیا اور بھارت کا پاکستان کی مقدس سرزمین پر فضاء سے حملہ کرنے کا مقصد برتری حاصل کرنا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ پاکستان کے عقاب تو ان بھارتی ممولوں کو دبوچنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں اور اسلام کے یہ جانباز شاہین فضائی جنگ کے تمام کرتبوں سے پوری طرح آگاہ یہ کھیل کھیلنے کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔

اور فضائی جنگ کے پہلے ہی روز پاکستان کے ہوا بازوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔

جبکہ سرگودھا کے ہوائی اڈے پر محمد عالم سکواڈرن لیڈرنے دشمن کے پانچ جیٹ طیارے مار گرائے تھے اور اس طرح فضائی جنگ میں دنیا میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا کیونکہ پاکستانی شہباز ایم ایم عالم نے ایک ہی فضائی معرکہ میں اپنے سے طاقتور اور جدید بھارتی طیاروں کا مقابلہ کر کے پانچ طیاروں کو مار گرایا۔

اس کے بعد بھارتی پائلٹ، پاکستانی شاہینوں سے اس قدر بدحواس ہو گئے کہ وہ پاکستانی عقابوں کو بھارت کی فضاؤں میں بھی داخل ہونے سے نہ روک سکتے۔

پھر محمد لوئیس کی شہبازی اور فضائی جنگ توہندوستان کے جنگی وحشیوں کو مرتے دم تک یاد رہے گی! انبالہ - جوڑھ پورا اور پٹھان کوٹ اور ہلوارہ کے مہاشوں میں بس یہی شور تھا کہ وہ آیا - وہ جھپٹا - وہ پلٹا - وہ بم اور وہ گیا! - اس نے بھارت کے ہوا بازوں کو کئی بار فضائے آسمانی میں لٹکارا اور پھر ان پر عقابوں کی طرح پلٹتا، جھپٹتا اور پھر ان کو زمین پر آتے دیکھا - اقبال نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ:

دے دلولہ شوق جسے لذت پرواز

کر سکتا ہے وہ مہر کوتاراج

اور جب کبھی وہ تھک کر نیچے اترنے کا ارادہ کرتا تو اس کے کانوں میں یہ آواز

آتی کہ:

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا

تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

تو اللہ کا یہ شیر اور بھی جوش و خروش اور جرأت و ہمت سے گلشنِ وطن کی

رنگین بہاروں کی رکھوالی کے لئے بادِ موم کے تباہ کن جھونکوں سے کھیلنا شروع کرتا!
 اور اُس نے کئی بار ہندوستان کی فضائی لائن کو عبور کیا اور کئی بار بھارت کے ہوائی اڈوں
 پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے! —————

اور اُس نے دن کی روشنی میں بھی اور رات کے اندھیرے میں بھی دشمن کے ٹھکانوں
 پر بم برسائے اور ساتھ ساتھ اپنی میدانی فوج کو فضائی تحفظ فراہم کرنے کے لئے پوری
 مدد کی۔ وہ مسلسل فضائے بسیط میں پرواز کرتے ہوئے زمین پر اترنے کا ارادہ کرتا
 تو پھر فضاؤں میں تیرتی ہوئی یہ آواز اس کو چونکا دیتی کہ: —————

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
 پر دم ہے اگر تو، تو خطہ نہیں افتاد

اور پھر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتا اور آخر وہ وقت بھی آ
 گیا، جو میدانِ جہاد میں مسلمانوں کے لئے عید سے کم نہیں یعنی اسلام کی عظمت،
 وطن کی ناموس اور ملتِ اسلامیہ کی آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت کا بلند مرتبہ

پانے کا وقت! —————

لیکن! اس شہید ہونے سے قبل اپنے وطن کی مقدس مٹی کو بوسہ دینے
 کے لئے واپس آنے کا ارادہ کیا ————— تو جھنگ میں بیٹھے ہوئے اس کے بوڑھے
 والد کی یہ آواز اس کے کانوں میں پہنچی —————

جو کبوتر پر جھپٹنے میں مزا ہے اے سپر

وہ مزا شاید کبوتر کے لہو میں بھی نہیں

وہ پٹھان کوٹ کے ہوائی اڈے پر اپنی تباہ کن پرواز کر رہا تھا کہ اسکا جہاز
 دشمن کی گنوں کی زد میں آگیا۔ اور اس کے جہاز کو آگ لگ چکی تھی، اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر کو

اطلاع دی۔ لیکن اب وہ اور اس کا جہاز اس قابل نہ تھے کہ واپس پاکستان کی سرحد تک پہنچ سکتے۔

اس اللہ کے شیر نے فوراً ایک فیصلہ کیا اور اپنے آپ سمیت اپنے جہاز کو بھارتی ہوائی اڈے پر کھڑے ہوئے دشمن کے جہازوں پر گرا دیا اور اس طرح بھارت کے پچیس تیار اور صحیح حالت میں کھڑے ہوئے جہازوں کو تباہ کر دیا مگر ساتھ ہی ملک ملت پر اپنی جان نثار کر کے جنت کا حقدار بن گیا۔

اس کے ساتھ وہ اپنے فرض کو پوری طرح ادا کر چکا تھا۔ کیونکہ اس وقت دشمن کی ہوائی طاقت پوری طرح مفلوج ہو چکی تھی اور ہندوستان کو فضائی قوت کا جو غرور تھا وہ خاک میں مل چکا تھا۔

اور بھارت کی چڑیاں، اسلام کے شہبازوں اور پاکستانی عقابوں کے سامنے آنے سے کترانے لگیں تھیں۔

بھارتی چڑیوں پر جو بھپٹے عقابوں کی طرح
ان فضا میں اڑنے والوں کے نشانوں کو سلام



میجر نذر حسین



میجر نذر حسین بھی پاکستان کی میدانی فوج کے ایک بہادر اور حوصلہ مند میجر ہیں جن کو صدر پاکستان نے برکی کے محاذ پر میدان جنگ میں ان کی بے مثال جرأت و لاثانی ہمت و حوصلہ دکھانے کے صلے میں ستارہ جرأت کا اعزاز دیا گیا ہے۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح کو بھارت کے جنگی وحشیوں نے اپنے جنون کا مظاہرہ کرتے ہوئے لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر لینے کا جو مجنونانہ خواب دیکھا تھا وہ پاکستان کے اس جرأت مند غازی اور اسلام کے غیرت مند مجاہد کی بے مثال ہمت اور لاثانی شجاعت کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

میجر نذر حسین کو ہائی کمان سے حکم ملا کہ وہ اپنے دستے کے ساتھ سرحد کی طرف بڑھیں اور بھارتی ٹینکوں کو ہر قیمت پر آگے بڑھنے سے روکیں!

حکم پاتے ہی وہ مرد مجاہد اپنے دستوں کے نوٹینکوں کے ہمراہ حق و صداقت کا پرچم لیکر حسد کی طرف روانہ ہو گئے اور آٹھ بجے صبح میدان کارزار میں پہنچ گئے۔ ۸ ستمبر کو اس بہادر جرنیل کو حکم ملا کہ نہر عبور کر کے دشمن پر حملہ کر دو! چنانچہ وہ

اپنے نوٹینکوں کے ساتھ ایک قطار کے ساتھ میں بند کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ کفر کے گیڈروں نے اسلام کے اس شیر کی یلغار کو روکنے کے لئے زبردست گولہ باری شروع کر دی لیکن چونکہ ان کے مضبوط ہاتھوں میں حق و صداقت کا پرچم تھا اسلئے اللہ

کے فضل و کرم سے کفر کے ٹینکوں کا ایک گولہ بھی ان اسلام کی گالیوں پر نہ لگ سکا۔ اور اس طرح وہ بھینی برج سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے اور دشمن کے جوابی حملے سے بیخبر و بے نیاز ہو کے انہوں نے سارا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔

اور جو چیز خدا کے سپرد کر دی جائے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کو نہیں مٹا سکتی۔ میجر نذر حسین دشمن پر کاری ضرب لگانا چاہتے تھے تاکہ اسے پاکستان کی مقدس سرزمین پر حملہ کرنے کی سزا دیجاسکے اور ہندوستان کے بنیوں کو یہ بتایا جاسکے کہ دکانوں پر بیٹھ کر دندی مارنا اور بات ہے اور میدان جنگ میں اللہ کے شیروں کے مقابلے میں گولے چلانا اور بات ہے!

دشمن کی زبردست گولہ باری میں بھی وہ اپنے ٹینکوں کو لے کر آگے بڑھتے گئے اور شام سے پہلے انہوں نے برج کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

۸ ستمبر کی رات بڑی خوفناک بھیاناک تھی۔ اسیلئے کہ دشمن ملک و ملت کی آن کے بہادر رکھوالے اور اسلام کے اس شیر دل غازی کی یلغار کو روکنے کے لئے اندھا دھند گولے برسار رہا تھا۔ لیکن انہیں کی آگ کے شعلے پاکستان کی سالمیت کے نگہبانوں کے لئے مشعل راہ بنتے جا رہے تھے۔

پاکستانی ٹینکوں کے ارد گرد بھارتی توپوں کے گولے گر رہے تھے اور یہ جانباز غازی بڑی مہارت اور جسارت سے اپنے ٹینکوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتے رہے۔

بالآخر رات کے اڑھائی بجے دشمن کے حملے کا زور ٹوٹا۔ اس طرح رات کی خوفناک جنگ میں وہ ہندوستان کے دھوتی پوشوں، بھارت کے بزدل مہاشوں اور رام راج کے کینے پیوتوں کو موت و ہلاکت سے ہمکنار کرنے کے بعد فرادم لینے کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ ۹ ستمبر کی صبح ایک پیام لالی کہ

آگے بڑھو اور کفر کی گردن مروڑ دو!

بھارت کے مورچوں کو جرات سے توڑ دو!

اور — آگے بڑھو اور گرانڈ ٹرنک روڈ کو کاٹ دو!

اور پھر وہ باغ ملک و ملت کا شیریں پاسبان اپنے ٹینکوں کے ساتھ آگے

بڑھ گیا! دشمن کا ایک ٹینک اس کو نظر آ گیا۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اس مرد مجاہد کی

نظر سے بچ سکے۔ فوراً ہی اپنی توپوں کا شکار بنایا۔

اس ٹینک کی تباہی سے دشمن پریشان ہو گیا اور انتہائی گھبراہٹ اور سراسیمگی میں

تیچھے ہٹتے ہوئے گولہ و بارود سے بھرے ہوئے باسکل صحیح حالت میں اپنے تین ٹینک پاکستان

کے لئے چھوڑ گیا۔

اور پھر اسلام کے اس بہادر جرنیل نذر حسین نے حسینی شان دکھاتے ہوئے پہلے

ہی جو ابی حملے میں جھگیاں پر قبضہ کر لیا۔ جو کہ پہلے دشمن کے قبضے میں تھا! یہ وہی مقام ہے

جہاں ہندوستان کا ایک بزدل میجر جنرل نریندر پرنسہاد انتہائی بوکھلاہٹ میں بھاگتے ہوئے

اپنی جیب بھی تیچھے چھوڑ گیا تھا۔ بھلا کہاں کفر کے جنگل کا ایک گیدڑ اور کہاں اسلام

کے میدان میں اللہ کا شیر۔

ملک و ملت کی آبرو کا یہ بہادر رکھوالا تھکے ہوئے مسافر کی طرح ذرا آرام لینے کے

لئے اپنے ٹینک سے ابھی اتر ہی تھا کہ ۱۰ ستمبر کی آدھی رات کے وقت ان کے کانوں

میں یہ آواز آئی کہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

اس مرد مجاہد کو حکم ملا کہ یہاں سے ایک میل دور نلاں مقام پر دشمن کا ایک بہت

ہی مضبوط مورچہ ہے، اس پر حملہ کر کے اس کو فنا کر دو! اور پھر عظمتِ اسلام اور آبروئے وطن کا یہ سرفروش غازی، صبح کی روشنی میں دشمنوں کی صفوں کے سامنے کھڑا تھا۔

اگرچہ بھارتی فوجوں نے اس مقام پر زبردست دفاعی انتظامات کر رکھے تھے لیکن یہ اس شیردل جرنیل کی ہمت و جرات کے سامنے یہ انتظامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے اور اس نے حملہ کر کے سب کچھ درہم برہم کر کے رکھ دیا۔

اس نے اپنے ساتھ دلے ٹینکوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے پیچھے آئیں مگر خدا جانے یہ پیغام ان کو کیوں نہ ملا اور وہ بہت پیچھے رہ گئے۔ لیکن پاکستان کا یہ بیخوف اور حوصلہ مند غازی اپنے اکیلے ٹینک ہی کو آگے بڑھاتا، ہوا دشمن کے ٹینکوں کے زرنے میں آچکا تھا۔

اس سے پہلے اس نے موت کو کبھی اتنے قریب نہ دیکھا تھا، جتنی قریب وہ اس وقت دیکھ رہا تھا! اور اس موقع پر آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا ان کے لئے برابر تھا۔ لیکن چند ہی لمحوں میں انہوں نے آگے ہی بڑھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ان کی اگر کوئی تمنا تھی تو بس یہ تھی کہ ملک و ملت کی سالمیت کی نگہبانی اور دینِ مصطفیٰ کی پاسبانی کرتے ہوئے شہید ہو کر میں "نذر حسین" اپنی جان نذر حسین کر دوں اور اسی جذبے کے ساتھ وہ آگے بڑھے تو دشمن کا دوسرا ٹینک بھی ان کی زد میں تھا۔

اور پھرے ہوئے شیر کی طرح وہ اکیلے ہی دشمن کی اگلی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے اور ڈرائیور کو حکم دیا کہ ٹینک پوری رفتار سے چلایا جائے اور پھر جرات و شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ خالد بن ولید اور محمد بن قاسم کی یاد تازہ کر دی اور اس طرح انہوں نے دشمن کے پانچ ٹینکوں کو تباہ کر ڈالا۔ اس کارروائی کے بعد وہ حیرت انگیز شجاعت و

جرات کا مظاہرہ کرنے بعد اپنے دستے کی طرف واپس آ رہے تھے کہ بھارتی پیدل فوج کے بزدل فوجیوں کے قریب سے گزرے کہ وہ تصور بھی نہ کر سکے کہ پاکستان کا اکیلا ٹینک ہماری اگلوں صفوں میں تباہی پھیلا کر واپس آ رہا ہے۔ دشمن کی اس غلط فہمی سے میجر نذر حسین نے خوب فائدہ اٹھایا اور مشین گن سے زبردست فائرنگ کر کے ڈیڑھ سو ہندوستانی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب تک کے معرکوں میں میجر نذر حسین کو ایک خراش تک بھی نہ آئی تھی۔ اور آتی بھی کیوں ؟

مومن ہے سپاہی اسکی زرہ ہے لالا

سایہ شمشیر میں اسکی پناہ ہے لالا

لیکن ٹینک میں دھواں بھر گیا تھا۔ دھواں نکلانے کے لئے انہوں نے ٹینک کا ڈھکنا اٹھایا ہی تھا کہ دشمن کی گولی ان کے سر کو زخمی کرتے ہوئے نکل گئی۔ ان کے ٹینک کے ساتھیوں نے جب ان کو زخمی دیکھا تو وہ بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر لوٹ پڑے اور ان کے پرچھے اڑا دیئے !

جن کی جاں بازی سے یار و عظمت دیں پیچ گئی۔

ان بہادر غازیوں مردوں جوانوں کو سلام

روزنامہ مشرق ۲۳/۴۵

پاکستان کی بری۔ بھری اور فضائی فوج کے جانباز مجاہدوں، سرفروش غازیوں اور شیردل بہادروں نے جہاد پاکستان میں اپنے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے اسلام کی تاریخ میں جس رنگین باب کا اضافہ کیا ہے، اس سے عقل و فلسفہ پر ہر چیز کو پرکھنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

اسی لئے کہ ہمارے مذہبی و دینی راہنما، علماء کرام اور خطیب حضرات جب کبھی اسلامی

تاریخ کو دہراتے ہوئے اللہ کے سپاہیوں اور اسلام کے شیروں کے حیرت انگیز جنگی کارناموں سے جلسوں یا ممبروں میں لوگوں کو متعارف کرواتے ہیں، تو اپنے آپ کو بڑا تعلیم یافتہ اور جدید روشنی سے آراستہ لوگ، جن کے دل پر انگریزی کا رعب اور جن کے دماغ پر مغرب کی جھوٹی چمک دمک چھائی ہوئی ہے۔ مذاق کرتے ہیں۔

جب ان کو اسلامی تاریخ میں سے حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں بتایا جائے کہ جنگ موتہ میں وہ صرف ۲۰ ہزار مسلمانوں کے ساتھ دو لاکھ افواج پر فتح پانے ہوئے۔ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے صرف آٹھ ہزار سپاہیوں سے جنگ یرموک میں کفر کو شکست دی۔ حالانکہ دشمن کی سپاہ کی تعداد نوے ہزار تھی۔

تو یہ لوگ حیران ہو جایا کرتے اور یہ کہہ کر بڑی حقارت و نفرت سے منہ موڑ لیا کرتے کہ مولوی جی عقل اسے تسلیم نہیں کرتی — اور یہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہیں۔ ان میں بالوغہ بھی ہو سکتا ہے، جبکہ اس وقت تیروں اور تلواروں کی جنگ ہوا کرتی تھی —

مگر آج زمانہ سائنس، توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو یہ مغربی تعلیم و فلسفہ کے گداگر قرآن و حدیث کی آیات و واقعات پر بھی بھتیاں اڑایا کرتے!

لیکن جہاد پاکستان میں ہماری مسلح افواج کے غیور اور بہادر مجاہدوں نے اپنی تاریخ کو جس انداز سے دہرایا ہے۔ ایسے لوگوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے وہ سب کچھ کر دکھایا ہے جن کو یہ انگریزی کے پروردہ بابو لوگ، مولویوں کے خیالی افسانے اور من گھڑت کہانیاں کہا کرتے تھے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ مادہ پرستی اور سائنس پر ایمان رکھنے والے حضرات یہ نہیں جانتے کہ اسلام ایک روحانی مذہب ہے اور یہی مذہب جس کا لوگ مذاق اڑایا

کرتے ہیں کفر کے مقابلے میں مسلمان کی آخری ڈھال ہے۔ اور جہاد پاکستان میں یہی ڈھال کام آگئی جس نے کفر کے ہر مہلک سے مہلک وار کو روکا۔

اور کسی مسلمان کی روحانیت جب مادیت پر غالب آجاتی ہے تو پھر اس کے لئے اللہ کا شیر۔ اسلام کا غازی اور خالد بن ولید۔ ابو عبیدہ، محمد بن قاسم اور محمود غزنوی بننا کوئی مشکل نہیں۔

ہمارے پچھلے مجاہد بھی اسی مذہب اسلام اور دین مصطفیٰ (ﷺ) شیدائی تھے اور پاکستان کے یہ غازی بھی اسی دین حق کے پرستار ہیں۔ وہ پکے سچے مسلمان تھے۔ اور یہ بھی!

ان کے دلوں میں عشق مصطفیٰ (ﷺ) کا دریا موجزن تھا۔ اور ان کے دلوں میں بھی! وہ بھی اللہ کے پرستار اور یہ بھی! ایسی صورت اس وقت تھی کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور یہ بھی اسی کلمہ کا ورد کرنے والے ہیں۔ اور ایسی صورت میں! اس ضلالت و گمراہی کے زمانہ میں بھی یہ بہادر، اللہ کے شیر۔ اور اسلام کے سپاہی بن کر ہندوستان کی اتنی بڑی طاقت کو پوری قوت سے کھل سکتے ہیں۔ تو وہ لوگ تو پروردہ آغوش نبوت تھے۔ پھر ان کے لئے اللہ کی تلوار بننا کون سا مشکل تھا۔

موجودہ جنگ میں ہر محاذ خصوصاً سیالکوٹ کے محاذ پر یہ دیکھا گیا کہ دشمن کی ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیدل فوج تھی اور پھر چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور بکتر بند گاڑیوں سے پوری طرح سے مسلح تھی۔

اور مقابلے میں بارہ ہزار مسلمان مجاہد۔ گنتی کی چند توپیں اور کچھ ٹینک۔ مگر پھر بھی مسلمان غازیوں نے ہندوستان کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا اور اسے ذلت آمیز شکست

دی تو صرف ایلئے کہ اگرچہ زمانہ توپوں، ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا ہے۔ لیکن لڑنے والے
تو مسلمان تھے اور اللہ کے سپاہی۔ محمد کے غلام اور علیؑ کے ملنگ تھے۔ اور مسلمان
کا مقام جو درویش لاہوی علامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ بس

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

اور پھر وہ کہتا ہے کہ : —

کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان

مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیر الہی

کافر ہے تو شمشیر یہ رکھتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

غرضیکہ اس درویش نے مسلمانوں کو جو پیغام دیا تھا۔ اور مسلمان کو جس
مقام پر دیکھنا چاہتا ہے۔ جہاد پاکستان میں مسلمان اس معیار پر پورے اترے
ہیں اور عقل و فلسفہ اور مغربی تعلیم و تہذیب کے پرستاروں کو معلوم ہونا چاہیے
کہ عظمت اسلام کی پاسبانی۔ دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی اور ملک
ملت کی آبرو کی رکھوالی کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینی، یہ عقل و فلسفہ پر رکھنے
کی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو عشق کا سودا ہوتا ہے! —

اور میدان جہاد میں لڑنے والے مسلمان کو یہ پتہ ہوتا ہے کہ اگر میں قتل کر کے

آیا تو غازی ہوں اور قتل ہو گیا تو شہید ہوں۔ اور شہید ہونے کے بعد اسکی رسائی

بارگاہِ الہی تک ہے، اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نظارے بھی ہیں اور جب کسی کے دل میں محبوب کو ملنے کی تمنا ہو تو پھر وہ عشق کے میدان میں قلت و کثرت سامان و بے سرو سامانی اور موت و حیات سے بے نیاز ہو کر آگ کے شعلوں سے میں کود پڑتا ہے۔ دریاؤں کی طوفانی لہروں کو چیر دیتا ہے اور پہاڑوں سے ٹکرا جاتا ہے۔ ایسے کہ یہ عشق کی بازی ہے جس کا مقام یہ ہے کہ:

کبھی تہنالی کوہ و دمن عشق
 کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
 کبھی سرمایہ محراب و منبر
 کبھی مولا علی خیر شکن عشق
 اور کبھی: کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
 کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق
 کبھی میدان میں آتا ہے زرہ پوش
 کبھی عریاں و بے تیغ و زناں عشق

اور پھر: عشق دم جبرائیل، عشق دل مصطفیٰ
 عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
 عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
 عشق سے نور حیات، عشق سے نارجیات
 اور پھر: عشق کے ہیں معجزات، سلطنت و فقر و دیں
 عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج نگین
 عشق مکان و مکیں، عشق زبان و زمیں
 عشق سراپا یقین اور یقین فتح باب

اور یہ عشق کی ہی بازی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مزود کی آگ میں کود پڑے! اور یہ عشق ہی کا سودا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدانِ کربلا میں حضرت عباسؓ کے بازو کٹتے ہوئے بھی دیکھے اور حضرت علی اکبرؓ کی لاش پر گھوڑے دوڑتے ہوئے بھی دیکھے۔ قاسمؓ کے ہر کی لڑیاں خاک و خون میں رلتی ہوئی بھی دیکھیں اور حضرت علی اصغرؓ کے معصوم گلے پر تیروں کی بارش بھی ہوتی ہوئی دیکھی اور بالآخر اپنا سرِ پاک بھی نینرے پر چڑھا دیا۔

اور جہادِ پاکستان میں بھی عشق و محبت کا ہی سودا ہوا کہ ہمارے بہادر جوان جس مقام پر ڈٹ گئے پھر وہاں سے قدم نہ ہلائے اور دشمن کے گولوں، آتشباری اور آسمان سے بمبوں کی بارش بھی ان کو خوفزدہ نہ کر سکی اور عشق کے میدان میں سستی کے لئے سندھ کے تھل اور سوہنی کے لئے دریائے چناب کے طوفان کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

تو پھر۔۔۔ میجر عزیز بھٹی، میجر شامی شہید، کرنل عبدالرحمن۔ محمد یونس اور دوسرے شہیدانِ عشق و محبت کے لئے ہندوستان کی توپوں اور بھارت کے ٹینکوں اور طیاروں سے کھیلنا کونسی بڑی بات تھی۔

غرض یہ کہ علامہ اقبال مرحوم نے مسلمانوں کو جس سحریت و خودی کا پیغام دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو ان کے اصلی مقام سے آگاہ کیا تھا اور ان کو شہنشاہی و حکمرانی کے جو گرتائے تھے، وہ صحیح تھے اور پاکستان کے مسلمانوں نے ان کی صحیح ترجمانی کر دی

ہے

مسرکہ وجود میں بدر حسین بھی ہے عشق
صدق خلیل بھی ہے عشق جبرئیل بھی ہے عشق



عُقَاب

درویش لاہوری مردِ مومن کو شہباز - شاہین اور عقاب سے تعبیر کرتا ہے!
اور وہ اپنی ساری زندگی ایسے مردِ مومن کی تلاش میں رہا۔ وہ کہتا ہے کہ:

عقابی رُوح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزلِ آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہسایس ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

لیکن اسے کیا خبر تھی کہ میرے بعد ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ مردانِ

مومن اس کی تعبیر کو اصلی رنگ میں پیش کر دیں گے۔

اس نے آج سے کئی سال پہلے جس تخیل کو پیش کیا تھا۔ اسلام کے ان
شہبازوں اور پاکستان کے ان عقابوں نے اسے ایک زندہ حقیقت بنا دیا۔

اُس نے کہا تھا:

ہوائیں اُن کی، فضا میں اُن کی، سمندر اُن کے جہاز اُن کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ
اور پھر اس مردِ مومن کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ

ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں

یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضا میں

پاکستان کی فضائیہ جس کا نشان عقاب (شاہین) ہے کے جانباز
ہوا بازوں نے جہادِ پاکستان میں جو حیرت انگیز کارنامے دکھائے اور اپنی بی مثال
جرات اور لاثانی شجاعت کے باب رقم کئے وہ تاریخ کا سہری باب ہیں، مگر ان
مظاہروں پر دنیا کے انسان تو درکنار آسمان کے فرشتے بھی قیامت تک تحسین و آفرین
کے پھول پنچا اور کرتے رہیں گے۔

ہندوستان کے جنگی جنونیوں کو اپنی طاقت پر بڑا ہی ناز تھا اور ہوتا بھی
کیوں نہ، کیونکہ اس کی فضائیہ دنیا کے جدید ترین طیاروں پر مشتمل تھی اور پھر
عددی طور پر پاکستان سے چار گنا بڑی بھی!۔

مگر! اس کے باوجود بھارت کے یہ جنگی جہاز چڑیاں ثابت ہوئے اور
فضائی جنگی کارروائیوں میں وہ دوسرے روز سے ہی پاکستانی عقابوں کا سامنا کرنے
سے گھبرانے لگے۔

اور آج اگر وہ مردِ قلندر زندہ ہوتا تو اسلام کے شہبازوں اور پاکستان
کے عقابوں کو بھارتی کال کر چھپوں پر بھٹتے دیکھ کر کہتا کہ میرے شعروں کو پاکستانی
شاہینوں نے عملی تفسیر دے دی اور وہ کتنا مسرور ہوتا۔ کہ:۔

چھتے نہیں کنجشک و حمام اس کی نظر میں
جب ریل و اسرافیل کا صیاد ہے مومن

اور پھر پاکستانی اور بھارت کی فضاؤں نے ان شاہینوں اور شہبازوں
کے وہ کارنامے دیکھے کہ پوری دنیا نے انہیں حیرت انگیز معجزے قرار دیا۔
اور تاریخ نے ان کارناموں کو زندہ جاوید کر دیا، اور ہماری آنے والی نسلیں ان
پر بلاشک و شبہ مخر کرتی رہیں گی۔



کرنل عبدالرحمن

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ !
غالب و کار آفرین کارکش کار ساز

پاکستان کی بری فوج کے شیر دل لیفٹیننٹ کرنل عبدالرحمن جن کو سیالکوٹ کے محاذ پر لاثانی جرات و شجاعت کے صلے میں صدر پاکستان نے ستارہ جرات عطا کیا ہے۔ پاکستان کی آزادی اور اسلام کے وقار کی حفاظت کرتے ہوئے محاذ پر ہی شہید ہو گئے تھے۔

کرنل عبدالرحمن سیالکوٹ کے محاذ پر ۳۱ توپ خانہ کے اپنا زحمت تھے۔ جس نے ٹینکوں کی تاریخ ساز جنگ میں بھارت کی طاغوتی طاقت کو فنا کر دیا تھا۔ اور یہ وہی محاذ تھا۔ جہاں ہندوستان ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے بھانسی سے فوج کی سب سے طاقتور اور تجربہ کار جنٹ "فخر ہند" لاکر پوری کی پوری جھونک دی تھی۔ اور پھر چھ سو ٹینکوں، ہزاروں توپوں اور نوے ہزار سپاہیوں کے ساتھ پوری طاقت سے حملہ کر دیا تھا۔

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں اسلام کے جان نثاروں، مجاہدوں اور پاکستان کے سرفروزش غازیوں نے اپنے جسموں پر بھم باندھ کر اور پھر دشمن کے ٹینکوں کے نیچے لیٹ کر نہ صرف ملک و ملت کی آزادی و سالمیت کو بچایا تھا۔ بلکہ ناموس اسلام اور عظمت دین کی پاسبانی کی تھی!

اور اسی محاذ پر چوڑی اور الہڑ دشمن کی بے پناہ گولہ باری سے سٹالن گراڈ بن کر رہ گئے تھے۔ الہڑ، جوان دنوں بھارتی درندوں کی وحشت و بربریت سے تباہ و برباد ہو چکا ہے، کبھی مرکز علم و حکمت۔ منبع فیوض و برکات اور گہوارہ غمان و اتفاق تھا۔

مناظر اسلام۔ علامتہ العصر حضرت مولینا محمد مسعود رحمۃ اللہ علیہ اسی الہڑ کے رہنے والے تھے جو فاتحِ مرزائیت و عیسائیت کے نام سے مشہور تھے! اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مناظرہ کے میدان میں ان کے مقابلے میں نہ مرزائی ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی!۔ نہ ہی آریہ اور نہ ہی شعیہ اور نجدی! اور جن کی آواز حق سنکر ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے، پاکستان کے بہت سے علماء کرام انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔

انہوں نے اپنی زندگی میں صداقتِ اسلام اور دین کی تبلیغ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے پیش نظر کی اور عالم باعمل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ کرامت بھی تھے۔

اور آپ کے چہرہ مبارک پر فقر و درویشی کا نور ہر وقت چمکتا دکھائی دیتا تھا اور ساری زندگی اولیاء اللہ کی خدمت کرتے رہے اور مسیح الملک حضرت علامہ حکیم عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے باسی تھے جو جسمانی طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بھی تھے۔

اور فنِ حکمت میں ان کا یہ مقام تھا کہ حکیمِ اجل خان مرحوم کے تجویز کیے نسخوں میں بھی رد و بدل کر دیا کرتے تھے! —————

ان کی نگاہوں میں فقر و غنا کا حلال بھی تھا اور درویشی و روحانیت کا جمال بھی! —————

اور پھر بابا عطا محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی الہڑ کے رہنے والے تھے جو پیرِ کامل کے نام سے مشہور تھے! تبلیغِ دین کے ساتھ ساتھ ان کا روحانی فیض بھی دور تک پھیلا ہوا تھا جس کی وجہ سے حلقہٴ مریدین بہت وسیع تھا اور ساری ساری رات یاد الہی میں گزار دیتے —————

اور پھر بابا جی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے جو صاحبِ قلب و نظر ہونے کے ساتھ ساتھ سخی بھی تھے اور کئی بار سوج میں آکر گھر کا سارا سامان غریبوں میں تقسیم کر دیا! حلم و علم اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور پھر بابا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی الہڑ کے رہنے والے تھے۔ جو اپنے وقت کے بلند پایہ حکیم اور صاحبِ جذب و مستی بھی تھے اور شاید اسی جذبہٴ مستی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور جب ان سے دلیل پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ الہڑ کا نام قرآنِ پاک میں ہے۔ —————

اور چونکہ ”ر“ عربی میں نہیں ہے۔ ایسے اصل میں یہ آکر ہے اور پھر اپنے بزرگوں کے سمجھانے پر تائب ہو گئے۔ یہ تمام حضرات ایک ہی گھرانے کے افراد تھے اور تمام کے تمام شہبازِ لامکانی۔ غوثِ صمدانی۔ قطبِ ربانی۔ خواصِ بحرِ عرفانی۔ واقفِ اسرارِ رحمانی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف کے روحانی خلفاء بھی تھے! —————

اور ان حضرات کے تمام علمی و عملی کمالات اور فقر و درویشی کے درجات اپنے
مُرشدِ کامل کی نگاہِ پاک کا فیض تھا اور ان کی رشتہ داری چک قاضیاں کی مشہور برادری ہے۔
جن کے سرکردہ جناب پیر سید کشفی شاہ نظامی ہیں۔ جن کے صاحبزادے جناب سید
ظفر احمد صاحب پاکستان کے مرکزی وزیرِ قانون ہیں۔

غرض یہ کہ وہ الہڑ جو کبھی علم و عرفان کا مرکز تھا، آج بھارتی لیٹروں کے قبضہ
میں ہے اور ایک اخباری اطلاع کے مطابق اس کی مسجد کو بھی جلا دیا گیا ہے۔
موجودہ دور کی مادہ پرست دُنیا کی جنگ میں تو پچانہ کو ایک خاص اہمیت حاصل
ہے۔ چنانچہ کرنل عبدالرحمن بھی اسی اہم کردار پر مامور تھے، وہ دشمن کے اس فیصلہ
کُن حملے کو پاپا کرنے کے لئے اپنے توپ خانے کو فوری ہدایات دینے کے لئے ایک
جیپ پر سوار ہو کر دشمن کی صفوں میں مردانہ وار گھس گئے۔ اس وقت دشمن کے ٹینک آگ
بربارہ تھے۔

لیکن پاکستان کی سالمیت کا یہ سرفروش مجاہد اور اللہ کا شیر آگ کے اس سمندر
میں تیرتا ہوا بڑی جرأت سے آگے بڑھتا گیا اور فوجی ہدایات سے اپنے دستے کی پوری طرح
راہنمائی کرتا رہا اور پھرے ہوئے شیر کی طرح گر جتا۔ حق کے نعرے لگاتا اور بڑی بہادری
سے دشمن کے دستوں کو چیرتا ہوا اگلی صفوں میں جا پہنچا!

انہوں نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی اور گرد و پیش کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ وہاں
مقام پر ہیں جہاں سے پیچھے ہٹنا ایک جان نثار غازی کی توہین تھی اور وہاں کھڑے رہنا
موت! اور پھر وہیں انہوں نے یہ آواز سنی کہ

مسلمانوں بلال و بوفز و سلمان ہو جاؤ

رسول اللہ کے ناموس پر قربان ہو جاؤ

اور پھر انہوں نے دشمن کی اگلی صفوں میں جا کر بھارتی سوراؤں کو لٹکارا۔
بھارت سے دبنے والے اسے شائستری نہیں ہم۔

رن کچھ میں کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

اور پھر ہندوستان کے جنگی ناخداؤں کو آواز دی کہ اور امریکہ کے ٹینکوں پر
ناز کرنے والو آؤ اور محمد کے غلام سے دست بدست جنگ لڑ کے بھی دیکھو!
ہماری طرف امریکہ - روس اور برطانیہ ہے اور ہماری طرف اللہ اور رسول اور
علی حیدر کرار ہے! دشمنوں نے بہادر کرنیل کو اپنے گھبرے میں لینے کی کوشش کی
لیکن پاکستان کا حوصلہ مند غازی جنگ کے تمام خطرات سے بے پرواہ اور
موت کے خوف سے بے نیاز ہو کر جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں مردانہ وار
کھڑے ہو کر اپنے توپ خانے کو مناسب ہدایات دیتا اور اپنے توپخانے سے دشمن
کے ٹینکوں اور فوجی ٹھکانوں پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگا کر تباہ کر دیتا رہا۔

اور پھر جب وہ اپنے فرض کو بڑے ہی احسن طریقے سے نبھا کر واپس آ رہا تھا
تو دشمن کا ایک گولہ ان کی جیب پر لگا۔ جس سے شمع ملک و ملت کا پروانہ اس آگ
میں جل گیا۔ اور اس طرح گلشن وطن کا یہ بہادر مجاہد شہید ہو گیا۔ لیکن وہ، اپنے مشن
کو پورا کر چکے تھے اسیلئے کہ ان کی ہمت و جرات کی بدولت دشمن کی توپیں خاموش اور
بکتر بند گاڑیاں تباہ ہو چکی تھیں اور اس کے ٹینکوں کے پہاڑ، ریزہ ریزہ ہو چکے تھے
اور کفر بڑی ذلت سے پسپا ہو چکا تھا۔



میجر عزیز بھٹی

قبضے میں تلوار جو آجائے تو مومن
یا خٹالہ جانب باز ہے یا حیدر گزار



پاکستان کی میدانی فوج کے میجر عزیز بھٹی جن کو صدر پاکستان نے لاہور کے
محاذ پران کی بے مثال جرات و جوانمردی کے صلے میں فوج کا سب سے بڑا اعزاز
نشان حیدر عطا کیا ہے۔ محاذ پر ہی ملک و ملت کی پاسبانی کرتے ہوئے
شہید ہو گئے۔

نشان حیدر کا اعزاز صحیح معنوں میں عزیز بھٹی کی شایان شان ہے۔
اس لئے کہ انہوں نے بھارتی جنگی سوراؤں کے وہ تمام ناپاک منصوبے خاک میں
ملا دیئے جو لاہور کو چند گھنٹوں میں فتح کر لینے کے لئے بنا کر آئے تھے۔

ٹینکوں کے پہاڑ، توپوں کی آتش باری اور بموں گولوں کی بارش بھی عزیز ملت کو خوفزدہ نہ کر سکی۔ وہ کئی بار آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں اور کئی بار دشمن کے گولوں کی زد میں آئے۔

اسلئے کہ وہ ہر قیمت پر دشمن کو لاہور سے دور رکھنا چاہتے تھے! ان کو وقت کی نزاکت کا پورا پورا احساس تھا اور وہ اپنی ذمہ داری کو بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اگر دشمن کو ذرا سی بھی دھمیل دی گئی تو جنگ کا نکتہ ہمارے خلاف بدل سکتا ہے۔

اسلام کا یہ بہادر غازی اور پاکستان کا شیر دل مجاہد شیروں کی طرح دھاڑتا ہوا۔ گولوں، بموں سے کھیلتا، شانِ حیدری دکھلاتا ہوا اور کفر کی صفوں کو الٹاتا ہوا کئی بار آگے نکل جاتا!

اور جب دیکھتا کہ میدان جنگی اہمیت سے ہمارے خلاف ہے تو پھر وہ پھرے ہوئے شیر کی طرح گرجتا ہوا اور دشمن ٹینکوں کے فولادی پہاڑوں سے ٹکراتا ہوا اپنے مورچے میں واپس پہنچ جاتا! اور آخر کار اس نے اپنے مورچے میں ہی جم کر دشمن پر کاری ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا!

یہ پرانے زمانے کی جنگ نہیں تھی کہ جس میں دونوں طرف کے سپاہی ایک ایک کر کے میدان میں نکلتے۔ تلواریں چلیں۔ نیزے چمکتے۔ برتھیوں کے دار ہونے اور پینترے بدلے جلتے! اور لوگ میدان جنگ سے باہر لڑنے والے بہادروں کی لڑائی کا تماشہ دیکھتے اور دونوں طرف کے عوام اپنے اپنے بہادروں کو دادِ شجاعت دیتے تھے۔

مگر! پاکستان اور بھارت کی یہ جنگ، توپوں، ٹینکوں اور بمبار طیاروں اور سائینسی و مشینی ہتھیاروں کو عقلی طور پر استعمال کرنے کی جنگ تھی۔ جس میں

انسانی قوت اور فنون جنگ کی بجائے عقل کے استعمال کی جنگ تھی! —
 لیکن میجر عزیز اس خوفناک جنگ کی ایک ایک چال کو سمجھتے تھے اور دشمن کی
 ہر کارروائی سے پوری طرح واقف تھے اور پھر اللہ کا یہ شیر بارگاہِ الہی میں یہ دعا
 کر کے اپنے مورچے میں جم گیا کہ: —

”اے میرے رب العزت میری آنکھیں اسلام کی سرحدوں سے
 کفر کے طوفانی سمندر میں ڈوبا ہوا نہ دیکھیں! اور میری زندگی میں بھارتی
 درندے مسلمان عورتوں کی چادریں نہ اتاریں! اور آج اگر ہندوستان
 کے کافر، داتا کی نگری میں داخل ہو گئے تو کل قیامت کے دن میں دربارِ
 مصطفیٰؐ میں کون سامنے لے کر جاؤں گا۔“

اور پھر اس کے مورچے کے چاروں طرف سے یہ آوازیں آنے لگیں کہ اے

اسلام کے بہادر غازیو! —

اٹھو سائے میں تلواروں کے بل کھانے کا وقت آیا

فضار میں پرچم توجید لہرانے کا وقت آیا
 مہیں ہوتی ستم و محمود کی عظمت کے کھولے
 بُتان ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا

اور پھر وہ اپنی شہادتِ نگہِ الفت میں ثابت قدمی سے حق و صداقت،
 اسلام کی عظمت اور ملک و ملت کی آبرو کی حفاظت کے لئے بھارتی ڈاکوؤں
 سے لڑتے رہے۔ —

چھ دن گزر گئے اور اس دوران دشمن کی توپیں آگ و آہن برساتی رہیں
 اور ٹینک گولہ باری کرتے رہے۔ گو لے ان کے چاروں طرف گرتے رہے اور
 آسمان سے بموں کی بارش ہوتی رہی، لیکن پاکستان کی آبرو کا یہ پاسبان
 چھ روز تک بھوکا پیاسا اپنے مورچے میں ڈٹا رہا۔ —

اور آخر کار وہ وقت آگیا۔ جو میدان جہاد میں کسی خوش نصیب مسلمان کو ملتا ہے۔ یعنی شہادت کا وقت۔ ایسی شہادت کہ جس پر ہزاروں زندگیاں قربان

ایسی شہادت کہ جس کی پاک روح کو اٹھانے کے لئے رحمت کے فرشتے اپنے دامن کو پھیلائے رکھتے ہیں۔ ایسی شہادت کہ جنت کی حوریں بھی جس کی مقدس روح کا استقبال کرتی ہیں اور جس کے لئے جنت کے سب دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔

اور آخر کار دشمن کی توپ کا ایک گولہ اس کے سر پر لگا اور اس طرح شکرِ اسلام کا یہ شیر دل جرنیل مسلسل چھ دن رات دشمن کو ناکوں چنے چبانے کے بعد شہادۃً تکلیف میں شہید ہو گیا۔

اسلام کو اگر میدان بدر کے غازیوں پر فخر ہے کہ انہوں نے روزے کی حالت میں کفر سے ایک دن کی جنگ لڑی تھی تو اسلام کے اس سرفروش مجاہد پر بھی اسلام قیامت تک ناز کرتا رہے گا جس نے چھ دن تک مسلسل روزے کی حالت میں بھارت کے کافر جنگی جنونیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر ملک و ملت اور اسلام کی لاج رکھ لی



بیت المقدس کی فتح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے مردِ مومن، اللہ کے ولی اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شیر کہ جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "شیطان لعین، عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھاگ جاتا ہے!" اور جو کبھی غضب کی نگاہ سے سورج کی طرف دیکھے تو سورج کی تپش ٹھنڈی ہو

جائے

اور جو کبھی دریائے نیل کو خط لکھ دیں تو سوکھا ہوا نیل سیلاب کی سی طوفانی

صورت اختیار کر لیتا ہے!

اور جنھوں نے ایک منافق کو اس لئے دو ٹکڑے کر دیا کہ اس نے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ

تعالیٰ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا!

اور جنھوں نے بہن اور بہنوئی سے قرآن سن کر انہیں اتنا مارا کہ انہیں بہوش

اور اُدھوا کر دیا تھا اور پھر اسی قرآن مجید کے اعجاز اور برکت سے حلقہ بگوشِ اسلام

ہو گئے!

اور پھر جب نماز پڑھنے خانہ کعبہ کی طرف گئے تو تلوار ہاتھ میں پکڑی
نیزہ گلے میں لٹکایا اور شمشیر عرب کو ہوا میں لہرایا اور پھر قریش کے بہادروں کا نام لیکر
لٹکارا کہ،

آج خطاب کا بیٹا مسلمان ہو کر خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہے کسی میں حیرت
ہے تو راستہ روک لے!

مگر مقابلہ میں وہ آئے جس نے اپنے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ کرنی ہوں!۔
لیکن کوئی بھی مقابلے پر نہیں آیا!

اور وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنہوں نے دوسرے صحابہ کرام کی طرح پھپ
کر نہیں بلکہ پہلے غسل کیا۔ پھر کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور بلند آواز سے پکارا!۔
"قریش کے بہادرو!۔ ہاشمی جوانو اور ابو جہل اور ابولہب کے نقش قدم پر
چل کر محبوب خدا علیہ السلام کو پتھر مارنے والو!"

اویسیؓ کا غلام عمر آج مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ جا رہا ہے جس نے دیوار
کھڑی کرنی ہو کر لے!

مگر سب کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی کو اس اللہ کے شیر کا راستہ روکنے کی عہت
نہ ہو سکی۔

اور ہاں!۔ وہی اللہ کے شیر جنہوں نے اپنی سیاسی بصیرت۔ حسن تدبیر
اور جنگی مہارت کی بناء پر اسلام کی عظمت۔ دین کی سر بلندی اور نظام مصطفیٰ کے لئے
اسلامی جہاد کے ذریعہ اسلامی فتوحات کا نقار بجایا۔ تو جہاں جہاں اس نقارے کی
آواز پہنچی، وہاں وہاں کفر و باطل کے دلوں پر چوٹ لگتی گئی!۔
اور کفر کے بڑے بڑے بہادروں، اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں اور باطل

کے بڑے بڑے سوراووں کے دل دہلنے لگے! —
 اور پھر چند ایک مجاہدین کا ایک اسلامی لشکر تیار کر کے عرب کے صحرا سے نکل کر دنیا
 کی کوئی طاقت ان کا راستہ نہ روک سکی —

کہیں خالد بن ولیدؓ کی شمشیر عرب دشمنوں کے سر کاٹ رہی تھی اور کہیں ابو عبیدہ
 بن جراحؓ کی تیر اندازی سے باغیوں کے سینے پھلنی ہو رہے ہیں اور کہیں حضرت
 عمرو بن العاصؓ کے برق رفتار گھوڑے دریاؤں کی روانیوں پر سے ایک سفینہ کی مانند
 تیرتے چلے جا رہے ہیں —

اور پھر اسی اللہ کے شیر نے مصر و عراق کی فتح — روم و شام کے قیرو
 کسری کے سنہری تخت و تاج کو پا مال کرتے ہوئے —
 ایران و ہندوستان کی کامیابی — آذربائیجان اور سیستان کی کامرانی — بصرہ و
 مدائن کو سزنگوں کرنے اور ایران کے شہ زور رستم — جنگجو بہمن اور لوہے کا
 لباس پہن کر لڑنے والے سپہ سالار جالینوس کو خاکِ خون میں تڑپاتے ہوئے —
 بیت المقدس کی دیواروں تک جا پہنچے —
 بیت المقدس فتح ہوا — بلال حبشیؓ نے ظہر کی آذان کہی — مسجد اقصیٰ میں
 نماز پڑھی گئی —

صلح کا عہد نامہ اپنے دست مبارک سے لکھا اور نہایت ہی سادہ لباس میں
 مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے —

یہ بیت المقدس کی فتح کی خوشی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان کہی
 ورتہ وہ تو عہد کر چکے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی آذان نہ دوں گا —

مگر — — — کہ عرب ریاستوں کے حکمرانوں کی بے بسی اور عرب کے رنگین

شہزادوں کی بزوری اور عیش پرستی کے باعث یہودی اُس بیت المقدس پر سترہ سال سے گھوڑے باندھ رہے ہیں۔

اور ان پر یہودیت کا پرچم لہرا رہا ہے۔ اور یاسر عرفات کی کم نگاہی۔ بزورِ سیاست اور نااہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اور عرب ممالک کے زنگین مزاج۔ عاقبت نااندیش شہزادے، حکمتِ عملی کے سیاہ اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کہ

ارہوں ڈالو روزانہ آمدنی کے باوجود ابھی تک کسی اسلحہ ساز فیکٹری کا وجود تو درکنار۔ کوئی ٹافیاں بنانے کا معمولی سا کارخانہ بھی نہیں لگا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ عراقی حملہ کے دوران کویتی بھگوڑے چند گھنٹے تک بھی اپنی مادرِ وطن کا دفاع نہ کر سکے۔ اور اگر عرب شہزادوں نے کوئی گولی بنائی ہوتی۔ تو آج بیت اللہ شریف کی رکھوالی۔ حجاز مقدس کی حفاظت اور سعودی حکومت کو بچانے کے لئے نہ امریکی عیسائیوں کے ناپاک قدم، عرب کی مقدس زمین کو پامال کرتے۔

نہ اسرائیل کے یہودی بیت المقدس میں گھوڑے باندھتے اور نہ ہی مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگانے کی جرأت کرتے اور نہ ہی یاسر عرفات کی کمزور عہتِ عمل۔ کم نگاہی اور بزورِ سیاست اور نااہل قیادت کے باعث فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام ہوتا۔

اور نہ وہ عزیز الوطن ہو کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے۔

حضراتِ محترم!

صاحبزادہ سید افتخار الحسن سبح کہتا ہے کہ سعودی عرب کے عیش پرست شہزادے شاہ فہد اور اس کے بھائی بندوں نے خدا کو چھوڑ کر امریکہ۔ برطانیہ۔ فرانس، اٹلی سے ادا طلب کر کے ایک ناقابلِ معافی جرم کیا ہے کہ

عراق جیسی خود ار اور اسلامی اور مضبوط حکومت کو کفر و باطل کے لیٹروں کو کر ایہ

پر بلوا کر تباہ و برباد کر دیا

مگر وہ بزرگ بھی عرب تھے جو دنیا کے بڑے دیروں، پہلوانوں اور بڑے
بڑے شہسواروں کے غزور کو خاک و خون میں ملاتے ہوئے سندھ کے ساحل پر آتے
اور یہاں وادی مہران کی ظالم و جابر حکومت کو روندتے ہوئے ملتان میں داخل ہو گئے۔

اقبال مرحوم خوب کہتا ہے کہ

دیں اذائیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
اور کبھی افسس کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
اور ————— شانِ جحمتی نہ تھی آنکھوں میں جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

اور

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے

بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

درویش لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے بھی اپنی ایمان افروز کتاب "ضربِ کلیم"
میں آج سے پچاس سال قبل امرائے عرب کو ایک زندہ و جاوید پیغام دیا تھا۔ کہ

————— کرے یہ کافرِ مندی بھی جرأتِ گفتار

اگر نہ ہو امرائے عرب کی بے ادبی

یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو

وصالِ مصطفوی — افتراقِ بولہبسی

نہیں وجودِ حدود و قیود سے اس کا

محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی

کہ — جب تک یہ امرائے عرب اور مصر و حجاز اور شام و عراق کے
عربی حکمران اور زنگین مزاح شہزادے، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے دامن
کو وابستہ رکھیں گے اور ابو جہل و ابولہب کی تہذیب — ان کی سیرت اور ان
کی خباثت سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں گے اس وقت تک یہ عربی کہلانے
میں حق بجانب ہوں گے

اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو پھر ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے اور در بدر کی
ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور بیت المقدس بھی ان کے ہاتھوں سے جاتا رہے گا اور
مسجد اقصیٰ کے مقدس مینارے بھی ان کی بے حسی — بزدلی اور عیش پرستی پر ماتم
کرتے رہیں گے

اور پھر فلسطینی عرب سے کہتا ہے — کہ
ع — زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ
میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دو آنہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے !

کہ اے فلسطینی عرب کے بہادر نوجوانو اور اسلام کے جانثار سپاہیو! میں
جانتا ہوں کہ وہ پرانی آتش سوزاں نے یہود و نصاریٰ کے تکبر و غرور کو جلا کر رکھ دیا تھا اور کفر و باطل
کے اندھیروں میں حق و اسلام کی شمع روشن کی تھی اور آج کا زمانہ ابھی تک تمہاری اس
آتش سوزاں کے سوز اور یہودیت و نصرانیت کے مضبوط قلعوں کو عشق رسول کی آگ
اور اسلام کی آتش تپاں ابھی تک تمہارے سینوں میں محفوظ ہے —

اور تم آج بھی اس آتش پر سوز سے کفر و باطل کی دیواروں کو جلا کر دین و اسلام کے مقدس چہروں کو اور بھی روشن تر کر سکتے ہو لیکن افسوس کہ تمہیں کوئی بہادر لیڈر، بیباک رہنما اور سیاست کی شطرنج کی چالوں کو سمجھنے والا قائد ہی نہ مل سکا۔

اور اے فلسطین کے غریب الہیہ مسلمانو! تمہاری اس غلامی - محتاجی اور در بدر ٹھوکری کھانے کا علاج جنیوا کے اجلاسوں - لندن کی کانفرنسوں اور انگریزوں کی مکارانہ چالوں اور واشنگٹن کی عیارانہ فضاؤں میں نہیں ہے بلکہ جنیوا اور لندن کی بجائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ایمان افروز ہواؤں اور شمشیر عرب کی تابدار کاٹ میں ہے!

آؤ۔۔۔۔۔ مدینہ منورہ کی نورانی ہواؤں میں گم ہو کر اپنے دامن کو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھریو اور عرب ریاستوں کے رنگین مزاج شہزادوں کی عیش پرستی کے بیہودہ ماحول سے منہ موڑ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جہاد!

ابو عبیدہ بن جراح کی جنگی مہارت اور خالد بن ولید کی جاں نثاری کو اپنی زندگی کا معیار بنا لو۔

تا کہ تمہاری ہر مشکل آسان ہو جانے کے ساتھ ساتھ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کے پاک صحنوں میں تم پھر نماز ادا کر سکو۔

اور ان کے مینارے اذان کی آواز سے یہودیت اور صیہونیت کے دل دہل جائیں۔

اور تمہاری طرف سے یہودیوں کے ظلم و ستم اور قتل عام اور بیت المقدس کی توہین اور مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی کا بدلہ اور انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔

قارئین سے محترم!

قارئین محترم! ذرا سعودی عرب کے شہزادے زنگینی۔ بے حس اور عیش پرستی کے باعث کمزوری۔ بزدلی اور اسلحہ کی کمی اور فوجی طاقت کی بے وفائی اور جنگی مہارت سے

ناواقفیت ملاحظہ ہو۔

کہ ۱۹۷۹ء کو چند ایک باغیوں نے شاہ فہد کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی اور وہ بھی عین راج مبارک کے موقعہ پر۔

مگر سعودی حکومت کے بھگوڑے فوجی اور روضہ النور کی جالی مبارک کو بوسہ دینے والوں کو گرفتار کر لینے والے سپاہی خدا جانے کس عیش و عشرت میں مبتلا تھے کہ اٹھارہ دن تک بھی ان پندرہ بیس باغیوں کو خانہ کعبہ سے نہ نکال سکے۔ آخر کار پاکستان کے بہادر فوجیوں نے محض چند گھنٹوں کے اندر انہیں

گرفتار کر لیا!

اور میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ میں اس سال حکومت کی طرف امیر الحجاج بن کر گیا ہوا تھا۔

مگر۔۔۔ اے عرب کے زنگین شہزادو۔ مسلمان ریاستوں کے عیش پرست حکمرانوں اور عرب لیگ کے نام نہاد کارکنوں، اس سال سے بیت المقدس کی دیوار پر ہماری بزدلی پر نوحہ کناں ہیں۔

مسجد اقصیٰ کا حسین و جمیل محراب آپ کی بے بسی اور عیش پرستی پر آنسو بہا

ہے اور بلند آواز سے آوازیں دے رہا ہے کہ۔۔۔ کہاں گئے وہ کفن بردوش مسلمان جو عرب کے صحرا سے اٹھے اور اپنی

شمنیہ آبدار لیمے کبھی خشکیوں میں کفر و باطل کے خلاف لڑ رہے ہوتے اور کبھی دریاؤں کی طوفانی موجوں سے ٹکراتے ہوئے اور دنیائے کفر و باطل کے بڑے بڑے شہزادوں کے طاقت کے غرور و تکبر میں ملاتے رہے اور کوئی قوت انکار استہ نہ روک سکی۔

ہندوستان میں تحریک آزادی

حضراتِ گرامی! —————

ہندوستان کی تحریک آزادی اور پھر تحریک پاکستان میں کئی طوفان اٹھے!
 کئی کالی آندھیاں اور کئی بار پانچ دریاؤں میں خون بہتا ہوا بھی نظر آتا ہے —
 اسلئے کہ کبھی ہندو مسلم اتحاد کے نعرے اور کبھی ہندوؤں اور سکھوں کے مندروں
 اور گرو دروں میں گائے کا گوشت اور کبھی مسلمانوں کی مسجدوں میں خنزیر کے پائے بھی سازش
 کے تحت ڈالے گئے۔ —————

اور اسی تحریک کا ایک خونی باب یہ بھی ہے کہ —————
 مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۱۹ء کو جنرل رولٹ کی قیادت میں ہندوستان میں ایک
 وفد آیا کہ وہ جا کر یہ فیصلہ کرے کہ سیاسی مجرموں کو کیا سزائیں دی جائیں —
 حالانکہ ۱۹۱۳ء کی جنگ میں ہندوستانیوں نے انگریزوں کی بھرپور مدد کی تھی

مگر اس کا بدلہ ہندوستانیوں کو یہ مل رہا تھا —————
 مگر قائد اعظم محمد علی مرحوم نے ایکٹ کے خلاف مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو والٹر
 کو ایک خط لکھا کہ اگر آپ نے اس ایکٹ کو واپس نہ لیا تو ملک میں ایسی آگ لگا دی جائے
 گی جو ان سے بجھائی نہ جاسکے گی۔ —————

پھر اسی ایکٹ کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء کو
 جلیانوالہ باغ امرتسر میں ایک جلسہ ہوا جو ہندو مسلمانوں اور سکھوں کے اتحاد کا مظاہرہ
 بھی تھا — جس میں ڈاکٹر کچلو — مولینا داؤد غزنوی اور ڈاکٹر ستیہ پال نے پرچوش

تقریریں کیں

لیکن جنرل ڈائرنے گولی چلائی جس سے ایک ہزار ہندوستانی مارے گئے۔ مگر پھر ۱۵ سال کے بعد ایک ہندوستانی سکھ سردار اودھم سنگھ لندن پہنچتا اور اس کے ہمراہ ایک مسلمان لڑکی فیروزہ نے تعاون کیا جس کی وساطت سے عین اسمبلی کے اجلاس کے دوران سردار اودھم سنگھ نے جنرل ڈائرن کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ اور اس نے زور سے پکار کر اعلان کیا کہ آج بہت خوش ہوں کہ میں نے جنرل ڈائرن سے جلیانوالہ باغ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کے قتل عام کا بدلہ لے لیا ہے اب مجھے پھانسی پر لٹکا دو!

اور اس تحریک آزادی ہند کی تاریخ کا لہو میں ڈوبا ہوا ایک ورق اور بھی ہے وہ یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۸ء کو مسٹر سائمن کی قیادت میں ایک انگریز وفد سائمن کمیشن ہندوستان کے حالات کا سیاسی جائزہ لینے کے لئے ہندوستان پہنچا۔ مگر اس وفد میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا ایسے ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس وفد کا بائیکاٹ کر دیا۔

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور لالہ لاجپت رائے نے اس کمیشن کے خلاف دھواں دار اور باغیانہ تقریریں کیں۔ ان دنوں لاہور کی پولیس کا سربراہ سکاٹ تھا۔ اس نے لاٹھی چارج کا حکم دے دیا مسٹر سائمنس جتھہ دار تھا۔ اس نے پہلی لاٹھی لالہ لاجپت رائے کے سر پر پاری جس سے لالہ جی موت کی آغوش میں جا بیٹھا۔

لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بھگت سنگھ نے جو کہ چک نمبر ۸ بٹر انوالہ ضلع فیصل آباد کا رہنے والا تھا جس نے مسٹر سائمنس کو گولی سے اڑا کر اعلان کر دیا کہ آج میں بہت خوش ہوں کیونکہ میں نے آج اپنے ایک بھائی لالہ لاجپت رائے کے انگریز

قاتل کو گولی مار اس کا بدلہ لے لیا ہے —————
 اور سردار بھگت سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا اور اسپرٹرسانڈرس کے قتل کے الزام میں
 مقدمہ چلا کر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء کو لاہور بھانسی دے دی گئی اور اس کی لاش کو
 دریائے ستلج کی طوفانی لہروں کے سپرد کر دیا گیا —————

حضراتِ گرامی!

ابھی ۱۹۷۹ء میں ایک خونچکاں داستان تاریخ کے صفحات پر اور رقم ہوئی
 وہ یہ کہ بھارت کی وزیر اعظم مسز انڈرا گاندھی کو نہ جانے کیا سوچھی! —————
 کہ اس نے پنجاب میں سکھوں کے سب سے مقدس مقام بڑے دربار صاحب
 امرتسر پر ایک بدترین قسم کی فوجی کارروائی شروع کر دی۔ اور سکھوں کی مقدس ترین کتاب
 گرتھ صاحب کو پال کر دیا اور دربار صاحب کے گیانیوں اور عبادت کے لئے آئے
 ہوئے لوگوں کا قتل عام کر دیا —————

اور جو لوگ اس کارروائی کے دوران پناہ گئے انہیں بلا تشخص نیچے بوڑھے اور
 خواتین گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا —————
 مگر دو ماہ بعد ہی سکھوں نے بھارتی وزیر اعظم مسز انڈرا گاندھی کو گولیوں سے
 پھینکی کر کے رکھ دیا اور قاتلوں نے انڈرا گاندھی کی لاش پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا۔
 کہ ہم آج بہت خوش ہیں کہ ہم نے دربار صاحب کی بے حرمتی کا بدلہ لے لیا ہے۔
 اور اس کے بعد اس انڈرا گاندھی کے بیٹے راجیو گاندھی کا بھی وہی حشر ہوا۔ —————



رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر صاحب مرحوم

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم ————— جو ہندوستان کی آزادی کے لئے پہاڑوں سے ٹکرائے دریا کے طوفانوں میں غوطہ زن ہوتے رہے اور انگریزوں کی غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے ان کا ہر ظلم و ستم سہتے رہے۔ وہ بار بار بغاوت کے الزام میں جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اور ان پر مقدمات بنتے رہے۔

ان بغاوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ بہت مشہور ہے۔ جسے کراچی کا

مقدمہ بغاوت کہا جاتا ہے۔ ————— یہی محمد علی جوہر جب کبھی جیل کی تنگ و تاریک چکیوں میں تنہائی سے گھبرا اٹھتے تو

تو نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لکھ کر اطمینان قلب حاصل کرتے تھے۔ ————— ان کی ایک نعت آج بھی زبان زدِ خاص و عام ہے۔ ملاحظہ فرمائیے! —

تنہائی کے سب دن ہیں

تنہائی کی سب راتیں

اب ہونے لگیں اُن سے

خلوت میں ملاقاتیں

تسلیم کے وعدے ہیں
کوثر کے تقاضے ہیں

اک فاسق و فاجر پر
اور اتنی مراعاتیں

اس آس پہ جیتا ہوں
کہ شاید وہ بلا بھیجیں

بھیجی ہیں درودوں کی
کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

ہاں! ہاں وہی مولینا محمد علی جوہر جنہوں نے ۱۹۲۲ء کی خلافت کمیٹی
کے ذریعے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت اور
عداوت کی آگ بھردی

اور آخر کار ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کی لندن گول میز کانفرنس میں جاتے ہیں تو

ایک بدبہاد فرنگی کے پوچھنے پر

کہ محمد علی یہاں کیوں آئے ہو؟

مولانا نے بڑے بیباکانہ انداز میں ایک بہادر سپاہی کی طرح جواب دیا

کہ — میں یہاں ہندوستان کی آزادی کا پروانہ لینے آیا ہوں!

اب مجھے آزادی کا پروانہ دو یا پھر میری قبر کا انتظام کرو!

کیونکہ میں اب غلام ہندوستان میں زندہ واپس نہیں جاؤں گا

مگر قارئین کرام! — آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے

کہ اس مردِ قلندر کو آزادی کا پروانہ تو نہ مل سکا البتہ وہ آزادی کی شمع پر

پروانہ وار فدا ہو گیا!

اور اب مردِ مجاہد کی سعادت ملاحظہ ہو —
 کہ مولینا محمد علی جوہر مرحوم پیدا ہوتے رامپور میں — اور موت واقع
 ہوتی ہے لندن میں — اور — دفن ہوتے ہیں —
 — بیت المقدس میں —

— میر سپاہ نازنا
 شکریاں شکستہ صفت
 آہ! وہ تیرِ نسیم کش
 جس کا نہ ہو کوئی ہدف

صُحبتِ پیرِ روم سے مجھ پہ ہوا یہ رازِ فاش!
 لاکھ حکیم سرِ بجیب ایک کلیم سرِ بکف!
 اور — غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
 جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور — اسلامی ریاستوں کے رنگین مزاج شہزادو! اور عیش
 پرست حکمرانو! سنو اور کھلے دل سے سنو! —
 کہ ہمارا مصوٰرِ پاکستان - مردِ درویش لاہوری علامہ اقبالؒ آپ کے متعلق
 آج سے کئی سال پہلے کیا کہہ گیا ہے —

— نہیں وجودِ حدودِ قیود سے اس کا

محمدؐ عربی سے ہے عالمِ عربی!

کہ آپ نے اپنی حماقت اور ناعاقبت اندیشی سے عرب لیگ بنا کر اپنی
 ایک علیحدہ قومیت کا تصور تو دنیا کے سامنے پیش کر دیا —
 مگر جس نامِ اقدس کے ذریعے تو میں بنتی ہیں اور پھر وہ تو میں اسی کے

اسم گرامی کی برکت سے ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں — اسی اسم پاک
یعنی محمد عربی کے دامن اقدس کو تم نے چھوڑ دیا اور آج اسی وجہ سے آپ

ذلیل و خوار ہو رہے ہیں —
مجھے بتاؤ! — کہ آپ کی وہ عرب لیگ — آج کہاں ہے؟ اور

کیا کر رہی ہے؟ —

درویش لاہوری تو پوری کائنات پر چھا جانے کا ایک ہی نسخہ بتاتا ہے
کہ — کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیسرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیکر ہیں

کوئی روس کی گود میں چلا گیا اور کوئی امریکہ کی آغوش میں! —
اور — صاحبزادہ سید افتخار الحسن کی یہ بات بھی یاد رکھنا کہ آج مورخہ ۱۲

جنوری کو مشرق وسطیٰ کے امن کے لئے واشنگٹن میں مذاکرات ہو رہے جس میں
امریکہ — برطانیہ اور فلسطینی مسلمانوں کے علاوہ یہودی نمائندے بھی شریک ہو رہے
ہیں! —

مگر — اے عرب ریاستوں کے حکمرانوں — اسلام کے نام پیشواؤ۔

اور رنگین مزاج شہزادو! اس دھوکہ و فریب کے جال میں نہ پھنس جانا۔

اسی لئے کہ جس برطانیہ اور امریکہ نے یہودی ریاست کی بنیاد رکھ کر عرب ریاستوں

کے سینہ میں چھرا گھونپ رکھا ہے اور اسلام دشمنی کی بنا پر ہر موقعہ — ہر قدم اور ہر

معاملہ پر اس کی حمایت کرتے چلے آ رہے ہیں —

وہ واشنگٹن مذاکرات میں اس اسرائیل کے خلاف بھلا کیسے کام کریں گے۔

جس بنی اسرائیل نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وفانہ کی وہ آج مشرق وسطیٰ

کے امن کیلئے اور عرب ریاستوں اور فلسطینیوں سے کیا وفا کرے گا! —

غالب مرحوم نے کیا خوب کہا ہے !

کہ — ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے کہ وفا کیا ہے

اللہ کا نام لے کر اٹھو اور آپس کے تمام اختلافات مٹا کر اور آپس میں
محبت و اخوت کی طاقت پیدا کر کے اور شمشیرِ عرب لے کر اٹھو اور پہاڑوں سے ٹکر جاؤ،
سمندروں اور دریاؤں کو کھنگال ڈالو اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے الجھاؤ فی الاسلام
کافر لگاتے ہوئے یہودیت و نصرانیت اور صیہونیت کے قلعوں کو روندتے ہوئے
بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کی عظمتِ رفتہ کو بحال کر دو تاکہ تمہارا نام بھی اللہ کے
شیروں میں شمار ہونے لگے۔ !

کیونکہ درویشِ لاہوری اقبال مرحوم کیا خوب فرماتے ہیں —

۷ — کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیرِ مسلمان

اور مومن ہے تو خود آپ ہے تقدیرِ الہی

کافر ہے تو شمشیر پہ رکھتا ہے بھروسہ

مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے پاسبانی

فلسطینی مسلمانوں کی طرح کشمیری مسلمان بھی ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں
قتل ہو رہے ہیں۔ معصوم بچوں کے گلوں پر پھیریاں چلائی جا رہی ہیں۔ عصمتِ مآب
خواتین کی بے عزتی کی جا رہی ہے۔ ان کے گھروں اور املاکوں کو آگ لگائی جا رہی ہے۔
حالانکہ آج سے پچاس سال پہلے اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی تھی کہ
۵ جنوری ۱۹۴۷ء کو جموں و کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے گی۔ اور آج یہی مطالبہ لے
کر کشمیری عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کہ کئی ۵ جنوری کی تاریخیں گزر گئیں مگر کسی نے
کشمیر میں رائے شماری نہ کرائی۔ بلکہ بھارت نے کشمیر کو اپنا الٹوٹ انگ کہنا شروع کر دیا۔

اور نہ جانے کب تک رائے شماری کی تاریخ ۵ جنوری آتی رہے گی اور گذرتی رہے گی۔

مگر یہ سہانا خواب کب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا۔

ایسے بھارت پر دباؤ ڈالنے کے لئے براہ راست برطانیہ کے ان لیڈروں پر زور دینا چاہیے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورے کرتے ہوئے کشمیر میں رائے شماری کرائے۔

ہڑتالوں۔ جلوسوں۔ عالمی برادری کے زور دینے پر کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔

ہر روز بھارت کے ظالم فوجیوں کے ظلم و استبداد میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اور وہ کشمیری مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑ رہے ہیں۔

خالی بیانات اور قراردادیں پاس کرنے سے رائے شماری نہیں ہوگی اور نہ

کشمیر کو آزادی ملے گی۔

صدر ایوب نے معاہدہ تاشقند کر کے جیٹا ہوا کشمیر واپس بھارت کو دیدیا۔

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کہتا ہے کہ طاقت کے ذریعے پھینسی ہوئی چیز کو صرف

طاقت سے ہی واپس لیا جاسکتا ہے۔

ایسے اگر فلسطین و کشمیر حاصل کرنا ہے تو طاقت، اخوت اور اتحاد پیدا کرو۔

اپنی جنگی صلاحیت بڑھاؤ اور جب یہ سب کچھ مکمل ہو جائے تو دشمن پر کشمیر کی ضرب کاری

لگاؤ اور دشمن کو چیت کر دو۔



وطن کے غدار

قارئینِ کرام! —————

جب تک مسلمان غداروں کی وطن دشمن سرگرمیوں اور اسلام کے باغیوں کے ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اس وقت تک وہ کفر و باطل کے ہر معرکہ میں فتح کا برائی کے جھنڈے لہراتے رہے —————

مگر جب ان میں غداروں کی ایک ناپاک — گندی اور گمراہ جماعت پیدا ہونے لگی، تو نہ صرف مسلمانوں میں نفرت و عداوت کے سیاہ بادل چھلنے شروع ہو گئے بلکہ اسلام کی نورانی پیشانی پر کالے داغ لگنے لگے اور اسلامی چہرہ اپنی تاباں کھو بیٹھا —————

مثال کے طور پر ————— بہادر شاہ ظفر تیموری خاندان کا آخری تاجدار اور مغل سلطنت کا ٹٹھاتا ہوا چراغ تھا — جس کی مدہم سی روشنی دہلی کے گلی و بازاروں میں شام کی تاریکی میں لوگوں کو راستہ دکھلاتی تھی —————

مگر مرزا الہی بخش، منشی رجب علی اور مرزا سعد اللہ خاں کی غارتوں نے ہندوستان میں اس آخری مسلمان تاجدار کو رنگون کے خوفناک قلعہ میں پہنچا کر بالآخر اس چراغ کو بھی بجھا کر دم لیا —————

اور اس مردِ درویش سلطان کو اسی اندھیرے قلعہ میں دفن کر دیا گیا —————

چنانچہ وہ شاہی درویش وطن سے دُور — اپنی عزیز الوطنی کے بارے میں
خود ہی کہتا ہے —

کتنا ہے بد نصیب ظفر کو دفن کے لئے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

اور اس المناک داستان کی تفصیل سچھ اس طرح ہے! — کہ
تحریک آزادی ہندسے ۱۸۵۷ء کو جھانسی کی رانی اور بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں
میرٹھ کے شہر سے شروع ہوئی۔ جسے انگریز بد معاشش نے غد رکانام دیا ہے۔
تحریک نے زور پکڑا — ایلے کہ مولینا فضل الحق خیر آبادی رحمۃ اللہ
علیہ نے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری کر دیا تھا —

اس تحریک آزادی کو ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل انگریز جنرل میدان
میں آئے! —

جنرل ہڈسن — جنرل نکلسن — اور جنرل ایمرسن —

مغل شہزادوں کے نام یہ تھے! —

شہزادہ مرزا مغل — شہزادہ یاقوت اور شہزادہ جواں بخت —

شہزادیوں کے نام یہ تھے! —

شہزادی گلستانو — شہزادی قدسیہ اور شہزادی فرخ سلطان۔

اور غداروں کے نام یہ تھے! —

منشی رجب علی — مرزا الہی بخش اور مرزا سعد اللہ خان! —

بہادر شاہ ظفر کو ہمایوں کے قلعہ سے مرزا الہی بخش نے گرفتار کر دیا — مرزا

سعد اللہ نے انگریز جنرلیوں کو بتایا کہ شہزادے بھی یہیں موجود ہیں۔

جنرل نکلسن جب ان شہزادوں کو گرفتار کرنے گیا تو شہزادے گزج کر بولے!

کہ — تیموری خاندان کے شہزادے مرنے سے پہلے گرفتار نہیں ہوا کرتے!

لیکن مرزا سعد اللہ نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امان لے لی ہے۔
 شہزادے بھی قتل کر دیئے گئے۔ اور پھر اس شاہی خاندان کے خاتمہ کے
 بعد دہلی کے لوگوں نے دیکھا کہ دہلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیوں پر ایک نوجوان لڑکی
 چہرے پر ایک ٹوٹا پھوٹا نقاب ڈالے۔ ہاتھ پھیلائے ہر آنے والے نمازی
 سے سوال کرتی ہے؟

دے جا سخیانام خدا کے!

آخر ایک آدمی نے اس بہکارن سے پوچھ ہی لیا کہ
 تو کون ہے؟

بہکارن نے جواب دیا

بھائی!۔ میرے قریب نہ آنا۔ اور میرے نقاب کو ہاتھ نہ لگانا۔

میں بہادر شاہ ظفر کی بیٹی گل بہار بانو ہوں!۔
 اقبال مرحوم ان وطن کے غداروں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

ع — جعفر از بنگال صادق از دکن

ننگ دین، ننگ قوم و ننگ وطن

اور۔ یہ ہے بھی سچ!

ایسے کہ اگر میر جعفر غداری نہ کرتا۔ تو نواب سراج الدولہ کی لاش پلاسی کے
 میدان میں ہرگز نہ تڑپتی اور وہ انگریزوں کو ہندوستان بدر کر کے چھوڑتا۔

اور اسی طرح۔ اگر میر صادق غداری نہ کرتا تو شیر دکن و میسور سلطان

ٹیپو کے بدن پر سرنگا پٹم کے میدان میں انگریز جنرل گولیوں کی بوچھاڑ نہ کرتا۔

اور اگر مرزا الہی بخش اور مرزا سعد اللہ خان غداری نہ کرتے تو بہادر شاہ ظفر

کی موت رنگون کے اندھیرے قید خانہ میں نہ ہوتی اور اگر بھٹو غداری نہ کرتا تو یہ

پاکستان ٹوٹ کر بنگلہ دیش نہ بنتا

— جیتے جی ہر کو کفن دے دیا

جسکی کرسی نے آدھا وطن دے دیا

یہ ہیں — وطن کے غداروں کی وطن دشمنی!

سرگرمیوں کے تاریخ — صاحبزادہ سید افتخار احسن زبیدی کہتا ہے کہ

پاکستان آج بھی ایسے ہی وطن کے غداروں سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ ہر روز بموں کے دھماکے — بیگناہ لوگوں کا قتل — معصوم

عورتوں کی آبروریزی — اور گلی گلی — ڈاکوؤں کے حملے یہ سب کچھ وطن سے غداری

نہیں تو اور کیا ہے! —

اور پھر ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں پاکستان کے شیر دل سپاہیوں کو لڑایا

یہ نہیں گیا —

اور مسٹر بھٹو کے اس اعلان نے —

اُدھرتم اور اُدھر ہم! —

ہمارے بہادر جرنیلوں - جانثار سپاہیوں اور فضائے آسمانی میں پرواز کرنے والے

ہوا بازوں کے حوصلے پست کر دیئے گئے - ورنہ ۱۹۷۱ء میں بھی وہی جذبہ تھا - وہی شوق

شہادت تھا — اور وہی سرفروشی کی لگن تھی —

اس لئے کہ

اہل ایمان جب میدان میں سنبھل جاتے ہیں!

جذبہ شوق شہادت میں مچل جاتے ہیں!

تم تو مٹی کے کھلونے ہو مہتسا کیا ہے؟

تکبیر کے نعروں سے تو پتھر بھی پگھل جاتے ہیں!

جیسا کہ — اس کا مظاہرہ پنچھنڈب۔ جوڑیاں۔ دیوا۔ بیدریاں

اور برکی کے محاذوں پر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہو چکا تھا! —
 اور آج کشمیر کی جنگ، آزادی سے تنگ آکر ۱۹۶۵ء کی طرح ہندوستان کے
 جنگی جنونیوں نے پھر اس جنگ کو وسیع کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ تو ان سوزوں
 کو معلوم ہونا چاہیے —

آج بھی ہماری بہادر اور مجاہد افواج میں محمد یونس حسن اور ایم۔ ایم۔ عالم
 جیسے ہوا باز اور میدان جنگ کے عزیز بھٹی اور کرنل عبدالرحمن جیسے شہسوار اور
 نور خان جیسے شہباز اور شاہین موجود ہیں —

اور ۱۹۶۵ء کی جنگ میں دوار کا قلعہ پاش پاش کرنے والے بحری
 بیڑے کے غوطہ زن زندہ ہیں —

بھارت کے جنگی نتیاد! یہ ٹھیک ہے کہ تم تعداد میں زیادہ ہو اور تمہارے

پاس سامان جنگ بھی زیادہ ہے —

مگر صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی کی یہ بات ہرگز نہ بھولنا کہ —

— لاکھ تنکے ہوں مگر ان کو بہانے کے لئے

موج دریا کا اک ریلہ ہی بہت ہوتا ہے

اور — اپنی کثرت تعداد کو تم نے سمجھا کیا ہے

شیر جنگل میں اکیلا ہی بہت ہوتا ہے



جنگ کے فائدے

جنگ کے بعد جنگ کے نقصانات کا اندازہ لگانا تو حکومتوں کا کام ہوتا ہے۔ مگر پاکستان اور ہندوستان کی اس جنگ میں مجھے جو فائدے نظر آئے ہیں ان کا ذکر ضروری ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جنگ کے ان اٹھارہ دنوں میں جو کچھ ہم نے سیکھا اور پایا ہے وہ ہم تکھلے اٹھارہ برسوں میں بھی نہ سیکھ سکے اور نہ پاسکے۔ قوم خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی تھی۔ اس کا دل مُردہ ہو چکا تھا اور اس کے دل و دماغ پر ایک جمود طاری تھا۔ مسلمان دین پرستی کی بجائے عیش پرستی کے عادی ہو چکے تھے اور خدا و رسولؐ کا پیغامِ حیات اور مقصدِ زندگی بھول چکے تھے۔ دولت مند اور جاگیر دار اپنی دولت کے نشے میں سرمست تھے۔ اور سیاسی رہنما کسی اونچی کرسی کی خواہش میں دست و گریباں تھے۔

اور مذہبی رہنما۔ علماء و خطباء، حضراتِ دینی اختلافات کو ہوا دے کر قوم کو تفرقہ میں ڈال رہے تھے۔ شیخ و منبر پر خدا و رسولؐ کے پیغامِ حق دینے کے بجائے اپنی ویلیو بنا رہے تھے۔

ریڈیو والے پکے راگوں۔ فلمی گانوں اور فحش ڈراموں کو ہی قوم کی خدمت سمجھ رہے تھے اور قوم کو فحاشی اور عیاشی کا سبق پڑھا رہے تھے۔

لیکن ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی صبح ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک پیامِ ہوس و
جوش لائی اور وقت کے تقاضے نے اسلامیانِ پاکستان کو جھنجھوڑا —
اور پھر ساتھ ہی ریڈیو پاکستان سے ایک آواز شیر کی دھاڑ بن کر گرجی کہ۔
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والو!

مسلمانو! تمہارے امتحان کا وقت آگیا ہے۔ اٹھو! اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے
ہوئے دشمن کی توپوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دو۔ اور ہندوستان کو معلوم نہیں
کہ اس نے پاکستان پر حملہ کر کے کس قوم کو لٹکا رہا ہے! —

یہ آواز کفرستانِ ہند کے خلافتِ جہاد کا نثار تھی۔ جس نے پاکستان کے دشمن
کو ڈر مسلمانوں کے خون میں ایک جوشِ جنوں پیدا کر دیا اور پھر یہ دس کروڑ اسلامیانِ
پاکستان کفر کے مقابلہ میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے جس سے ٹکر لینا بھارت
کے سیاسی پندتوں کے بس کی بات نہ تھی —

علمائے کرام نے اپنے تمام مذہبی اختلافات ختم کر کے متحد و منظم ہو کر قوم کی
راہنمائی کی۔ اور اپنی تقاریر و خطبات میں جہاد کی اہمیت اور وطن کی پاسبانی کا
درس دیا —

مسلمانوں میں نیا جوش و لولہ تازہ اور ایشادِ قربانی کا جذبہ پیدا کر کے ملک کے
بچے بوڑھے اور جوان کو اپنی سرحدوں کا محافظ بنا دیا —

اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ علمائے کرام ہی کا مرہونِ منت ہے۔ ایسے
کہ جہاد کا تعلق مذہب سے ہے اور مذہب کے راہنما و علمائے ربانی ہیں۔ جن کی آتش
بیانی نے مسلمانوں کے دلوں میں جذبہٴ قربانی اور شوقِ شہادت پیدا کر دیا۔ یہ علیحدہ بات
ہے کہ کوئی اس روحانی و مذہبی جماعت کا کوئی نام نہ لے —

سیاسی رہنماؤں نے بھی اپنے سیاسی بھگڑے ختم کر کے صدر پاکستان کو ہر قسم کی حمایت و تعاون اور ہر قسم کی قربانی کا یقین دلایا۔

شاعروں کا تخیل اور ادیبوں کا قلم جو جام و شباب، چنگ و رباب اور اخلاق سوز افسانوں تک محدود تھا۔ یک دم پلٹ گیا اور انہوں نے جہاد پر نظمیں اور ترانے لکھ کر قوم میں ایک نئی روح پھونک دی۔

اور ساتھ ہی اخباروں نے بھی اپنے چولے بدل کر قومی زندگی کا وہ شعور پیدا کیا کہ ساری عالمی صحافت دنگ رہ گئی۔ اور وہ حق ادا کیا کہ دنیا عیش عیش کراٹھی! اور پھر سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ریڈیو والوں کو بھی اپنی کمزوریوں اور خامیوں کا علم ہو گیا اور انہوں نے بھی پکے راگوں۔ فلمی گانوں اور فحش ڈراموں کی جگہ ملی ترائوں سے فضائے آسمانی کو مہکا کر رکھ دیا۔ تاریخ اسلام کے اوراق اور جہاد فی سبیل اللہ پر تقریریں نشر ہونے لگیں۔ جنہوں نے نہ صرف اسلامیانِ پاکستان بلکہ عالم اسلام کو گرا کر رکھ دیا۔

اور جنگ سے پہلے ریڈیو والوں کے غلط اور لالچنی پردہ گراموں کی وجہ سے جہاں بازار بازار۔ گلی گلی اور گھر گھر فحش اور لچر گانے نشر ہو رہے تھے۔ اب اس کی جگہ قومی ترانے اور ملی نغمے یوں گونج رہے تھے!

— — — بڑھے چلو مجاہدو۔ بڑھے چلو مجاہدو

— — — جاگ اٹھا ہے سارا وطن

— — — پاک فوج کو سلام، پاک فوج کو سلام

اور پاکستان کے پتھریلے کی زبان پر خالد بن ولیدؓ۔ محمد بن قاسمؓ اور محمود غزنویؓ

کی بہادری کے افسانے ہیں۔ — اور ریڈیو والے اگر قوم کی حالت پر رحم کرتے ہوئے

ایسے ہی پروگرام نشر کرتے رہے تو ہمیں امید ہے کہ قوم وہ تمام گانے بھول جائے گی۔

جن سے مسلمانوں کا اخلاق بگڑ چکا تھا۔ اور پھر بچنے کی زبان پر یہی ہو گا۔

اٹھو سائے میں تلواروں کے بل کھانے کا وقت آیا

فضا میں پرچم توحید لہرانے کا وقت آیا

اور ————— تمہیں ہو قاسم و محمود کی عظمت کے رکھو لے

بتان ہند کے چیلوں سے ٹکرانے کا وقت آیا

اور ————— مسلمانوں بلال و بوزر و سلمان ہو جاؤ

رسول اللہ کے ناموس پر سربان ہو جاؤ!

اور پھر حق و باطل کی اس جنگ سے یہ بھی ثابت ہو گیا — کہ

فسر زندان توحید۔ حق کے پرستار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے

والوں کے دلوں کی دھڑکنیں ایک ہیں —————

اور یہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ" کی صدائے حق پر فوراً اکٹھے ہوجاتے

ہیں اور داہگہ کی حسد سے لیکر اردن کی دیواروں تک دنیائے کفر کا مقابلہ

کرنے کے لئے تمام مسلمان ہر وقت تیار و مستعد ہیں —————

اور اقبال مرحوم نے ٹھیک ہی کہا تھا — کہ:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کا شاعر

اخلاقی اور سماجی برائیوں اور سنگین قسم کے جرائم کا کسی حد تک خاتمہ ہو گیا

ہے۔ مسلمانوں میں خوفِ خدا پیدا ہو گیا ہے اور آپس کی ہمدردی اور خیر خواہی کے

جذبات ابھر آئے ہیں۔ مذہبی قدروں کی پاسداری ہونے لگی ہے۔

اور لوگ نمازی و غازی بن گئے ہیں۔ جس کی مثال اس سے مل سکتی ہے کہ کارخانہ داروں نے اس جنگ میں اشیائے صرف کی قیمتیں نہیں بڑھنے دیں۔ جس کی بدولت پاکستان کے مسلمانوں کو جنگ کے اثرات کا ذرہ برابر احساس نہ ہو سکا۔

جبکہ دوسری طرف ہندوستان کے عوام بھوکے مر رہے ہیں۔ اور مہنگائی نے بھارت کے عوام کی بولورام کر دی ہے۔ سکلنگ ختم ہو گئی۔ جس کی وجہ سے پاکستان میں گندم کی قیمت گر گئی ہے۔ اور جس دن جنگ شروع ہوئی تھی گندم کا بھاؤ اٹھارہ روپے من تھا۔ اور آج گیارہ روپے فی من ہے۔

تو۔ ایلئے میرے نزدیک یہ جنگ پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے لئے پیغام فتح و نصرت کے ساتھ ساتھ پیام رحمت بھی تھی۔ لیکن۔ ان تمام حقائق کے باوجود بھی ہمیں ابھی اسی جوش و خروش

اسی اتحاد و اتفاق اور اسی عزم و استقلال کی ضرورت ہے۔ ایلئے کہ ہمارا دشمن، انتہائی مکار ہے، عیار ہے۔ کمینہ ہے اور ڈاکو اور لٹییر ہے اور اس کے کسی قول و فعل کا اعتبار نہیں ہے۔

کشمیر کے بارے میں اس کی ہٹ دھرمی۔ رائے عامہ کی مخالفت، کشمیر کے مسلمانوں کا قتل عام۔ نہری پانی کی بندش۔ اس کی جنگی تیاریاں اور جنگ کی دھمکیاں اور جنگی نعرے۔

اور پھر جب تک اس کے پاس غلام صادق۔ عبدالکریم چھاگلہ۔ فاروق عبداللہ اور میر تقی میر جیسے غدارانِ اسلام موجود ہیں۔ پتہ نہیں وہ پھر کس وقت جنگ کی آگ کو بھڑکا دے۔

مگر۔ افسوس تو یہ ہے کہ کشمیر کے بارے میں عدل و انصاف کرنے

اور کر دینے والے، امن و سلامتی کو قائم رکھنے والے اور رکھوانے والے ہی
ابھی تک اس راستے پر نہیں چل سکے۔

جس راستے پر اگر وہ پہلے چل دیتے تو یہ حق و باطل کی جنگ نہ ہوتی !
لیکن چونکہ وہ بھی پاکستان کے ہی نہیں بلکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ اسیلئے وہ اس
آگ کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے۔

اور آج بھی کشمیر کے مسئلہ کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس
مسئلہ کا حل آج سے اٹھارہ برس پہلے تلاش ہو چکا ہے۔ جسے سلامتی کونسل

اور ہندوستان نے بھی منظور کر لیا تھا۔

اور وہ تھا ”کشمیر میں آزادانہ رائے شماری“

اور اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ

اگر سلامتی کونسل نے کشمیر میں اپنے اس وعدے کو پورا نہ کیا۔ اور
بھارت پر اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے دباؤ نہ ڈالا۔ تو سلامتی کونسل
اپنی آگ میں خود ہی جل کر رکھ ہو جائے گی اور کسی اس عالمی ادارے پر اعتماد نہ
رہے گا۔ اور اس کی پیشانی پر بدنامی کا ایسا سیاہ داغ لگ جائے گا کہ
جسے آئندہ صدیوں تک بھی نہ دھویا جاسکے گا!

اس لئے جب تک کشمیر کا مسئلہ کسی تسلی بخش صورت میں حل نہیں ہوتا۔

ہمارا نعرہ یہی رہنا چاہیئے۔

”فتح اور ہر قیمت پر فتح“

کیونکہ حدیث نبوی علیہ السلام ہے

انَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلِّ الْعِلْمِ

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں نہ نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں۔

حافظ غلام مصطفیٰ صاحب

حضراتِ محترم! —————

آئیے آپ کو ایک ایسے مرد مومن اور اللہ کے شیر کا تعارف بھی کراتا چلوں جو ہمہ وقت جہادِ بالمال، اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی اور نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج کے لئے مصروفِ عمل رہتے ہیں —————
آپ کپڑے کے وسیع کاروبار کی مصروفیتوں کے باوجود، بیواؤں، یتیموں بے سہارا، غریب اور محتاج لوگوں کی مالی اعانت اس طرح فرماتے ہیں کہ کسی کو بھی کانوں کان خبر نہیں ہوتی! —————

اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مال و دولت کی فراوانی کے باوجود نام و نمود، جاہ و حشمت کا اظہار و نمائش نام تک کو بھی نہیں —————
صاحبزادہ سید افتخار الحسن سچ کہتا ہے کہ حافظ صاحب اس مطلب پرست دنیا۔ نفس پرست زمانہ اور موجودہ سرمایہ داری کے کاروبارِ حیات میں جبکہ بڑے بڑے تاجر۔ ظالم چوہدری اور سفاک بل مالکان دولت کے نشہ میں بدمست ہو کر محتاج اور بے سہارا لوگوں کے کھوکھے بھی گرا دیتے ہیں اور —————
ناجائز تجاوزات کا بہانہ بنا کر غریبوں کی جھونپڑیاں بھی نہیں رہنے دیتے

اور اپنی دولت پر عیاشیوں اور بد معاشیوں میں مدسوسن ہو کر بیوہ اور بے سہارا
خواتین کے سروں سے شرم و حیا کی چادریں تک نوح پھینکنے کو اپنا حق تصور کرتے
ہیں

مگر حافظ غلام مصطفیٰ صاحب ہیں جو ضلالت و گمراہی کے اس دور میں اپنے
دامن کونیک و شرافت کے موتیوں سے بھر رہے ہیں اور عیاشی و فحاشی کے گھاٹوں پر
اندھیروں میں محبت و شفقت کی شمع جلائے ہوئے ہیں۔

تواضع و محبت اور ایثار و قربانی کے پیکر منصور آباد کے لئے ایک مرد درویش
کی صورت میں نمایاں ہیں۔

عبادت و ریاضت کے لئے سنگ مرمر کی ایک خوبصورت مسجد بنوارکھی ہے
جس میں بچوں کو قرآن مجید تجوید اور ناظرہ پڑھانے کا بھی بہترین انتظام ہے۔
یہ ذمہ داری قاری محمد شاکر کے شانوں پر ہے جو کہ انتہائی خوش الحان قاری ہیں
جب وہ کیف و مستی میں ڈوب کر قرآن کریم کی قرآء فرماتے ہیں تو سامعین وجد و سرور
میں ڈوب جاتے ہیں۔

جب درود و سلام اور دعا پڑھتے ہیں تو حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے
حافظ صاحب اولیائے کرام کے آستانوں پر بھی اکثر بیشتر حاضری دیتے رہتے
ہیں اور اگر وہاں ان کو کوئی کمی محسوس ہو تو خاموشی اس کو پورا کر دیتے ہیں۔ مثلاً
حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر کوئی وضو کرنے اور غسل خانے کا
کوئی انتظام نہ تھا۔ اس سال محرم میں میری وہاں حاضری ہوئی تو یہ دیکھ کر میری خوشی کی
کوئی انتہاء نہ تھی کہ وہاں سنگ مرمر کے حوض پر خوبصورت فوارے عجب بہار دکھا رہے ہیں۔
پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ سعادت منصور آباد کے حافظ غلام مصطفیٰ کے حصے
ہو، ان سے حضرات زبانی لکھ کر رخصت سے یہ رونق کی اور اس خشک جگہ

پر پانی کی نہریں بہادیں اور زائرین حافظ صاحب کے حق میں دعائیں دیتے ہیں۔

میں نے واپس آکر انہیں مبارک باد پیش کی
حضرت گرامی! میرے ساتھ بھی بڑی عقیدت رکھتے ہیں اور کبھی سرراہ بھی

مل جائیں تو خالی نہیں ملتے۔

بہر حال۔۔۔ حافظ غلام مصطفیٰ صاحب بھی اللہ کے ان شیروں میں شامل
ہیں جو جہاد فی المال کے ذریعہ، غریب پروری۔ بندہ نوازی اور بے کس و بے بہارا
لوگوں کی ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں۔

اور یہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برکت ہے کہ سال میں دو بڑے
جلسوں کو بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے منانے کا اہتمام کرتے ہیں، ایک
عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان دونوں جلسوں پر عشق رسول اور محبت شاہِ دو عالم میں سرشار ہو کر ہزاروں
روپے بچھا کر دیتے ہیں اور یہ سلسلہ غریب نوازی اور بندہ پروری و اندازِ لطف و کرم

صرف حافظ صاحب کا ہی نہیں،

بلکہ ان کا پورا گھرانہ اس سعادت میں ان کا شریک ہے۔ مثلاً حافظ صاحب
کے چھوٹے بھائی غلام محمد صاحب بھی بکسین و نادار لوگوں کی حمایت۔ بیوہ عورتوں کی دست
گیری اور یتیموں کے سروں پر شفقت کا ہاتھ رکھنے میں حافظ صاحب کے ساتھ دل
جان سے حاضر رہتے ہیں۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں
بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو
خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

تعارف

مبلغ اسلام حضرت مولینا پیر سید زاہد علی شاہ قاسمی درہ حرمہ اللہ علیہ
زندگی بیک سفر ہے۔ لاکھوں انسان اس سفر کو طے کرنے کے بعد حیاتِ مستعار کی سرحد
کو عبور کر کے ابدی نیند سوچکے ہیں۔ اس دنیائے ناپائیدار میں نہ کوئی ہمیشہ رہا ہے اور نہ
ہی رہے گا۔ مالک الملک اللہ رب العالمین جل الجلالہ کے فیصلہ کے مطابق بھی کو جام فنا
نوش کرنا ہے۔ ہر ایک کو اس دنیائے رنگ و بو کو پھوڑ کر سپرد خاک ہونا ہے۔ مگر کچھ لوگ
اس جام فنا کو اس عظمت سے نوش کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں۔ جو اس دارِ فانی سے
رخصت ہو جانے کے بعد اپنی حسین یادوں کی وجہ سے زندہ و جاوید رہتے ہیں، وہ فنا ہو کر بھی
بقا کی رفیع منزلوں پر فائز رہتے ہیں۔ انہیں پر وقار، صاحبِ عظمت لوگوں کے لئے تو
کہا گیا ہے۔ ————— ” کون سے کہتا ہے کہ مومن مر گئے!“

حضرت پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی انہی مقدس نفوسِ قدسیہ
میں ہے۔ آپ گونا گویا طور پر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں، اپنے کاروائے نمایاں کی وجہ سے آج
بھی زندہ ہیں۔ جیسے ان کا ذکر، ان کی حیاتِ ظاہری میں ہوتا تھا۔ اس سے کئی درجہ بڑھ
کر آج بھی ہو رہا ہے۔ ان کے عقیدت مندوں میں ان کا نام ہمیشہ عقیدت و محبت سے
لیا جاتا رہے گا۔ —————

بغداد کی مسجد۔ فیصل آباد کی خوبصورت کالونی گلبرگ اے میں ان کی سخی جمیل سے تعمیر
ہونے والی حسین و جمیل منقش بغدادی مسجد کے در و دیوار انہیں آج بھی خراجِ تحسین پیش کر رہے
ہیں۔ بغدادی جامع مسجد کا منبر شریف جس پر آپ جلوہ افروز ہو کر ہزاروں سامعین کے قلوب کو
اپنی سحر بانی سے عشقِ رسول کو گرایا کرتے تھے۔ اپنے عظیم خطیب کی یاد تازہ کر رہا ہے۔

دارالعلوم نوریہ رضویہ رجمٹرڈ : فیصل آباد کی عظیم دینی درسگاہ جوان کی

شب و روز کی محنت شاقہ سے معرض وجود میں آئی۔ اپنے بانی کی یاد دلا رہی ہے، جس کی تعمیر و ترقی کے لئے انہوں نے اپنی زندگی کو ایسا وقف فرمایا کہ ان کی آخری آرامگاہ بھی اسی درسگاہ کے ایک برآمدہ میں بنی ہوئی ہے۔ ملکی سطح پر شہرت یافتہ یہ عظیم درسگاہ شاہ صاحب کی زندگی کی عظیم یادگار ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے وہ کم ہوگا۔

شاہ صاحب کی حیات مبارکہ میں آپ کے قائم کردہ اس ادارہ میں شعبہ حفظ قرآن۔ شعبہ تجوید و قرأت، شعبہ درس نظامی کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا۔ سینکڑوں کی تعداد میں علماء، حفاظ کرام اور قراء حضرات نے کامیاب ہونے کے بعد دستار فضیلت اور سند فراغت حاصل کی۔ اور پھر علم دین کی اشاعت کے لئے ملک بھر میں پھیل گئے

محمد اللہ ریہ دینی ادارہ حضرت پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ صاحب کی روحانی توجہات سے پوری آب و تاب سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ آپ سے تربیت یافتہ مدرسین کی جماعت، مولانا قاری محمد صدیق قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم نوریہ رضویہ کی قیادت میں دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہے۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے سینکڑوں طلبہ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ڈل، میٹرک میں زیر تعلیم ہیں۔ دارالعلوم اپنی معیاری تعلیم، اعلیٰ نظم و نسق، صاف تھکرے ماحول اور اعلیٰ تربیت کی وجہ سے پورے ملک میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔

مکتبہ نوریہ رضویہ : پیر سید زاہد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک اشاعتی ادارہ مکتبہ نوریہ رضویہ کے نام سے قائم کیا جس کے تحت اردو۔ فارسی۔ عربی کی نایاب کتب کی اشاعت کر کے ملک کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ بحمد اللہ کتب خانہ مذکور بھی آج ملک کے عظیم کتب خانوں میں شمار ہوتا ہے۔

پیر اٹھری سکول : دارالعلوم نوریہ رضویہ سے ملحق برآمدوں میں نوریہ رضویہ
 پیر اٹھری سکول کا بھی اجرا کیا گیا، تاکہ گرد و نواح میں رہنے والے نچے دینی ماحول میں تعلیم
 حاصل کر سکیں اور ملک و ملت کا بہترین سرمایہ ثابت ہو سکیں۔ شاہ صاحب قبلہ نے
 چار مرتبہ زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل کیا۔ دین حق کی تبلیغ و اشاعت کے
 لئے ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے فرمائے۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام
 مصطفیٰ میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

تحصیل علم : شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم پسیلی بھیت (انڈیا)
 کی مرکزی جامع مسجد میں اپنے جد امجد مولانا حافظ سید شوکت علی شاہ۔ مولانا قاری
 عبد الحفیظ اور جناب قاری نوشہ علی سے حاصل کی پھر ۱۹۵۰ء میں والدین کے ہمراہ
 ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے۔ سکھر میں رہائش اختیار کی ۱۹۵۴ء میں
 علم دین کے حصول کی خاطر مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ منظر اسلام فیصل آباد میں
 داخل ہوئے۔ استاذِ کامل شیخ المجدین حضرت علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد
 محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے عرصہ نو سال میں علوم ظاہری باطنی
 کی تکمیل کی۔ حضرت محدث اعظم پاکستان نے اپنے دست مبارک سے دستاویز فیصلت
 بھائی اور سند فراغت عطا فرمائی۔ بعد ازاں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عربی
 کا امتحان پاس کیا۔

وصال : ۲۵ صفر المنظر ۱۳۹۸ھ ۲۵ صفر ۱۹۷۸ء بمطابق ۲ فروری ۱۹۷۸ء
 بروز جمعہ المبارک کراچی میں انتقال فرمایا۔ آپ عرس اعلیٰ حضرت میں شرکت کے لئے
 گاڑی سے اتر کر رشتہ میں دارالعلوم امجدیہ کراچی کے لئے سوار ہوئے۔ اور راستہ ہی
 میں آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

آسمان علم و فضل کا آفتاب عالمیاب ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔
 دارالعلوم جامعہ مجددیہ کراچی میں آپ کو غسل دیا گیا۔ حضرت علامہ قاری رضی اللہ عنہ
 اعظمی صاحب کی اقتدار میں کثیر تعداد علماء کرام اور عوام نے نماز جنازہ ادا کی۔ بعد ازاں
 کراچی سے بذریعہ طیارہ آپ کی میت کو فیصل آباد لایا گیا۔ انٹرنیٹ سے آپ کا جنازہ
 استاذ کامل محدث اعظم پاکستان ابو الفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار
 مقدس پر لایا گیا پھر وہاں سے بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے لایا گیا، جہاں پر صبح سے
 نماز عصر تک زائرین میت کا بہت بڑا ہجوم ہو چکا تھا۔ نماز عصر کے بعد قریبی پارک
 میں صدر اشرافیہ حضرت علامہ مجددی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند حضرت علامہ قاری
 رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں بغدادی جامع سے متصل برآمدہ
 میں اس عاشق رسول کو دفن کیا گیا۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۲/۲۵ صفر المنظر کو بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے
 فیصل آباد میں منایا جاتا ہے۔

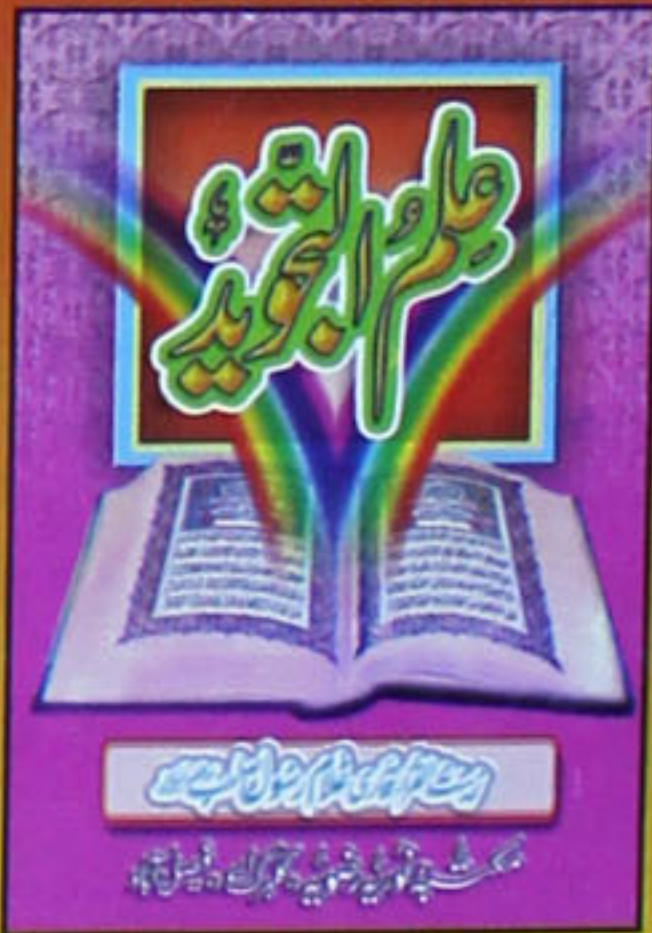
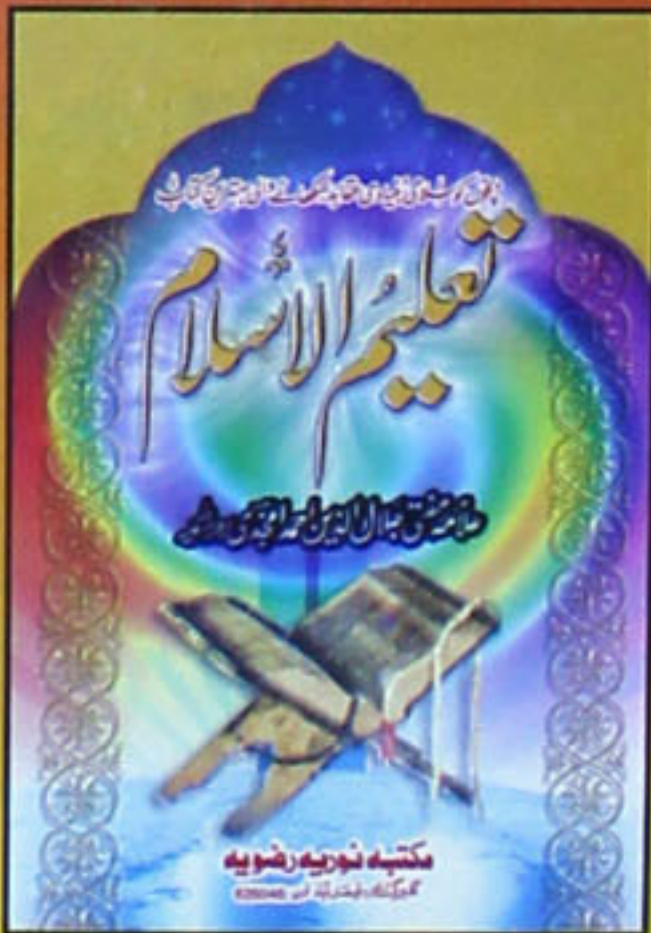
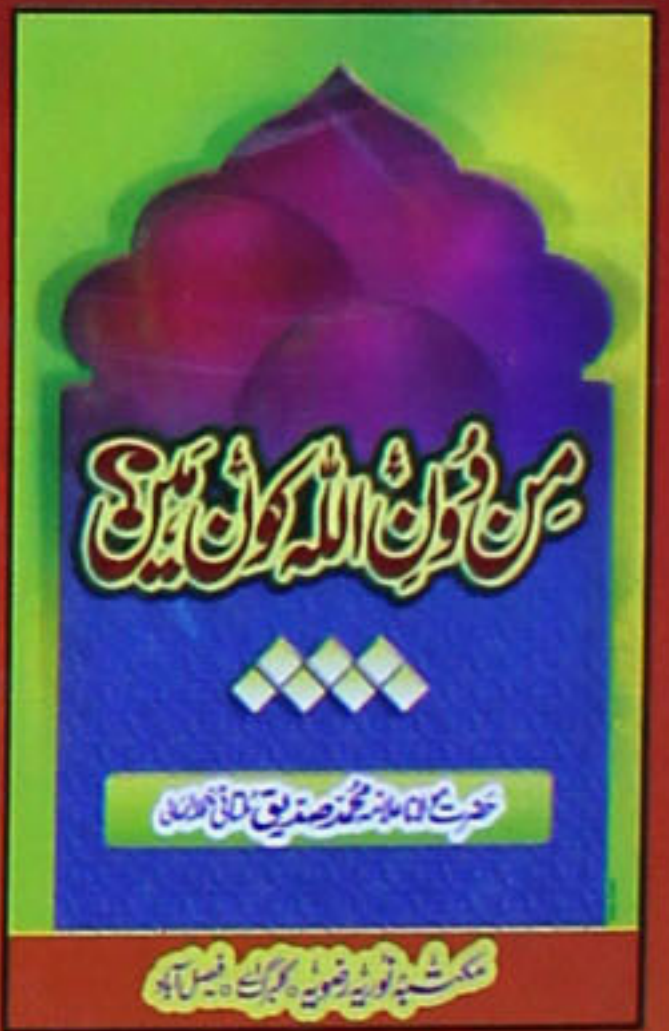
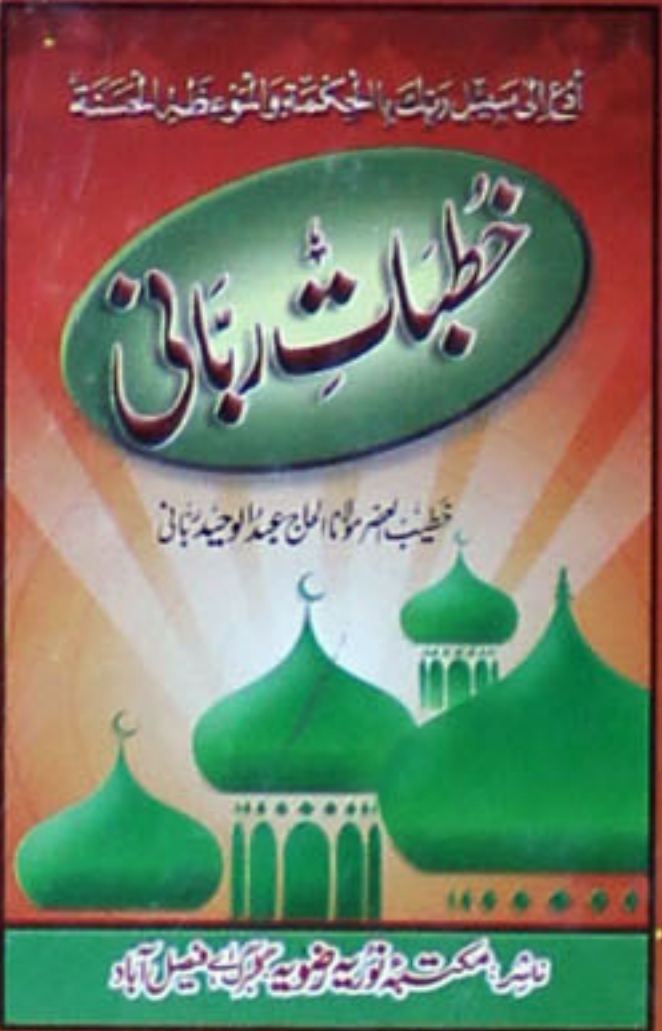
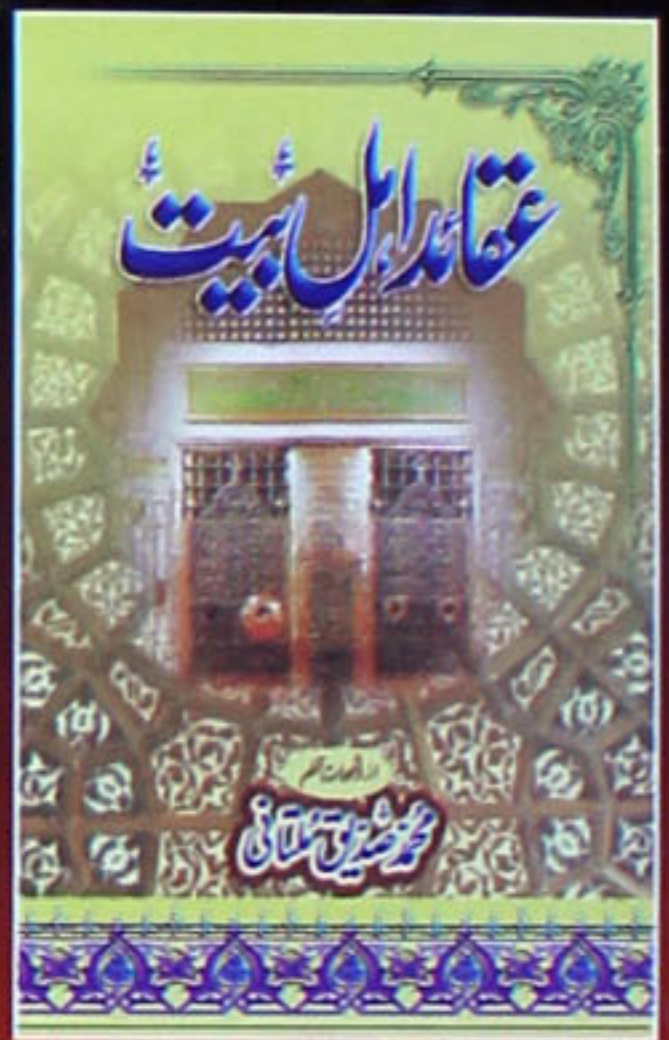
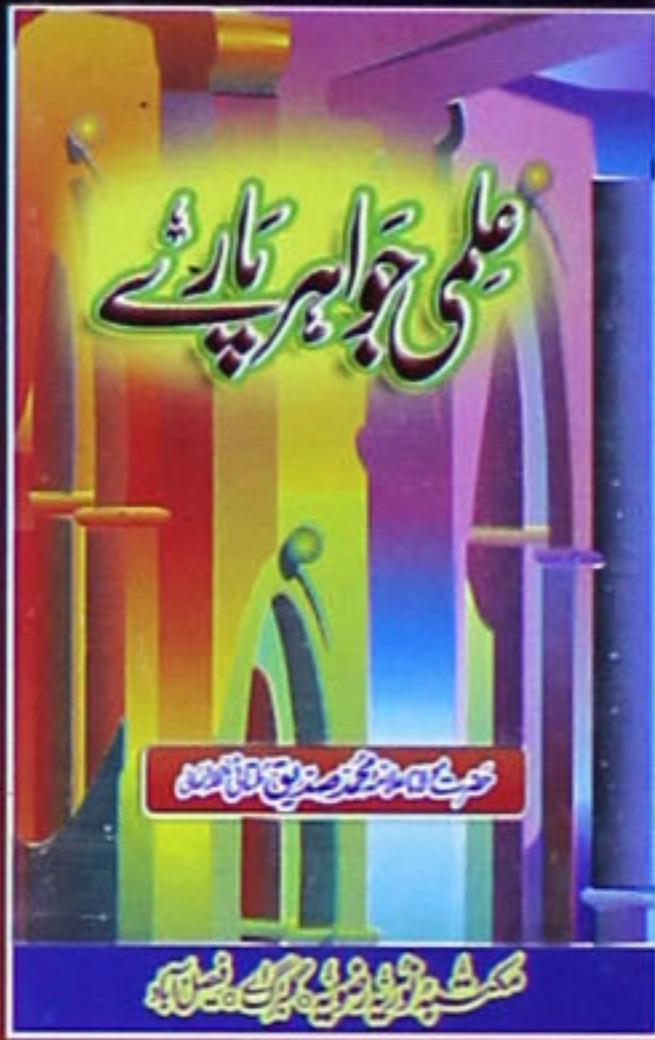
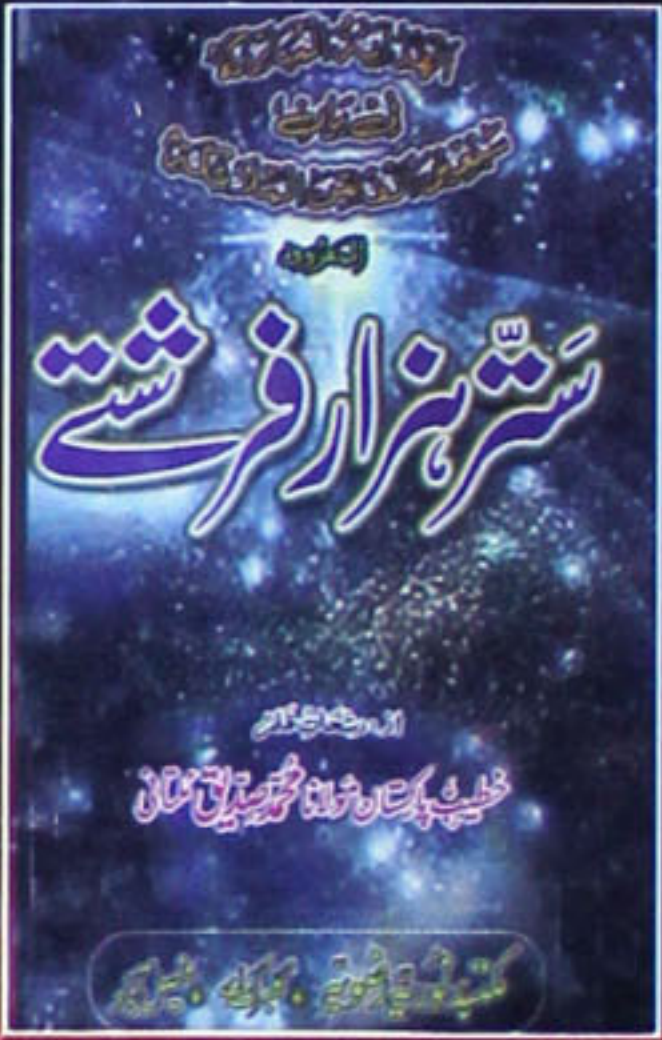
حضرت قبلہ سید زاہد علی شاہ صاحب مرحوم و مغفور نے چھ بچے اور دو بچیاں
 چھوڑیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند صاحبزاہد سید ہدایت رسول شاہ صاحب،
 حفظ قرآن اور میرٹک تک تعلیم مکمل کرنے کے بعد علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے ادارہ
 جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور ایم۔ اے میں زیر تعلیم ہیں اور اس کے
 ساتھ ساتھ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد میں خطابت کے فرائض سرانجام
 دے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن زبیدی کے
 نزدیک حضرت شاہ صاحب علیہ رحمہ ایک صاحب قلب و نظر، صاحب علم و عمل

اور صاحبِ قلبِ سلیم ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک
 مردِ درویش اور مردِ کامل ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و درویشی کے راستہ پر بھی گامزن
 تھے یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی تمام کتابوں کے حقوق ان کے صاحبزادگان کی
 دیانت و امانت کے پیشِ نظر دے دیئے ہیں۔

• ————— سید افتخار الحسن

ہماری مطبوعات



مکتبہ نوریہ رضویہ رضویہ فیصل آباد